جلد ۷
اصلاحی بیانات
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
• شب برأت کی فضیلت
• رمضان المبارک کس طرح گزاریں؟
• عشرہ ذی الحجہ کے فضائل
گناہ چھوڑنے پر پانچ انعامات
• قحط سالی کے اسباب
• دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔
• مخلوق پر رحم اور شفقت
• مدینے میں رہنے کے فائدے
• فتنہ دجال اور نزول مسیح
www.besturdubooks.wordpress.com
میمن اسلامک پبلشرز

۷

اصلاحی بیانات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

خطاب ☾ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب ☾ مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ اشاعت ☾ ۱۵/فروری/ ۲۰۰۷ء

مقام ☾ جامع مسجد بیت المکرّم، گلشن اقبال، کراچی

باہتمام ☾ ولی اللہ میمن ۴۹۱۶۰۳۳

ناشر ☾ میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ ☾ خلیل اللہ فراز (0321-2606274)

قیمت ☾ =/روپے

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- اقبال بک سینٹر، صدر کراچی
- مکتبۃ الاسلام، الٰہی فلورمل، کورنگی، کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کا بڑا اکرم اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب مفتی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات کی چوتھی جلد شائع کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اتوار کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی میں اصلاحی وعظ فرماتے تھے۔ جس وقت حضرت مولانا مدظلہم سفر پر ہوتے تو آپ کی غیر موجودگی میں حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب بیانات فرماتے تھے، اور اب مہینے میں دو اتوار بیان فرماتے ہیں۔ الحمد للہ آپ کے بیانات ریکارڈ کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس وقت تک آپ کے بیانات کی کیسٹوں کی تعداد سو سے زائد ہو چکی ہے۔ انہی بیانات میں سے بعض کو میرے

برادر مکرم جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند فرمایا ہے، جو علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے ذریعہ بہت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے، اور صدق و اخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ولی اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم

جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی میں سیدی واستاذی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کا بہت نافع اور مفید وعظ ہوتا تھا، احقر بھی اس میں اکثر حاضر ہوتا اور مستفید ہوتا تھا، اس کے بعد حضرت کا یہ عظ جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں منتقل ہوگیا، اب وہاں اتوار کو بعد نماز عصر تا مغرب خواتین وحضرات کے لئے یہ وعظ ہوتا ہے، اور جامع مسجد بیت المکرّم میں ہر انگریزی مہینے کی شروع کی دو اتوار کو حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم کا اور آخر کی دو اتوار کو احقر کا بیان ہوتا ہے۔

مولانا عبداللہ میمن صاحب مدظلہم نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ان بیانات کو محفوظ کیا، پھر ان میں سے بعض بیانات کیسٹ کی مدد سے لکھ کر کتابچہ کی شکل میں

شائع کئے، اور احقر کے چند رسائل بھی شائع کئے ہیں، اب وہ ان تقاریر کا مجموعہ ''اصلاحی بیانات'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

ان میں سے اکثر بیانات احقر کی نظر ثانی کئے ہوئے ہیں، بعض جگہ احقر نے کچھ ترمیم بھی کی ہے، اور احادیث کی تخریج کرکے ان کا حوالہ بھی درج کیا ہے، بہر حال یہ کتاب کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ تقاریر اور رسائل کا مجموعہ ہے۔

اس سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اگر اس میں کوئی بات غیر مفید یا غیر محتاط ہو تو یقیناً وہ احقر کی کوتاہی ہے، متوجہ فرما کر ممنون فرمائیں!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بیانات کو احقر کی اور تمام پڑھنے اور سننے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، ذخیرہ آخرت بنائیں اور مرتب و ناشر کو اس خدمت کا بہتر سے بہتر بدلہ دونوں جہانوں میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

بندہ عبدالرؤف

(بندہ عبدالرؤف سکھروی)

عنوان	صفحہ

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

رمضان المبارک کس طرح گزاریں؟

عنوان	صفحہ

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

گناہ چھوڑنے پر پانچ انعامات

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مدینے میں رہنے کے فائدے

عنوان	صفحہ

فتنہ دجال اور نزول مسیح

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

تمت بالخیر

شب برأت کی فضیلت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر : ۷

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

شب برأت کی فضیلت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم،أَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ
وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ هَلْ فِیْ ذَالِكَ قَسَمٌ الَّذِیْ
حِجْرٍ۔ صدق اللّٰہ العظیم! ۔

شب برأت کی کچھ فضیلت

میرے قابل احترام عزیزو اور دوستو! چونکہ آئندہ جمعہ سے پہلے شب برأت آنے والی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شب برأت سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہیں ان کا خلاصہ بیان کر دیا جائے تا کہ ہم اس مبارک رات کی اہمیت کو سمجھیں اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ بابرکت رات نصیب فرمائے اور ہم زیادہ سے زیادہ اس رات میں عبادت کر کے، ذکر کر کے، تلاوت کر کے اور نوافل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے

کی کوشش کریں اور جو اجر و ثواب اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کے حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

پانچ مبارک راتیں

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ راتیں برکت والی راتیں ہیں، جو لوگ ان راتوں کو ذکر کے ذریعے، عبادت کے ذریعے زندہ رکھیں گے، یعنی ان راتوں میں بیدار رہیں گے، عبادت کریں گے، نوافل پڑھیں گے، ذکر کریں گے، تسبیح پڑھیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں گے اور دیگر اعمال صالحہ کر کے اس رات کو شب بیداری میں گزاریں گے تو ان کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اور پھر فرمایا کہ وہ پانچ عبادت کی راتیں یہ ہیں:

۱۔ آٹھ ذوالحجہ کی رات۔

۲۔ نویں ذوالحجہ کی رات۔

۳۔ دس ذوالحجہ کی رات یعنی بقرہ عید کی شب۔

۴۔ عیدالفطر کی رات۔

۵۔ شعبان کی پندرہویں رات۔

یہ پانچ راتیں مبارک راتیں ہیں، جو شخص ان مبارک راتوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور ذکر و دعا میں نوافل اور عبادت میں مصروف

ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی اس کے اوپر نظر خاص ہوگی، اور رحمت خاص ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنتی ہونے کا فیصلہ فرمادیں گے۔

شب برأت میں سب کی بخشش ہو جاتی ہے

دوسری روایت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق کی طرف خاص نظر کرم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو بخش دیتے ہیں، سوائے دو آمیوں کے۔

سات بندوں کی بخشش اس رات نہیں ہوتی

اور دوسری روایت میں ہے پانچ آدمیوں کا ذکر ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملاؤ تو حاصل یہ نکلے گا کہ سوائے سات آدمیوں کے باقی ساری مخلوق کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتے ہیں، وہ سات آدمی ایسے بدنصیب ہیں اور وہ ایسے سنگین گناہ کے اندر مبتلا ہیں کہ وہ اس مغفرت اور بخشش کے موسم بہار میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص سے محروم ہو جاتے ہیں۔

پہلا مشرک جس کی بخشش نہیں ہوتی

ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ آدمی ہے جو (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک کرتا ہے، جس کو مشرک کہتے ہیں، خدا نخواستہ جو آدمی شرک کے گناہ عظیم میں مبتلا ہے، وہ اس رات میں بخشا نہیں

جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی کفار اور مشرکین ہیں وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت خاص سے محروم ہو جاتے ہیں۔

بعض مسلمان بھی ایسے شرکیہ اعمال میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسے وہ لوگ جو بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہیں، ان مزاروں پر جاکر ان بزرگوں کی قبر پر سجدہ کرتے ہیں، رکوع کرتے ہیں اور ان سے براہ راست مانگتے ہیں، اور اس بزرگ سے براہ راست مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ہمیں بیٹا دے دیجئے، ہمیں روزی دیدیجئے، ہماری فلاں مشکل حل کر دیجئے، ہمارا فلاں فلاں کام ہو جائے، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اور پھر ان سے براہ راست کہتے ہیں کہ اگر آپ نے ہماری بگڑی بنادی تو ہم آپ کے مزار پر چادر یا دیگ چڑھائیں گے، اگر آپ نے میرا فلاں کام کر دیا تو میں مزار کے مجاورین کی دعوت کروں گا، اللہ پاک سے نہیں مانگتے، کیونکہ اللہ سے مانگنا اور اس کے وسیلے سے مانگنا تو درست ہے لیکن وہ نہ تو وسیلے سے مانگتے ہیں اور نہ ہی اللہ پاک سے براہ راست مانگتے ہیں، بلکہ براہ راست وہ ان بزرگوں سے مانگتے ہیں، ان کے مزاروں پر چادر اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، ان کے ذہن میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور ان کی ٹالتا نہیں (العیاذ باللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ) کہ کتنی بڑی گستاخی ہے گویا اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اتنے مجبور ہیں کہ اگر وہ کہہ دے تو کرنی پڑے گی (العیاذ باللہ) دونوں باتیں غلط ہیں، اور اللہ جل شانہ کی شان میں گستاخی ہے، اگر کوئی مسلمان

ان کاموں میں مبتلا ہوگا اس کی بھی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی۔

دوسرا کینہ ور

دوسرا کینہ رکھنے والے کی بھی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی اور کینہ رکھنا اپنے دل میں گناہ کبیرہ ہے، کینہ اس کو کہتے ہیں انسان کا کسی سے جھگڑا ہو جائے یا لڑائی ہو جائے یا کوئی بھی بڑی بات آپس میں ہو جائے تو اس کو دل میں رکھ لے۔

کینہ کسے کہتے ہیں؟

بعض دفعہ آدمی بدلہ لینے سے عاجز ہو جاتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب سامنے والا شخص ہم سے زیادہ طاقت ور ہو، یا صاحب منصب ہو اب ہم اس کے سامنے عاجز ہیں، ہم زبان نہیں کھول سکتے، ایسی صورت میں اانسان کا اندر ہی اندر خون کھولتا ہے اور خون کھولنے سے اس کی بدخواہی دل میں آجائے، کسی طرح سے اس کا بیڑا غرق ہو جائے، کسی نہ کسی طرح اس کا ایکسیڈنٹ ہو جائے، کسی نہ کسی طرح اس کا جانی یا مالی نقصان ہو جائے، انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اسی بدخواہی کا نام کینہ ہے، اور یہ کینہ بہت بڑا گناہ ہے، اور ایسی مبارک رات میں بھی ایسے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی، اس کینہ سے بچنے کے دو ہی راستے ہیں یا تو بدلہ لے لے یا اللہ کے لئے معاف کردے، مگر بدلہ اتنا لے جتنا اس نے ستایا ہے، یا پھر معاف کردے، معاف کردینے میں کوئی حرج نہیں اس کا بھی بڑا اجر ہے، لیکن اگر بدلہ بھی نہ لے اور اسے معاف بھی نہ کرے اور اس کے نتیجے میں

اندر ہی اندر اسے تباہ کرنے کے برباد کرنے کے منصوبے بناتا رہے یہ منصوبہ بندی دل کے اندر کا گناہ ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

تیسرا شرابی

اور تیسرا وہ شخص ہے جو شراب پینے کا عادی ہے، اور وہ روز شراب پیتا رہتا ہے، یا اور کوئی نشہ کرتا رہتا ہے، اور وہ اس کا عادی ہو گیا ہے (اللہ بچائے اللہ بچائے) اس کی بھی اس رات میں بخشش نہیں ہوتی۔

چوتھا قطع تعلقی کرنے والا

اور چوتھا وہ جو اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرتا ہے، انسان جب دوسرے انسانوں کے ساتھ رہتا ہے تو کچھ نہ کچھ نا اتفاقی پیش آتی ہے، لیکن ہمارے، مذہب میں ہے کہ اس کو معاف کر دیں، اس لئے کہ جب عام مسلمانوں سے اس طرح قطع تعلقی گناہ ہے، تو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے اس طرح قطع رحمی اور بھی زیادہ گناہ ہے، لہٰذا جس کا جس کسی سے جھگڑا ہو گیا ہو، اور سلام کرنا چھوڑ دیا ہو، اس کو اپنے دل سے معاف کر دینا چاہئے، اور سلام کرنا شروع کر دینا چاہئے، ہاں یہ ضروری نہیں جس طرح پہلے گہرے تعلقات تھے اب دوبارہ بھی اس طرح رکھے، بلکہ دل صاف کرنا ضروری ہے۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق یہ ہے کہ جب ملے تو سلام

کرے، جب بیمار ہو جائے تو بیمار پرسی کرے، اگر انتقال ہو جائے تو نماز جنازہ پڑھے، اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، اور اگر کبھی دعوت میں بلائے تو دعوت کو قبول کرے، بشرطیکہ اس میں کوئی اور خلاف شرع بات نہ ہو، یہ مسلمان کے عام حقوق ہیں، لہٰذا اتنا زیادہ قطع تعلق کر دینا کہ سامنے آئے تو منہ پھیر لے، وہ سلام کرے تو جواب نہ دے، یہاں تک کہ نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کرے، اس کا کوئی جواز نہیں، ایسا کرنے والا کبھی اس رات میں بخشا نہیں جائے گا۔

پانچواں شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا

پانچواں وہ آدمی ہے جو اپنی شلوار، پتلون، پینٹ ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، یہ وہ گناہ ہیں جس پر ہم سب کو توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ یہ گناہ ایسا ہے جس میں آج باہر کی دنیا والے تو مبتلا ہیں ہی، لیکن وہ بھی اس میں مبتلا ہیں جو مسجد میں جمع ہونے والے احباب ہیں، یہ گناہ ایسا ہے جس کو مسلمانوں نے فیشن کے طور پر بھی اپنا لیا، جس کو دیکھو کوئی نمازی ہو، غیر نمازی، حاجی ہو، غیر حاجی، باشرع ہو یا بے شرع، اس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے نظر آتی ہے، اس حدیث میں اول تو صاف بات آگئی یہ بدترین گناہ ہے، اس گناہ کے کرنے والے کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، اور دوسری روایت میں بہت ہی ہولناک وعید ہے اس گناہ کے ارتکاب کرنے والے کی (خدا کرے ہمارے دل میں وعید آجائے، اور ہم بلا تاخیر اس گناہ سے ہمیشہ کے لئے باز آجائیں)

رحمت الٰہی سے محروم تین اشخاص

ایک روایت میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان پر نظر رحمت فرمائیں گے، نہ ان سے ہم کلام ہوں گے، نہ ان کا تذکرہ فرمائیں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جب یہ ہولناک وعید سنی تو گھبرا گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین لوگ کون ہیں؟ جن کے لئے ایسی ہولناک وعید ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ایک شخص وہ ہے جو اپنے تہبند اور اپنی شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے۔
۲۔ اور ایک وہ دوکاندار اور تاجر جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے،
۳۔ تیسرا آدمی وہ ہے جو احسان کر کے جتاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

اگر ہم جائزہ لیں تو تینوں گناہ ایسے ہیں جو آج ہمارے معاشرے میں عام ہیں، جہاں تک شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا معاملہ ہے تو میں نے عرض کردیا کہ یہ آج کل کا فیشن ہے، اور یہ فیشن کن کا ہے؟ انگریزوں کا ہے، انگریزی تہذیب کا فیشن ہے، افسوس کہ ہم نے مسلمان ہو کے اس کو اختیار کرلیا، نہ صرف اختیار کرلیا بلکہ اب تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم اس کو چھوڑنے کے لئے تیار ہی نہیں، ورنہ اگر ذرا بھی ہمارے دل میں خوف خدا ہوتو ایسی ہولناک وعید سننے کے بعد بھی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا ممکن ہی نہیں۔

ہمارے دل پتھر ہو چکے ہیں

بھائیو! معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کر کر کے ہمارے دل اتنے پتھر ہو گئے ہیں کہ کسی ہولناک سے ہولناک وعید کا بھی ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، اور کثرت گناہ کی بلاشبہ خاصیت ہوتی ہے کہ رفتہ رفتہ اس گناہ کی برائی دل سے نکل جاتی ہے، رفتہ رفتہ انسان کا دل پتھر ہو جاتا ہے، اور رفتہ رفتہ پھر اس کے دل میں بے حسی اور تاریکی چھا جاتی ہے کہ اس کے دل سے گناہ کا گناہ ہونا بھی جاتا رہتا ہے۔

عورتوں کی ایک بری خاصیت

اسی طرح احسان کر کے احسان جتانے کا معاملہ بھی عورتوں اور مردوں میں اتنا عام ہے کہ جہاں اس نے ہمارے ساتھ بدسلوکی کی تو ہم نے اس کے ساتھ کئے ہوئے تمام احسان اس کے سامنے کھول دیئے کہ ہم نے تمہارے ساتھ یہ کیا، فلاں دن ہم نے تمہاری مدد کی، فلاں دن ہم نے تمہاری مدد کی، یہ کہہ کے اس نے اس پر جتنے بھی احسان کئے ان سب پر اس نے یک دم پانی پھیر دیا۔

اگر اللہ کے لئے تم نے احسان کیا تھا تو اللہ تعالیٰ ہی اس کا بدلہ اور صلہ دے گا، اس میں اس پر احسان جتانے کا کیا فائدہ، بلکہ اپنی نیکی ضائع کرنے والی بات ہے، وہ جس سلوک کا مستحق ہوگا اس کو اس کا ہی اجر ملے گا، اگر اس نے ہمارے اچھے سلوک کے بدلے میں بدسلوکی کی تو ہم نے اس پر احسان جتا دیا، تو جیسے اس نے ہمارے ساتھ کیا ہم نے بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کر کے برابر

کر دیا۔

اور اصل بات یہ ہے جیسا ہم نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ویسا ہی وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ احسان ہے، انسان وہی ہے جو اچھا سلوک کرنے والے کے ساتھ اچھا سلوک کرے، لیکن کمال کی بات تو یہ ہے کہ اگر ہمارے ساتھ کوئی بدسلوکی کرے تو ہم اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آئیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مخالف تھا اور وہ حضرت کی برائیاں کرتا رہتا تھا، اور حضرت کو اس کی باتیں پہنچتی رہتی تھیں اور حضرت نے یہ کام شروع کیا کہ روزانہ ایک طشتری میں اشرفیاں رکھ کر اس کو کپڑے سے ڈھک کر اس کی طرف بھیج دیتے تھے، وہ حضرت کی طرف سے مخالفانہ باتیں کرتا، اور حضرت اس کے ساتھ یہ سلوک کرتے، جب دو چار مرتبہ اس طرح ہوا تو اس کو شرم آنے لگی کہ میں روزانہ حضرت کے خلاف برائیاں کرتا ہوں اور وہ جواب میں مجھ کو ہدیہ پیش فرماتے ہیں اس کو بڑی شرم آئی اور اس نے آہستہ آہستہ اپنا طرز عمل بدل ڈالا۔

ایک دن ایسا بھی آیا کہ اس نے حضرت کی مخالفت چھوڑ دی، تو حضرت نے طشتری بھیجنا بھی چھوڑ دی، جب طشتری آنا بند ہوگئی تو اس کو بڑا تعجب ہوا کہ جب میں حضرت کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو ہدیہ طشتری میں رکھ کر

میرے پاس آتا تھا، اب جب کہ میں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ہدیہ آنا بھی بند ہوگیا، اس نے کہلا بھیجا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ تو احسان کا بدلہ احسان تھا، اور وہ اس طرح کہ تم میری برائیاں کر کے اپنی نیکیاں پارسل کر دیتے تھے، تو بھئی! نیکیاں تو آخرت کا سکہ ہے اور دنیا کا سکہ آخرت کے سکوں کی برابری نہیں کرسکتا، اس لئے مجھے شرم آتی تھی کہ تم آخرت کی نیکیاں مجھ تک بھیج رہے ہو، تو پھر میں نے سوچا کہ تمہیں دنیا کی رنسی بھیجوں اس لئے میں نے دنیا کی اشرفیاں تم تک بھیجنا شروع کر دیں، تم مجھے اپنی نیکیاں پارسل کررہے تھے، تو میں نے اس کے بدلے میں حقیر سا نذرانہ تمہیں بھیجنا شروع کر دیا اور جب کی تم نے اپنی نیکیاں مجھے دینا چھوڑ دیں تو میں نے بھی بدلہ دینا چھوڑ دیا۔

غیبت کریں تو ماں کی کریں

اسی طرح کسی نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتے، نہ ہی کسی کی غیبت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں کیوں کروں، اگر کروں گا بھی تو اپنی ماں کی کروں گا، تو سننے والے نے کہا یہ بھلا کیا بات ہے؟ اگر کرنی ہے تو کسی اور کی کریں ماں کی ہی کیوں کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جو آدمی غیبت کرتا ہے تو غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو دی جاتی ہیں جس کی وہ غیبت کرتا ہے اور اگر میں غیبت کروں گا تو خدا نخواستہ اپنی ماں ہی کی کروں گا، تاکہ بیٹے کی نیکیاں ماں ہی کے پاس رہیں، گھر

کی نیکیاں گھر میں رہیں باہر نہ جائیں یہ تو آخرت کی دولت ہے اول تو کروں گا ہی نہیں اگر کروں گا بھی تو اس صورت میں کہ گھر میں ہی رہیں۔

اصل احسان یہ ہے کہ ہم اچھائی کریں اگلا جو بھی کرے

اصل احسان تو یہ ہے کہ اگلا بدسلوکی کرے تو ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں، یہ کمال کی بات ہے، لیکن اگر ہم اس کی بدسلوکی پر بھی اپنا احسان جتاتے ہیں تو اس سے بڑی خسارے والی بات نہیں کہ اس سے احسان بھی کیا اور احسان جتانے کا گناہ بھی گردن پر آ گیا اور یہ ایسا وبال ہے اور یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کے نتیجے میں آدمی شب برأت میں بھی اس کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے، اور ایسے ہی آج دوکانداروں کا اصول ہے جو جتنا زیادہ جھوٹ بولے، وہ ناپ تول میں کمی بیشی کر کے، جتنی بھی اس کی جیب کاٹ لے، اتنا ہی بڑا دوکاندار ہے، اور جو صحیح تول کر، سچ بول کر کے، دیانتداری کے ساتھ، امانت داری کے ساتھ سودا بیچے وہ اتنا ہی بڑا بیوقوف کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نظر سے اچھا

بھائیو! دنیا والوں کے بیوقوف سمجھنے سے کیا کوئی بے وقوف ہوسکتا ہے؟ ساری دنیا والے کسی کو فرشتہ کہیں تو فرشتہ نہیں بن سکتا، ساری دنیا والے کسی کو برا کہیں تر وہ برا نہیں ہوسکتا، جس کو اللہ پاک اچھا کہے اس کو ساری دنیا والے برا کہیں تو بھی وہ برا نہیں ہوسکتا، اگر وہ اللہ کے ہاں برا ہے اور ساری دنیا والے اس کی تعریف کریں تو کچھ حاصل نہیں، بہرحال تین آدمی ایسے ہیں (العیاذ با

اللہ) ان کے لئے ایسی ہولناک وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، اور آپ تو جانتے ہیں کہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے ہی کام ہوگا، اللہ پاک ان سے ہم کلامی بھی نہیں فرمائیں گے، جو ہر مؤمن کے دل کی آرزو ہے، اور اللہ پاک ان کا تذکرہ بھی نہیں فرمائیں گے، جتنے بھی مؤمن گناہگار ہوں گے اور دنیا میں انہوں نے توبہ کی ہوگی ان کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ بھی فرمائیں گے، ان کی نجاست کی غلاظت کو دور فرما کر اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ٹخنے ہر وقت کھلے رکھنا لازمی ہے

حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ جس کے ٹخنے تہبند، شلوار وغیرہ سے چھپے ہوئے ہوں گے، اس کے دونوں ٹخنے مع پیروں کے جہنم میں ڈالے جائیں گے، جہنم میں سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ جہنم سے نکال کر دو جوتیاں آگ کی اس کو پہنا دی جائیں گی، اور ان جوتیوں کی گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ اس کا دماغ اس طرح پک رہا ہوگا جس طرح چولہے پر ہانڈی پکتی ہے، یہ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب ہے، اور یہاں یہ دھوکا بھی نہیں ہونا چاہئے جو بعض لوگوں کو ہوتا ہے کہ صرف نماز میں جلدی جلدی اپنی شلوار ٹخنے سے اوپر کر لیتے ہیں، نماز میں اپنے پائنچے موڑ لیتے ہیں، اور بعد میں نیچے کر لیتے ہیں، ایسا شخص شب قدر کی مقدس رات میں بھی بخشا نہیں جائے گا۔

والدین کے نافرمان کو نقد سزا دنیا میں مل جاتی ہے

اور چھٹا وہ آدمی جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے، والدین کو ستانے والا اور انہیں تکلیف دینے والا بھی اس مقدس رات میں بخشا نہیں جائے گا، اور یہ بھی دیکھئے کہ یہ گناہ آج کل کتنا عام ہے، شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں والدین کا نافرمان نہ ہو، آج ہر گھر میں نافرمان اولاد موجود ہے، جو طرح طرح سے اپنے والدین کو اذیت دیتی ہے، اور یہ بات برحق ہے کہ اگر والدین کسی کو کسی گناہ کی بات کی اجازت دیں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، اور اگر کسی جائز بات کا کہیں تو اس میں ان کی اطاعت جائز ہے، ان کو طرح طرح سے ستانا اور اذیت دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا تو اللہ دنیا میں ہی نقد دیدیتا ہے، اور آخرت میں بھی جو سزا ہوگی وہ تو ہوگی، لیکن دنیا میں بھی اس کی سزا دیدی جاتی ہے، اور یہ گناہ ہمارے معاشرے میں عام پایا جاتا ہے، بہت کثرت سے پایا جاتا ہے، اس لئے اس گناہ سے بھی ہمیں بہت اہتمام سے بچنا چاہئے۔

ماں باپ کو دیکھنا حج کے برابر ثواب ہے

والدین تو وہ ہیں جن کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اسے مقبول حج کا ثواب ملتا ہے، اگر کوئی سو مرتبہ نظر ڈالے تو اسے سو حج کا ثواب ملے گا۔

اللہ کے ہاں تو کمی نہیں، کمی تو ہمارے مانگنے میں ہے، اور ہمارے عمل کرنے میں ہے، ان کے عطا کرنے میں نہیں ہے، ان کی عطا غیر منقطع ہے،

ساری دنیا بھی مانگے تب بھی کمی نہیں آئے گی، والدین تو جنت کے دو دروازے ہیں یا جہنم کے دو دروازے ہیں، اگر ان کی اطاعت کریں تو جنت کے دروازے ہیں، اگر نافرمانی کریں تو جہنم کے دروزے ہیں۔

ساتواں آدمی

اور ساتواں وہ آدمی ہے جو کسی کا ناحق قتل کرے، قتل کرنے والا بھی اس رات میں بخشا نہیں جائے گا۔ بہر حال! یہ وہ سات آدمی ہیں جو اس مقدس رات میں بھی بخشے نہیں جائیں گے، جو شخص ان گناہوں میں مبتلا ہوگا وہ اس مقدس رات میں بھی اللہ کی مغفرت عام سے دور ہوگا، اور اگر کوئی اس رات کے آنے سے پہلے پہلے صدقہ دیدے، توبہ کرلے، اور اس بات کا تہیہ کرے کہ شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھے گا، والدین کو راضی کرلے اور ان سے معافی مانگ لے، اور اسی طرح دوسرے گناہوں سے بھی توبہ کرلے اور معافی مانگ لے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ہوجائے گی، بخشش ہوجائے گی، تو مغفرت تو اس وقت تک نہ ہوگی جب تک وہ ان سے معافی نہ مانگ لے، اور اگر ان میں مبتلا رہے گا اور اسی حال میں یہ مقدس رات آجائے تو ایسے شخص کی مغفرت نہیں ہوگی۔

احکام کی دو اہم قسمیں، ا۔اوامر، ۲۔نواہی

ہمارے دین میں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو طرح کے احکام ملتے ہیں، ایک کرنے کے، دوسرے بچنے کے، جو کرنے کے ہیں ان کو اوامر کہتے ہیں، اور جو بچنے کے ہیں انہیں نواہی کہتے ہیں، ہر موقع پر آپ کو یہ دو چیزیں ملیں

گی، اور جب ہم کرنے کے کام بجا لائیں گے، اور بچنے کے کاموں سے اپنے آپ کو بچالیں گے، تب اللہ کی رضا ملے گی۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فضائل سننے کے بعد آدمی ان اعمال کو انجام دینے لگتا ہے، جن کی فضیلت سنتا ہے، اور بلا شبہ ان اعمال کو انجام دینا باعث اجر ہے، لیکن اس کے ساتھ جو پرہیز بتایا گیا ہے، وہ پرہیز نہیں کرتے، اور جن گناہوں سے بچنے کا حکم ہے اس سے نہیں بچتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوگی اس وقت تک کامیابی نہیں ہوگی، اس وقت تک فلاح نہیں ہوگی، فلاح اسی پر موقوف ہے کہ جو کام گناہ ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچائے اور جو کام کرنے کے ہیں، انہیں انجام دے۔

پندرہ شعبان کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع میں تشریف لے جانا

دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات جب میں اٹھی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہیں پایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ک وتلاش کرنے کے لئے گھر سے نکلی، اور تلاش کرتے کرتے جنت البقیع میں پہنچی، اور وہاں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود پایا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہچانا تو فرمایا: تمہارا خیال ہے اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے اور تیری باری ہوتے ہوئے میں کسی اور اہلیہ محترمہ کے پاس چلا گیا ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے ایسا ہی خیال گزرا تھا، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کسی اور اہلیہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں، فرمایا ایسی بات نہیں، ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔

۱۵/شعبان کی خاص فضیلت

اصل بات یہ ہے کہ آج شعبان کی پندرھویں رات ہے، اور دعا کی رات ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں، مغفرت فرماتے ہیں، اور قبیلہ بنوکلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان سے زیادہ تعداد میں اپنے بندوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں، اور ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس رات میں جاگنا چاہئے، اور عبادت بھی کرنی چاہئے اور اگر کسی کے گھر کے قریب میں ایسا قبرستان ہو جس میں میلہ نہ لگا ہو، اہو اور نہ خرافات اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو رہا ہو تو کبھی کبھار اس مبارک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں قبرستان مین چلے جانا بھی سعادت ہے۔

ہر کام میں حدود کا خیال کرو

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہر سال یہ رات آئی ہے، ان میں صرف ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے ہیں، اس لئے ہمیں بھی بہت زیادہ اس کو ضروری نہیں سمجھنا چاہئے، قبرستان چاہے گھر سے کتنا ہی دور ہو، یا وہاں برائیوں کا ارتکاب ہو رہا ہو، یا میلہ لگا ہوا ہو، لیکن جانا ضروری ہے، اس

سے بچنا چاہئے، اور احتراز کرنا چاہئے۔

کراچی کے اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی شب برأت شروع ہوئی اور مغرب سے ویگنیں ٹھٹھہ جانا شروع ہوئیں، اور لوگوں نے بھی جانا شروع کر دیا، وہاں میلہ لگا ہوا ہوتا ہے، عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، اور کتنے شرکیہ امور قبروں کے اوپر اور مزاروں کے اوپر ہوتے ہیں، یہ بھی حد سے تجاوز ہے، اور بلا تاخیر اس سے بچنا چاہئے۔

اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں ایسا قبرستان ہے کہ ہر قسم کے منکرات سے پاک ہے، عشاء کی نماز پڑھو اور چلے جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

شب برأت میں ہونے والے کام

دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، اے عائشہ! تم کو معلوم ہے کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال پیدا ہونے والے بچوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں، اور ہر اس آدمی کا نام بھی لکھ دیا جاتا ہے جس کا آئندہ انتقال ہونے والا ہے، اور نیز اس رات میں بندوں کے گناہ، اعمال قبول کرنے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اور اس رات میں بندوں کا رزق نازل کیا جاتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکایا، کچھ دیر سکوت فرمایا اور پھر کہا میں بھی اس وقت تک جنت میں نہ جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نہیں فرمائے گا، میں بھی اللہ کی رحمت کی بغیر جنت میں نہ جاؤں گا، اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے سے اور گناہوں سے پرہیز کرنے سے ہوتی ہے، جب دونوں باتیں جمع کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوش میں لے لے گی۔

اس رات کو خاص اعلان

روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو تم نماز میں کھڑے رہو، اور پندرھویں رات کو گزار کر صبح کا روزہ رکھو، اور فرمایا کہ اس رات میں مغرب کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلانات کئے جاتے ہیں کہ کوئی ہے ہم سے بخشش مانگنے والا؟ ہم اس کو اپنی بخشش عطا کریں، کوئی ہے توبہ کرنے والا؟ اس کی توبہ قبول کرلیں، اور کوئی ہے صحت مانگنے والا؟ اس کو صحت عطا کر دیں، اور کوئی ہے روزی مانگنے والا؟ اس کو روزی عطا کر دیں، یہ اعلانات

مغرب سے لے کر صبح صادق تک ہوتے رہتے ہیں، یہ اعلانات ویسے ہر روز رات کے آخری حصہ میں ہوتے ہیں، رات کے آخری حصہ میں جب تہجد کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی اللہ کی طرف سے ملائکہ یہ اعلان کرتے ہیں، لیکن اس رات میں تو ملائکہ مغرب سے ہی یہ اعلان کرنا شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ غروب آفتاب سے ہی یہ رات شروع ہو جاتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ رات جاگنے کی ہے، عبادت کی ہے اور صبح کا نفلی روزہ بھی ہے۔

شعبان میں خرافات کا تذکرہ

اور اس رات میں ہم کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق عبادت کرنی چاہئے، کچھ لوگوں کے اندر مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں اتنی مرتبہ قل ھو اللہ پڑھیں، دوسری رکعت میں اتنی مرتبہ قل ھو اللہ پڑھیں، ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے، اور بغیر ضروری سمجھے اسی طرح پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ایسا سمجھنا کہ اس طرح پڑھنا چاہئے اور اس رات میں ان نوافل کے پڑھنے کا یہی طریقہ ہے، اور اس طریقے سے پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے تو یہ منع ہے، ان سے بچنا ضروری ہے، اور جس طریقے سے عام نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح نفلیں پڑھنی چاہئیں، مگر اس میں قیام، رکوع، سجود لمبے کریں جتنا بھی لمبا کر سکتے ہیں۔

اس شب کے خاص اعمال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں کے اندر قیام، رکوع اور سجود طویل ہوتے تھے، ہم اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے رکوع اور سجدے لمبے کریں،

رکوع اور سجدے کی تسبیحات بڑھالیں، ایسے ہی قیام میں قرأت بڑھالیں، نیز قرأت کو ٹھہر ٹھہر کر آرام آرام سے پڑھیں تاکہ ہمارا قیام، رکوع اور سجود طویل ہوں۔

معتکف کے لئے محل کی بشارت

میں تو یہ عرض کروں گا کہ مغرب سے لے کر عشاء تک مسجد میں نفلی اعتکاف کرلیں، جہاں اس میں آسانی سے آپ اوابین پڑھ سکیں گے وہاں ایک فضیلت یہ ہے کہ مغرب سے لے کر عشاء تک مسجد میں اعتکاف کرنے والا اور کسی سے دنیا کی بات نہ کرنے والا اس کے لئے اللہ پاک جنت میں ایک محل بنادے گا، بس مسجد میں رہے، مگر عبادت کرتا رہے، کسی سے باتیں نہ کرے، اور عشاء کے بعد کیا ہی اچھا ہو کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھ لے کہ وہ بھی اسی حدیث سے ثابت ہے، اور اور اس رات میں گناہ سے بچ جائے کہ مغفرت کی رات ہے، اس کے بعد مسجد میں زیادہ اجتماع نہ کرے، نفل عبادت چھپ کر کرنی چاہئے، اس لئے مساجد میں اکھٹے ہو کر عبادت کرنا بھی ثابت نہیں ہے، اس کا گھر میں اہتمام کرنا چاہئے، اور گھروں میں اپنے بچوں کو بٹھانا چاہئے، اور ان کو بھی انعام کی ترغیب دے کر ان سے تسبیحات پڑھانی چاہئیں، سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر، لاالٰہ الّا اللّٰہ، سارے گھر والے بیٹھ جائیں اور سب اپنے ہاتھ میں تسبیح لے لیں، اور بچوں کا انعام مقرر کردیں، جو بچہ ایک تسبیح پڑھے گا اس کو ایک روپیہ انعام ملے گا، جو پچاس پڑھے اس کے پچاس روپے ہوں گے، جو سو

پڑھے گا اس کے سو روپے ہوں گے، اور سچ مچ دے، یہ نہیں کہ دکھانے کی نیت سے کہیں، سچ مچ دینے کی نیت سے کہیں، اور سچ مچ دے بھی دیں اگر وہ پڑھ لیں، اس طریقہ سے ان کو معلوم ہو کہ یہ بابرکت رات ہے، اس میں عبادت کرنی چاہئے۔

۱۵/ شعبان میں دعاؤں کا خوب اہتمام کریں

اور اس رات کا خاص عمل تمام عبادتوں کے بعد یہ ہے کہ گڑگڑا کر دعا، اس لئے کہ اگلے سال کے تمام اہم فیصلے اس مبارک رات میں ہوتے ہیں، یعنی فرشتوں کے حوالے کر دئے جاتے ہیں، اور ادھر دعا کی ترغیب دی گئی ہے، اور دعا وہ مبارک عمل ہے جو خلوص سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ تقدیر بدل دیتے ہیں، تو اگر کچھ تقدیری فیصلہ ہماری قسمت میں وہاں کچھ اور لکھے جاتے ہیں، اور دعا کرنے والا وہ بدلوا سکتا ہے، اس لئے گڑگڑا کر اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے خوب جی بھر کے دعا مانگے، اور آخر میں یہ دو دعائیں مانگنا نہ بھولیں، ایک عافیت کی دعا مانگنا نہ بھولیں، اے اللہ! میرے والدین کو، میرے اہل وعیال کو، سارے احباب کو، پوری امت مسلمہ کو ہر طرح کی عافیت عطا فرما، ہر طرح ہر لمحہ عافیت کی دعا مانگیں، عافیت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔

انتہائی خاص اور جامع دعا

دوسری وہ جامع دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ یوں دعا کریں کہ یا اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کی جتنی بھلائیاں آپ سے مانگیں ہیں ہمیں عطا فرمادے، جو بھی پناہ مانگی ہے یا اللہ! ہم سب کو پناہ دیدیں، اور عشاء کی نماز بھی باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں، اسی طرح فجر کی نماز بھی تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں، ساری رات جاگنا ضروری نہیں ہے، جب تھک جائیں تو سو جائیں لیکن عشاء کی نماز باجماعت پڑھیں۔

ساری رات عبادت سے افضل نماز فجر

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، اور اگر فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، اسی طرح فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے والا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اس پر عمل کرلیں، اس طریقے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس رات کی برکتوں اور رحمتوں سے محرومی نہیں ہوگی، لیکن ان گناہوں سے بطور خاص بچے جو میں نے عرض کئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضائے کاملہ نصیب ہو اور فلاح دارین ہم سب کو نصیب ہو۔

عورتیں ٹخنے چھپا کر رکھیں

یہ ایک پرچہ آیا ہے کہ خواتین اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر کرنے کی عادت

بنائے ہوئیں ہیں، فیشن بنائے ہوئیں ہیں الٹی گنگا بہنے کی بات ہوگئی۔

مردوں کو حکم تھا شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھیں اور عورتوں کو حکم تھا اپنے ٹخنے چھپا کر رکھیں کہ ان کے ٹخنے ستر کے اندر داخل ہیں، انہیں کھولنا نامحرم کے سامنے حرام اور ناجائز ہے، مگر افسوس کہ ایسا فیشن چلا کہ مردوں کے انگوٹھے بھی نظر نہ آئیں، اس کا بوٹ بھی اتنا ہے کہ ٹخنے سے اوپر چلا جائے، موزے کی ایسی سخت پابندی ہے کہ وہ پنڈلی سے اوپر ہوں، اس طریقے سے اس کے جسم کا حصہ نظر نہ آئے، اور جن کو حکم تھا کہ ان کا انگوٹھا بھی نظر نہ آنا چاہئے، جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو موزے پہن کر نکلیں، ان کو (اللہ بچائے، اللہ بچائے) یہ فیشن دیدیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے پورے پیر بھی کھول لئے اور ٹخنے بھی کھول لئے، یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ سخت گناہ ہے اور سخت ناجائز ہے۔

بیان کا خلاصہ

حاصل تو یہ ہے کہ اس رات میں ہم سب گناہوں سے توبہ کرلیں، اور ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرلیں، اور انشاء اللہ اس رات کی برکتوں سے مالا مال ہوجائیں گے۔

دعا

اللهم صلی علی سیدنا و مولانامحمد و علی ال سیدنا و مولانامحمد و بارك و سلم یااللّٰه یا ارحم الرّاحمین یاحی یا قیوم برحمتك استغیث

یا اللہ! ہم سب کی ، ہمارے والدین کی ، ہمارے اہل وعیال کی ، ہمارے سارے اساتذہ کرام کی اور پوری امت مسلمہ کی مغفرت فرمادے، جن گناہوں کا تذکرہ ہوا ان گناہوں سے سچے دل کے ساتھ توبہ کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ جو گناہ ہمارے ماحول اور معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، ہم اس میں مبتلا ہیں، یا اللہ! ہم کو اور ہم سب مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اور اس رات کی برکتوں سے ہم سب کو مالا مال کردے، یا اللہ! ہم کو اس رات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

رمضان المبارک کس طرح گزاریں؟

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۷

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

رمضان المبارک کس طرح گزاریں؟

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ،اَیَّامًا مَعْدُوْدَاتٍ (البقرۃ:) صدق اللّٰہ العظیم۔

رمضان سے فائدہ اٹھائیں

میرے قابل احترام بزرگو! آج میں آپ کی خدمت میں انشاء اللہ رمضان المبارک کے کچھ فضائل اور رمضان المبارک کا دستور بیان کرنا چاہتا ہوں، فضائل اس لئے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے دلوں میں اس مہینے کی عظمت اور اہمیت پیدا ہو، اور ہم دل و جان سے اس مہینے کی قدر کریں، اور اس کے قیمتی لمحات کو ضائع کرنے سے بچیں، اور اللہ پاک نے اس ماہ میں اپنے نیک بندوں کو جن انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے، ہم وہ انعامات حاصل کرسکیں، اور اس ماہ رمضان کی کسی خیر سے محروم نہ رہ جائیں، اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمائے ہوئے بڑے بڑے اجر وثواب کے مستحق نہ ہوسکیں تو کم از کم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا

سے بچنے کی کوشش کرلیں، اور جہنم سے بچنے کی کوشش کرلیں، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرلیں۔

دستور العمل کی ضرورت

اور دستور العمل اس لئے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ اگر ہم اس ماہ رمضان کو اس دستور العمل کے مطابق گزاریں گے تو انشاء اللہ اعلیٰ درجہ بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں گے، کیونکہ جب کسی کام کے کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو اور اس کا دستور العمل بھی معلوم ہو اور آدمی اس کے مطابق عمل کرے تو عموماً کامیاب ہو جاتا ہے، لیکن اگر دستور العمل ہی معلوم نہ ہو تو کس طرح عمل کرے گا؟ اس لئے جس طرح رمضان المبارک کی فضیلت اور اس کی اہمیت کا جاننا ضروری ہے، اسی طرح اس کے گزارنے کا طریقہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔

رمضان کے فضائل پر کتابچے

ویسے تو رمضان المبارک کے فضائل بہت زیادہ ہیں، ان سب فضائل کو جاننے کے لئے میں دو تین کتابوں کا نام بتادیتا ہوں، یہ کتابیں آج ہی خریدلیں، اور رمضان المبارک کے شروع ہونے تک ہم ان کا مطالعہ کرلیں، اور اپنے گھر والوں کو بھی پڑھ کر سنادیں، تاکہ رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے تفصیلی فضائل معلوم ہو جائیں، ان میں سے ایک کتاب تو ''فضائل رمضان'' ہے، جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے، اور ''فضائل اعمال'' کا حصہ بن کر شائع ہو چکی ہے، یہ بڑی جامع کتاب ہے، اس کے علاوہ احقر کے دو رسالے ہیں، ایک ہے ''رمضان المبارک کے فضائل و برکات''

جو '' مکتبہ دارالعلوم کراچی'' نے شائع کیا ہے، اور اردو بازار میں بھی مل جائے گا، ایک اور رسالہ جو اس کا خلاصہ ہے اس کا نام ہے '' رمضان المبارک کے فضائل اور مسائل'' یہ رسالہ '' ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی'' نے شائع کیا ہے، اور ہر جگہ مل جاتا ہے، چونکہ رمضان المبارک میں دن میں روزہ اور رات کو تراویح ہوتی ہے، لہٰذا جن لوگوں پر روزے فرض ہیں، ان کو روزے کے ضروری مسائل جاننا بھی فرض ہے، اور اس کا یہی وقت ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزے کے ضروری مسائل جان لے، اس کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ کن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا و کفارہ واجب ہوتا ہے، اور کن باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن صرف قضا واجب ہوتی ہے، اور کفارہ واجب نہیں ہوتا، اور وہ کون سے باتیں ہیں جن سے روزہ صرف مکروہ ہوتا ہے، ٹوٹتا نہیں ہے، اور کون سی باتیں روزے کی حالت میں جائز اور مباح ہیں، ان تمام باتوں کا بقدر ضرورت جاننا مرد و عورت پر فرض ہے، اس رسالے میں یہ ضروری مسائل تحریر کر دئے ہیں، اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرلیں۔

مسائل تراویح

اسی طرح تراویح کے ضروری مسائل بھی ہمیں معلوم ہونے چاہئیں، چنانچہ اس موضوع پر احقر کا رسالہ '' مسائل تراویح'' کے نام سے ہے، یہ رسالہ صرف قرآن شریف سنانے والوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمان جو تراویح پڑھتے ہیں، ان کو بھی اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہئے، یہ رسالہ ہر جگہ دستیاب ہے، تیسرے یہ کہ رمضان المبارک کے فضائل و برکات بھی معلوم ہونے چاہئیں، وہ بھی ان رسالوں کے پڑھنے سے معلوم ہو جائیں گے، ان فضائل میں سے چند احادیث کا

خلاصہ میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں، تا کہ اس مہینے کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو، اور اللہ تعالیٰ ہمیں دل و جان سے اس ماہ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رمضان کی پہلی رات

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور اخیر رمضان تک پھر کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے، اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، بندوں کو مغفرت کے پروانے دیے جاتے ہیں، اور بندوں کے اعمال صالحہ کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبول سے بخشا جاتا ہے، اور جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے اور کوئی بندہ اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نماز کے ہر سجدے کے بدلے ڈیڑھ ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک محل تیار کردیتے ہیں، جس کے سات ہزار دروازے ہوں گے، اور ہر دروازے کے اندر سونے کا ایک محل ہوگا، جو سرخ رنگ کے یاقوت سے آراستہ ہوگا، اور جب کوئی شخص رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اس کے تمام سابقہ صغیرہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، البتہ گناہ کبیرہ کے لئے توبہ کرنا ضروری ہے، اور توبہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، آج ہی ہمیں اپنے گناہوں سے توبہ کرلینی چاہئے، اور روزہ دار کے لئے روزانہ صبح سے لے کر شام تک ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، ان فرشتوں کی یہی ڈیوٹی ہوگی کہ وہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے، اور فرشتے تو معصوم ہیں

ان کی دعا تو مقبول ہی مقبول ہے، اور ان کی دعائیں روزہ داروں کے درجات کی بلندی کا باعث ہوں گی۔

رمضان میں ایک سجدہ

نیز یہ کہ رمضان المبارک میں رات میں یا دن میں کوئی بندہ نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدے میں جنت کے اندر ایک ایسا درخت لگا دیں گے کہ اگر ایک سوار اس درخت کے نیچے سے گزرے گا تو پانچ سو سال تک وہ سوار اس درخت کے نیچے مسافت طے کرے گا، تو اس درخت کا سایہ ختم ہوگا، ایک طرف تو پانچ سو سال کی مدت کتنی طویل ہے، دوسری طرف گھڑ سوار جو تیزی سے سفر کرتے ہوئے گزرے گا۔ اتنے عظیم الشان درخت ہر سجدے کے بدلے اس نمازی کو ملیں گے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جو جنت ایسے محلات اور ایسے درختوں پر مشتمل ہوگی تو وہ جنت کتنی بڑی ہوگی؟

گناہوں سے بچیں اور توبہ کریں

ان فضائل کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ابھی سے رمضان المبارک کے لئے تیار ہو جائیں، اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلیں، اور تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام ابھی سے شروع کردیں، اپنی آنکھوں کو اپنے کانوں کو، اپنی زبان کو، اپنے ہاتھوں اور پیروں کو، اپنے دل ودماغ کو، اپنے ظاہر وباطن کو تمام گناہوں سے بچانے کی کوشش شروع کردیں، تاکہ جب رمضان المبارک شروع ہو تو ابتداء ہی میں ہماری بخشش ہوجائے، اور یہ عظیم الشان اجر وثواب اللہ کے فضل وکرم سے ہم کو نصیب ہوجائے۔

جنت کا سجایا جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رمضان شریف کے لئے جنت شروع سال سے لے کر آخر سال تک سجائی جاتی ہے، سجانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان سیزن کے موقع پر اپنی دکان کو سجاتا ہے، اور اپنے مال کو صاف کر کے بنا کر سنوار کر سجاتا ہے، تاکہ خریدار پسند کر کے اس کا مال خرید لیں، اسی طرح رمضان المبارک آخرت کا سیزن ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے جنت کو آراستہ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے یہ جنت اپنے بندوں کو عطا کرنے کے لئے پیدا فرمائی ہے، اور جہنم اس لئے پیدا فرمائی ہے تاکہ بندے اپنے آپ کو اس سے بچانے کا بندوبست کریں، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ اس کے بندے جہنم میں جائیں، جو جاتے ہیں وہ اپنے عمل اور اختیار سے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ پھر بھی درگزر سے کام لیتے ہیں۔ بہرحال! جہنم اس لئے نہیں بنائی کہ اس کے بندے اس میں جائیں بلکہ اس لئے بنائی ہے تاکہ بندے اس کی نافرمانی سے بچیں، اور اس کی ناراضگی سے ڈریں، اور جہنم سے اپنے کو بچانے کی کوشش کریں، اور جنت اس لئے بنائی ہے تاکہ بندے اعمال صالحہ کے ذریعہ اس میں داخل ہوسکیں۔

جنت کی درخواست اور محلات

جب رمضان شریف شروع ہوتا ہے تو اس وقت جنت عرض کرتی ہے کہ یا اللہ! اپنے بندوں میں سے کچھ بندے میرے اندر رہنے کے لئے مقرر کر دیجئے، جو اعمال صالحہ کر کے میرے اندر داخل ہوسکیں، اور جنت میں جو حوریں ہیں وہ بھی

اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی ہیں کہ یااللہ! اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو ہمارا خاوند بنادیجئے، اس کے بعد حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے رمضان کے مہینے میں اپنے نفس کی گناہوں سے حفاظت کی اور کوئی نشہ والی چیز نہیں پی اور نہ کسی پر کوئی بہتان یا الزام لگایا، اور نہ کوئی گناہ کبیرہ کیا، اس حدیث میں تین گناہوں کو خاص طور پر بیان فرمایا ایک یہ کہ کوئی نشہ والی چیز نہیں پی اس لئے کہ ہر نشہ والی چیز کا پینا گناہ اور ناجائز ہے، شراب نوشی حرام ہے، دوسرے یہ کہ کسی پر الزام لگانا، تہمت لگانا، بہتان باندھنا بھی حرام اور ناجائز ہے، تیسرے کبیرہ گناہ، اس لئے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب حرام اور ناجائز ہے، اگر کسی نے ان سب گناہوں سے اپنی حفاظت کرلی اور اگر غلطی سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو فوراً توبہ کرلی تو اس کو وہی ثواب ملے گا جس کا بیان آگے آرہا ہے، تو اللہ تعالیٰ رمضان شریف کی ہر رات میں سو حوریں اس کے نکاح میں دیں گے، اور اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سونے چاندی یاقوت اور زمرد سے مرکب ایک محل بنائیں گے، اس محل کی لمبائی چوڑائی کا یہ عالم ہوگا کہ پوری دنیا اس محل کے اندر بکریوں کے باڑے کے برابر ہوگی، وہ محل اتنا وسیع وعریض ہوگا۔

رمضان میں احتیاط کریں

اور جس شخص نے اس مہینے میں کوئی نشہ والی چیز پی لی یا کسی شخص پر کوئی بہتان اور تہمت لگائی یا کوئی گناہ کبیرہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے ایک سال کے نیک اعمال کا ثواب ختم کردیں گے، اس لئے فرمایا کہ رمضان شریف میں بے احتیاطی سے بچو، اور اپنے نفس کی پوری پوری حفاظت کرو، اور اس نفس سے محتاط اور چوکنے رہو، تاکہ یہ نفس تم سے کوئی گناہ نہ کرالے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سال کے اندر ۱۲

مہینے رکھے ہیں جس میں سے ۱۱ مہینے ہمارے لئے ہیں، جس میں کماؤ، کھاؤ، پیو لیکن ایک مہینہ خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہے، اس مہینے میں حد سے آگے نہ بڑھو، اور بے احتیاطی نہ کرو۔

نافرمانیوں سے بچیں

بہر حال؛ میرے بزرگو! جہاں اس ماہ مبارک میں بے پناہ اجر وثواب کے وعدے ہیں اور ان کے اعلانات ہیں جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، جہنم کے دروازے بند ہیں، آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہو رہا ہے، رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے، مغفرتوں کے پروانے دیے جارہے ہیں، مگر یہ سب اسی وقت ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کی بھی پوری کوشش کرتے رہیں، یہ نہ ہو کہ دیدہ و دانستہ، کھلم کھلا، بے خوف وخطر گناہ کبیرہ کے اندر مبتلا رہیں، ایسی صورت میں تو اجر وثواب ملنے کے بجائے خطرہ یہ ہے کہ کہیں گذشتہ ایک سال کی نیکیاں بھی ڈوب جائیں، اور ایک سال کی محنت پر پانی پھر جائے، اس کا بہت خطرہ ہے، اس لئے یہ حدیث بہت اہتمام سے یاد رکھنے کی ضرورت ہے، جس میں دونوں پہلو بیان کر دیے گئے ہیں کہ جو شخص اس ماہ مبارک میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا تو اس کو بڑے اجر وثواب ملنے کی امید ہے۔

ورنہ روزہ اور تراویح سے کچھ حاصل نہیں ہوگا

خدانخواستہ اگر کسی شخص کا رمضان المبارک میں بھی وہی حال رہا جو رمضان سے پہلے تھا، رمضان سے پہلے وہ جن گناہوں میں مبتلا تھا، اب بھی ان گناہوں کے

اندر مبتلا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض روزہ دار ایسے ہوں گے کہ ان کو روزے میں سوائے بھوکا رہنے کی تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوگا، اور اسی طرح تراویح کے بارے میں فرمایا کہ بہت سے تراویح میں قیام کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اس تراویح کے اندر سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، ویسے تو تراویح پڑھنے سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے، تراویح میں قرآن کریم کی مکمل تلاوت ہوتی ہے، لہٰذا قرآن کریم کے سننے اور پڑھنے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، اور ایک ایک حرف پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، لیکن جس شخص نے تراویح کو صحیح طریقہ سے نہیں پڑھا وہ اس فضیلت سے نیکیوں سے محروم رہ گیا۔

ایسی مسجد کا انتخاب کریں

اس لئے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ تراویح کے لئے آپ ایسی مسجد کا انتخاب کریں جس میں حافظ صاحب قرآن کریم آہستہ آہستہ آرام کے ساتھ تلاوت کریں، اور کسی ایسی مسجد میں ہرگز نہ جائیں جس میں قرآن کریم غلط طریقے سے پڑھا جاتا ہے، اور اتنی تیزی سے پڑھا جاتا ہو کہ اس کے نتیجے میں حروف کٹتے ہوں، یا حروف اپنے مخارج سے ادا نہ ہوتے ہوں، اور یعلمون اور تعلمون کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہ آتا ہو، اور رکوع سجدہ میں اٹھک بیٹھک ہوتی ہو، تو ایسی تراویح تباہی اور بربادی کا باعث ہے، ایسی مسجد میں جا کر ہم اپنی تراویح کو تباہ اور برباد نہ کریں، اور ۱۵، ۲۰ منٹ جلدی فارغ ہونے کی کوشش میں اپنی تراویح کو خراب نہ کریں، اگر تراویح میں کچھ دیر لگ گئی تو وہ وقت اللہ کی عبادت ہی میں گزرا، جبکہ ہمارا مقصود ہی یہ ہے کہ ہمارا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں گزرے۔

تراویح مغفرت کا ذریعہ

یہ تراویح تو اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہماری مغفرت ہو جائے، چنانچہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ یعنی جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تراویح ادا کی تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ روزانہ تراویح کے ذریعہ یہ مغفرت کا پروانہ ملے گا، اور اس پر جو اجر و ثواب ہے وہ اس کے علاوہ ہے، جیسا کہ ابھی عرض کیا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم تراویح پڑھنے کے لئے اچھی جگہ کا انتخاب کریں، جہاں ہماری تراویح اطمینان اور سکون سے ادا ہو، اور تلاوت کلام پاک بھی صحیح اور ٹھیک ہو۔

اگر روزے کا ثواب معلوم ہو جائے تو!

اکثر احادیث میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ روزے کا کیا ثواب ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی آخرت میں روزے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ لیکن بعض احادیث میں روزے کا کچھ ثواب بھی بیان کیا گیا ہے، وہ درحقیقت روزے کے اصل ثواب کی ایک جھلک ہے، ورنہ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ روزہ رکھنے پر اپنے بندوں کو کیا کیا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے، چنانچہ ابو مسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رمضان شریف کا چاند نظر آنے پر میں نے رحمت کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان شریف کی کیا حقیقت ہے تو میری امت یہ تمنا کرتی کہ سارے سال ہی رمضان شریف ہوتا۔ یعنی رمضان

شریف میں اللہ تعالیٰ جو بے پناہ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں اگر وہ پورا میری امت کو معلوم ہو جاتا تو وہ یہ تمنا کرتے کہ ایک ماہ کے لئے نہیں تین ماہ کے لئے نہیں چھ ماہ کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ پورے سال ہی رمضان المبارک رہتا۔

دنیا کمانے کے سیزن میں تمنا

دیکھئے! جب دنیا میں کسی کاروبار میں سیزن میں دس بیس گناہ نفع ہو جاتا ہے تو پھر آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! یہ سیزن تین ماہ کے بجائے آٹھ ماہ کا ہو جاتا، حالانکہ اس دنیا کی کوئی حقیقت نہیں لیکن اس پر بھی آدمی کو یہ آرزو ہونے لگتی ہے اور آخرت کے اجر و ثواب کی تو کوئی انتہا ہی نہیں، بلا شبہ انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ پورے سال رمضان کا مہینہ رہتا۔

جنت اور اس کی حوروں کی درخواست

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو اس وقت قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص کھڑا ہوا، اور اس نے سوال کیا، حضور! پھر آپ ہی بتائیں کہ رمضان شریف کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جنت کو شروع سال سے لے کر اخیر سال تک رمضان المبارک کے لئے سجایا جاتا ہے، اور جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش الٰہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کے نتیجے میں جنت کے درختوں کے پتے ہلنے لگتے ہیں، اور اس وقت جنت عرض کرتی ہے کہ یا اللہ! اپنے بندوں میں سے کچھ بندے میرے اندر رہنے کے لئے داخل فرمادیں، اور جنت میں جو حوریں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہیں کہ اے پروردگار عالم! اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو ہمارا خاوند بنا دیجئے،

تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، اور ہم ان کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

جنت کی حور سے نکاح

اس کے بعد جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور وہ دروازے پورے مہینے کھلے رہتے ہیں، کوئی دروازہ آخر رمضان تک بند نہیں کیا جاتا، اور جب روزہ دار روزہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی حور سے اس روزہ دار کا نکاح کر دیتے ہیں جو ایک ہی موتی سے بنے ہوئے قبے کے اندر رہتی ہے، اور بطور دلیل کے آپ نے یہ آیت تلاوت کی: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (الرحمٰن)

جنت کی حور کی کیفیت

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی عورتوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے ہر عورت کے جسم پر ستر قسم کا لباس ہوگا، اور ہر لباس کا رنگ دوسرے لباس سے علیحدہ ہوگا، اور لباس بہت باریک اور لطیف ہوگا، ان کو ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی، اور ہر خوشبو کی بو دوسرے سے جدا ہوگی، اور ہر خوشبو علیحدہ محسوس ہوگی، ایسا نہیں ہوگا کہ ایک ہی مرکب خوشبو محسوس ہو، اور جنت کی ان عورتوں کے لئے ستر ہزار نوکرانیاں اور ستر ہزار خادم ہوں گے، اور ہر خادم کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا، جس میں ستر قسم کا کھانا ہوگا، اور ہر کھانے کے آخری لقمہ کی لذت پہلے لقمہ سے کہیں زیادہ ہوگی، دنیا کے معاملے سے بالکل برعکس ہوگا، اس لئے کہ دنیا میں لذیذ کھانے کا یہ حال ہے کہ پہلا

لقمہ زیادہ لذیذ ہوتا ہے، اور بعد کے لقموں میں لذت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اور جب پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر اس کھانے کو دیکھنے کا بھی جی نہیں چاہتا، اور پھر زبردستی بھی کوئی کھلانا چاہے تو آدمی کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، لیکن جنت کے کھانے کا یہ حال ہوگا کہ اس کی لذت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اور نہ اس کو کھانے سے گرانی ہوگی، اور نہ ہی بدہضمی ہوگی، پورا کا پورا کھانا جزو بدن بن جائے گا۔

حوروں کا جہیز

اور جنت کی عورتوں کے لئے سرخ یاقوت کے تخت ہوں گے، جن پر ستر گدے ہوں گے، اور ان کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے، اور یہ گویا کہ ان عورتوں کا جہیز ہوگا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے شوہروں کو بھی عطا فرمائیں گے، وہ شوہر سرخ یاقوت کے تخت پر بیٹھے ہوں گے، اور ان کے ہاتھوں میں دو کنگن ہوں گے۔ دنیا میں تو مردوں کے لئے کنگن پہننا حرام ہے لیکن جنت میں ان کے لئے یہ حلال ہو جائیں گے۔

جنت کے محلات اور دنیاوی بیویاں

پھر فرمایا کہ یہ سب کچھ رمضان شریف کے ایک روزے کا بدلہ ہے، اب جو چاہے رکھے، اور ہر روزے کا یہ بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملے گا۔ اور دنیا کی عورتیں جنت میں مثل ''ملکہ'' کے ہوں گی، اور جنت کی حوریں نوکرانیوں کے درجے میں ہوں گی، اور شوہر اپنی جنت کے حصے میں مثل ''بادشاہ'' کے ہوگا، اور بااختیار ہوگا، اور جنت کے محلات اتنے بڑے اور وسیع و عریض ہوں گے کہ ان محلات میں ہر جگہ اس کے اہل و عیال آباد ہوں گے، اور وہ جنتی جنت میں جہاں

جائے گا وہ گھر میں ہی جائے گا، وہ کسی مسافر خانے میں نہیں ٹھہرے گا۔ تو بھائی جب ایک روزے کا یہ ثواب ہے تو تیس روزوں کا کتنا اجر وثواب ہوگا۔

یہ بدلہ کس روزہ پر ملے گا؟

لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہ اجر وثواب روزے پر اس وقت ملے گا جب پیٹ کے علاوہ باقی دوسرے اعضاء کا بھی روزہ ہو، چنانچہ پیٹ کے روزے کے ساتھ آنکھوں کا روزہ بھی ہو، کانوں کا روزہ بھی ہو، زبان کا روزہ بھی ہو، دل ودماغ کا روزہ بھی ہو، اعضاء وجوارح کا روزہ ہو، اس لئے کہ روزہ کی حالت میں جس طرح کھانا اور پینا حرام ہے، اسی طرح روزہ کی حالت میں غیبت بھی حرام ہے، جھوٹ بھی حرام ہے، بدنگاہی بھی حرام ہے، گانا سننا بھی حرام ہے، کسی کو ناحق مارنا اور اس پر ظلم وزیادتی کرنا، اور ایذاء تکلیف دینا بھی حرام ہے، جب روزہ دار ان سب باتوں سے پرہیز کرے گا تو انشاء اللہ اس کے روزے بھی بے پناہ اجر وثواب کے باعث ہوں گے، اور اس کے علاوہ جو نیک اعمال کرے گا ان پر بھی انشاء اللہ اس کو بے پناہ اجر وثواب ملے گا۔

پہلے سچی توبہ کرلیں

بہر حال! رمضان المبارک گزارنے کا مختصر دستور العمل یہ ہے کہ رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کرلیں، اور ہر نماز کے بعد اور صبح شام اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہیں، بالخصوص رمضان شروع ہونے کے بعد تو گناہوں سے ہم کوسوں دور رہیں، اور اگر غلطی ہو جائے تو فوراً اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کرلیں، پورے رمضان میں یہ معمول جاری رہے۔

نمازیں ادا کرنے کا اہتمام کریں

رمضان المبارک میں مرد تمام نمازیں مسجد میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں، خواتین گھروں میں تمام نمازیں اذان ہوتے ہی اول وقت میں ادا کرنے کی عادت ڈالیں، بعض خواتین فجر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرتی ہیں، بعض خواتین عشاء کی نماز کو تاخیر کر کے رات کو ۱۲ بجے ادا کرتی ہیں، ایسا ہرگز نہ کریں۔ اگر کسی کو شرعی عذر ہو، یا بیماری ہو، یا کمزوری ہو تو پھر تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، ورنہ ہر نماز اول وقت میں ادا کریں، اور عشاء کی نماز ۱۲ بجے کے بعد پڑھنا مکروہ ہے، اس کا مستحب وقت نکل جاتا ہے، لہٰذا اس کی کوشش کریں کہ ۱۲ بجے سے پہلے پہلے پڑھ لیں، لیکن رمضان شریف میں خواتین کا عام معمول یہ ہونا چاہئے کہ عشاء کی اذان ہوتے ہی اول وقت میں پہلے فرائض ادا کرلیں، اور پھر سنتیں ادا کرنے کے بعد تراویح پڑھ کے فارغ ہوجائیں۔

نوافل اور معمولات کی پابندی کریں

اور صبح و شام کے معمولات اذکار، تسبیحات پابندی سے ادا کریں، اس کے علاوہ نوافل کو بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کریں، جیسے اشراق، چاشت، اوّابین، قیام اللیل، سنن اول، تہجد، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، اس کے علاوہ جتنی سنن غیر مؤکدہ ہیں، سب کو اہتمام کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ ادا کریں، کیونکہ رمضان شریف کا ہر سجدہ اور ہر رکعت بڑی قیمتی ہے، اس لئے کہ نفل فرضوں کے برابر ہیں، اور فرض ستر فرضوں کے برابر ہیں، اور وہ ثواب علیحدہ ہے جو ابھی میں نے آپ کے سامنے

عرض کیا۔

اور قرآن شریف کی تلاوت جتنی زیادہ سے زیادہ ہو سکے، رمضان المبارک میں خصوصی طور پر اس کا معمول بنانے کی ضرورت ہے، تمام دنوں میں اگر ہم روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں تو رمضان شریف میں ۴، ۵ پاروں کی تلاوت کا معمول بنائیں، اور اگر چہ مختلف اوقات میں ہو، مثلاً ایک پارہ فجر کے بعد تلاوت کریں، ایک پارہ ظہر کے بعد تلاوت کریں، ایک پارہ عصر کے بعد وغیرہ، راتیں لمبی ہیں، تراویح کے بعد اگر موقع ہو تو ایک پارہ تلاوت سونے سے پہلے کرلیں۔ بہرحال! رمضان شریف میں تلاوت کلام پاک کا زیادہ سے زیادہ معمول بنائیں۔

چار باتوں کا معمول بنالیں

اور چار باتیں حدیث شریف سے ثابت ہیں، جو رمضان شریف کے خصوصی معمولات ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کثرت سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور استغفار کثرت سے کریں

(۲) دوسرے کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' کی کثرت کریں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اس کلمے کو پڑھتے رہیں، اس کے لئے آسان ترکیب یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت معمول بنائے کہ ستر ہزار مرتبہ یہ کلمہ پڑھنا ہے، اور ایک سو مرتبہ کے بعد ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھ لیا کریں، اس کے نتیجے میں خاص فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پورے مہینے میں ستر ہزار مرتبہ پڑھنا کیا مشکل ہے، مزید وقت مل جائے تو اپنے والدین میں سے ہر ایک کے لئے ستر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں، اور موقع ملے تو اپنی اولاد کے لئے بھی پڑھ لیں، اور ان کو بخش دیں۔

(۳)(۴) تیسرے یہ کہ ہر نماز کے بعد اور افطار کے وقت اور تہجد کے وقت اور چلتے پھرتے دو دعائیں اللہ تعالیٰ سے بطور خاص اپنے لئے بھی کریں، اور اپنے والدین کے لئے، اپنے اہل وعیال کے لئے، اور تمام مسلمانوں کے لئے کریں، ایک یہ کہ یا اللہ! ہم سب کو اپنی رضا اور جنت عطا فرما، اور دوسرے یہ کہ ہم سب کو اپنی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ عطا فرما۔ بس یہ مہینہ خاص طور پر ان چار کاموں کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں جنت دینا چاہتے ہیں اور دوزخ سے بری کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا جو شخص گڑگڑا کر عرض کرے گا وہ ضرور جنت کا مستحق ہو جائے گا، اور جہنم سے بری ہو جائے گا، اس لئے ان دعاؤں کو نہ بھولیں، اور ساتھ میں یہ دعا بھی کریں کہ یا اللہ! ہم سے حساب اور باز پرس نہ فرمایئے گا، اور بغیر حساب وکتاب کے جن ہزاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جنت میں داخل فرمائیں گے، یا اللہ! ہمیں ان میں شامل کر دیجئے گا۔

درس قرآن کریم میں شمولیت

اس کے علاوہ یہ معمول بنائیں کہ جہاں کہیں معتبر اور مستند درس قرآن ہوتا ہو، وہاں ضرور شامل ہو جایا کریں، جیسے ہمارے جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کا نادر اور اصلاحی بیان روزانہ ظہر کی نماز کے بعد ہوتا ہے، آپ میں سے جو لوگ وہاں آسکیں تو وہاں حاضر ہو جایا کریں، ورنہ شہر میں جہاں کہیں درس قرآن ہوتا ہو، وہاں پر اپنی اصلاح کی غرض سے حاضر ہو جایا کریں۔ اسی طرح افطاری کا وقت اور سحری کا وقت ضائع ہونے سے بچائیں، اور دنیا کی مصروفیات رمضان المبارک میں جتنی کم کر سکتے ہوں ان کو کم کر دیں، اور آخرت کی تیاری میں لگ جائیں، اس طریقے سے گناہوں سے بچتے ہوئے اگر ہم رمضان

المبارک گزاریں گے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے جن فضیلتوں اور برکتوں اور اجر وثواب کے وعدے فرمائے ہیں، وہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو عطا فرمائیں گے، اور ضرور انشاء اللہ ہم سب کی بخشش ہوگی، اور مغفرت ہوگی، اور دوزخ کے عذاب سے نجات نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان معمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور رمضان کی تمام خیر وبرکت ہم سب کو عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر : ۷

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔ (سورۃ الفجر: ۱، ۵)

دس ایام

میرے قابل احترام بزرگو! آج ذی الحجہ کا پہلا دن ہے، اور ذی الحجہ کے شروع کے دس دن بڑے مبارک دن ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی بڑی عظمت اور بڑی قدر ہے، اور ان دنوں میں کیا ہوا نیک عمل اور کی ہوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی مقبول، محبوب اور پسندیدہ ہے، ایسے مبارک دن رات اللہ تعالیٰ

۔نے ہمیں اپنے فضل سے نصیب فرمائے ہیں، اب ہمیں چاہیے کہ ہم ان مبارک دنوں اور راتوں کی قدر کریں، اور ان دنوں اور راتوں کو اللہ کی یاد میں، اس کی عبادت اور اس کی اطاعت میں لگائیں، اور ان دنوں میں گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کریں، احادیث طیبہ میں ان دنوں کی خاص خاص فضیلت آئی ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم ان فضیلتوں کو سنیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔

ان ایام میں کی ہوئی عبادت کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جہاد بھی ان ایام کے عمل کے برابر نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جہاد بھی ان ایام میں کئے ہوئے عمل کے برابر نہیں، مگر ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور اپنا مال دونوں لے کر اللہ کے راستے میں نکلا، اور پھر ان میں سے کوئی چیز بھی بچا کر واپس نہیں لایا۔ یعنی جان اور مال دونوں اللہ کے راستے میں قربان کردیے، اور شہید ہوگیا تو اس شخص کا یہ عمل ان ایام میں کیے ہوئے عمل کے برابر ہوسکتا ہے، ورنہ کوئی عمل ان ایام میں کئے ہوئے عمل کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث کے اعتبار سے ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں پڑھی ہوئی نمازیں ان دنوں کی نمازوں کے برابر نہیں ہوسکتیں، ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں رکھے ہوئے روزے ان دس دنوں میں رکھے ہوئے روزوں کے برابر نہیں ہوسکتے، اسی طرح زکوٰۃ، خیرات، صدقہ، تسبیحات، درود شریف اور تلاوت قرآن

کریم اور جو بھی نفلی اعمال ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں کیے جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے محبوب اور پسندیدہ نہیں جتنے وہ نیک اعمال اور نفلی عبادات پسندیدہ ہیں، جو ان دس دنوں میں کئے ہیں۔

وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا

اور جب عمل محبوب ہوگا تو عمل کرنے والا بھی محبوب ہوگا، لہٰذا جو شخص ان دس دنوں میں زیادہ نیک اعمال کی طرف متوجہ ہوگا، فرائض و واجبات کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دے گا، اور زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی کوشش اور اہتمام کرے گا، وہ تھوڑے عمل کے نتیجے میں اللہ کا محبوب اور مقرب بن جائے گا، اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ ان دس دنوں کا بہت ہی اہتمام کریں، اور ان دنوں کو زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں، اور نیک کاموں کے انجام دینے میں، فرائض و واجبات کو ادا کرنے میں گزاریں، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایام غفلت اور لاپرواہی میں اور سستی میں ضائع ہو جائیں۔

نماز باجماعت کا اہتمام

جس میں سے ایک یہ ہے کہ تمام نمازیں باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کرنے کا اہتمام کریں، اگر آج سے پہلے کوتاہی ہوتی تھی تو اب کوتاہی نہ ہو، اور خواتین گھر میں تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کریں، اور جتنی نفل عبادات جو عام دنوں میں آپ کے معمولات کے اندر داخل ہیں، ان دس دنوں میں بھی ان کو اپنے معمول کے اندر داخل کر دیں، اور ان کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، تسبیحات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام

اور سب سے قابل توجہ چیز ہمارے گناہ ہیں، اور اصل بیماری ہمارے اندر یہی ہے کہ عبادت تو کچھ نہ کچھ اللہ کے فضل سے کر ہی لیتے ہیں، لیکن گناہوں سے بچنے اور ان کو چھوڑنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی، گناہوں کو چھوڑنے والے بہت کم لوگ ہیں، اور زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ گناہوں کو سب سے پہلے چھوڑنے کی کوشش کی جائے، اور کم از کم وہ بڑے بڑے گناہ جن کے بارے میں ہم بار بار سنتے رہتے ہیں، اور جن کے بارے میں ہمیں علم حاصل ہو چکا ہے، تو اب علم ہونے کے باوجود اس کے اندر مبتلا رہنا یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔

دو بڑے گناہوں سے بچئے

مثلاً ڈاڑھی منڈوانے کا گناہ ہے، بار بار اس کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، اور ناجائز ہے، اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہر وقت گناہ کے اندر ڈوبا رہتا ہے، ایسے خطرناک، سنگین اور ہمہ وقت ہونے والے گناہ سے تو فوراً طور پر آدمی کو بچنے کی فکر ہونی چاہئے۔ اسی طرح شلوار اور پائجامہ کو ٹخنے سے نیچے رکھنے کا گناہ، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جس کے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اور احادیث میں اس پر بڑی سخت وعید آئی ہیں، کہ جو شخص اپنی شلوار یا پائجامہ ٹخنے سے نیچے رکھے گا، اس کا ٹخنہ جہنم کی آگ میں جلے گا، اور جہنم کی آگ کوئی معمولی آگ نہیں ہے، اس کے باوجود اس گناہ کے اندر مبتلا رہنا بڑی دلیری کی بات ہے، بس یہ ایک بدترین اور دشمن ترین قوم کا فیشن ہے، جو مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں، یعنی انگریزوں کا فیشن ہے، جو ہمارے دشمن، ہمارے دین کے دشمن، ہمارے ملک کے دشمن ہیں، ایسے دشمن کا ہم طور طریقہ اختیار کرلیں، اور پھر اس میں ہم اپنی عزت

سمجھیں، اور شلوار کو ٹخنوں سے اوپر کرنے کو اپنے لئے باعث عار سمجھیں، باعث شرم سمجھیں، یہ بڑی تباہی کی بات ہے، اور اس گناہ سے بچنا کوئی مشکل بھی نہیں، بہت آسانی سے بچ سکتے ہیں۔

خواتین بے پردگی کے گناہ سے بچیں

اسی طرح خواتین کا بے پردہ باہر نکلنا، یہ گناہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے، اب شرعی پردہ کرنے والی خواتین دنیا میں چند گنی چنی نظر آئیں گی، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک ہزار میں ایک عورت ایسی ہے جو شرعی پردہ کرتی ہے، ایک لاکھ میں بھی ایک عورت مل جائے تو یہ بھی مشکل ہے، لاکھوں میں کوئی عورت ایسی ہوگی جو واقعی شرعی پردہ کرتی ہوگی، کیونکہ گھر کے اندر بھی تو شرعی پردہ کے احکام ہیں، گھر کے اندر بھی تو نامحرم مرد رہتے ہیں، جیسے دیور ہے، جیٹھ ہے، اور دوسرے رشتے کے بھائی ہیں، وہ کثرت سے گھر کے اندر آتے رہتے ہیں، ان سے پردہ کرنے والی خواتین کہاں ہیں؟ الّا ماشاء اللہ، اگر کچھ خواتین پردہ کرتی بھی ہیں تو وہ گھر سے باہر پردہ کرتی ہیں، اس کے اندر بھی اکثر کا حال تو یہ ہے کہ ان کا پردہ برائے نام ہوتا ہے، شرعی پردہ نہیں ہوتا، حالانکہ شرعی پردہ فرض ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں، اسی طرح نامحرم مردوں سے شرعی پردہ بھی فرض ہے، اور بے پردگی حرام اور ناجائز ہے۔

بے پردہ عورت پر اللہ کی لعنت

جس طرح داڑھی منڈوانا حرام اور ناجائز ہے، اسی طرح بے پردہ رہنا حرام ہے، جس طرح سود لینا، رشوت لینا، جھوٹ بولنا اور شراب پینا حرام ہے، اسی طرح نامحرم مردوں کے سامنے آجانا، خواہ گھر کے اندر ہو، خواہ گھر کے باہر ہو، یہ بھی

حرام اور نا جائز ہے، اور جتنی دیر عورت نامحرم کے سامنے بے پردہ رہے گی، اتنی دیر دیر وہ عورت برابر بے پردگی کے گناہ کے اندر مبتلا رہے گی، اور بے پردہ عورت پر خدا کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے، اور ان کے لئے جہنم کے عذاب کی وعیدیں احادیث میں موجود ہیں، لہٰذا خواتین اس گناہ سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔

گانے سننے اور آلات موسیقی کا استعمال

اسی طرح گانا سننا اور سنانا، اس کے حرام اور نا جائز ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن آج ہر گھر، ہر گلی، ہر محلہ گانے باجے سے بھرے ہوئے ہیں اور ٹی وی، وی سی آر کی لعنت نے ہر گھر کو سینما بنایا ہوا ہے، گانا گانا الگ گناہ ہے، اور اس کے ساتھ آلات موسیقی کا استعمال الگ گناہ ہے، اور پھر اس میں نامحرم مردوں اور عورتوں کا اختلاط الگ گناہ ہے، لیکن آج لوگ بے پردگی، بے حجابی اور بے شرمی میں آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اور گانے سننے سنانے میں آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، چنانچہ پہلے ہمارے معاشرے میں پہلے سینما آیا، اس کے بعد ریڈیو آیا، پھر ٹی وی آیا، پھر وی سی آر آیا، پھر ڈش آگئی، پھر کیبل آیا، اور اب انٹرنیٹ آگیا، اب پوری دنیا کی ننگی فلمیں انٹرنیٹ پر دیکھی جا رہی ہیں، اور مسلمان مرد عورت، ماں باپ، بیوی بچے سب ایک جگہ بیٹھ کر دیکھ رہے ہیں، یہ کتنا سنگین گناہ ہے، اور یہ گناہ بھی بے پردگی کی طرح عالمگیر گناہ ہے۔

اصل کام گناہ چھوڑنا ہے

ہم لوگ عبادت تو تھوڑی بہت کر لیتے ہیں، لیکن ہماری اصل بیماری جو ہے یعنی ان گناہوں سے بچنا، اس کی طرف توجہ نہیں دیتے، اور یاد رکھئے! جب تک ہم ان کبیرہ گناہوں سے نہیں بچیں گے اور جب تک ان سے توبہ نہیں کریں گے، اس

وقت تک نہ ہمارا ایمان مکمل ہوگا، نہ ہماری اصلاح ہوسکتی ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوسکتی ہے، جو عبادت کریں گے اس کا ثواب ملنے کی تو انشاء اللہ امید ہے، لیکن گناہوں کے چھوڑے بغیر کبھی بھی ہماری زندگی میں تبدیلی نہیں آسکتی، اور ہم یہ جو چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی واقعۃً مکمل طور پر مسلمان کی سی زندگی ہو، ہمارا ایمان مکمل ہو، جس کے نتیجے میں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہم پر برسیں، اور عافیت اور سلامتی نصیب ہو، اور خاتمہ ایمان پر ہو، اور آخرت میں بھی ہم قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں ہم فرائض و واجبات ادا کریں، وہاں مندجہ بالا گناہوں سے بھی بہت اہتمام سے بچیں، اگر گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کریں، اور ان گناہوں سے بچنے کی کوشش جاری رکھیں۔

اصل بیماری اور اس کا علاج

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تمہاری اصل بیماری کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ضرور بتایئے! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اصل بیماری تمہارے گناہ ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہاری بیماری کا علاج نہ بتاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ بتلا دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا علاج توبہ اور استغفار ہے، او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام...

بہر حال! یہ دس دن اس لئے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کریں، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں، تو پھر ان دنوں کی برکات خوب حاصل ہوں گی، پھر

انشاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ حاصل ہوگا۔

ان ایام میں چار کلمات کی کثرت

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا دن کوئی نہیں، اور ان دنوں کے عمل کے عمل کے مقابلے میں کسی اور دن کیا ہوا عمل اتنا محبوب نہیں۔ لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح اور تحمید کثرت سے کیا کرو، لہٰذا ان دنوں میں سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی کثرت کرنی چاہئے، کیونکہ جتنے بھی ایسے کلمات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جاتی ہے، ان سب کے سردار یہ چار کلمات ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) اللہ اکبر (۴) لا الہ الا اللہ۔ لہٰذا یہ ایام بھی سب سے زیادہ عظمت والے اور ان ایام میں کیا ہوا عمل بھی سب سے زیادہ عظمت والا ہے، اور یہ چار کلمات تمام کلمات کے سردار ہیں، اور عظمت والے ہیں، لہٰذا جو شخص ان کلمات کو ان ایام میں کثرت سے پڑھے گا، وہ بھی انشاء اللہ سردار بن جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقبول بن جائے گا، کیونکہ ان کلمات کا ثواب بہت ہے۔

اُحد پہاڑ کے برابر عمل

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو احد پہاڑ کے برابر عمل کرلے؟ احد پہاڑ مدینہ طیبہ کے پہاڑوں میں سب سے بڑا پہاڑ ہے، صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو احد پہاڑ کے برابر عمل کرسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی عمل کرسکتا ہے، صحابہ کرامؓ حیران

ہو گئے کہ ہم میں سے ہر آدمی احد پہاڑ کے برابر عمل کرلے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سبحان اللہ'' کا ثواب احد پہاڑ سے زیادہ ہے، ''الحمد للہ'' کا ثواب احد پہاڑ سے زیادہ ہے، ''اللہ اکبر'' کا ثواب احد پہاڑ سے زیادہ ہے، ''لا الہ الا اللہ'' کا ثواب احد پہاڑ سے زیادہ ہے، عمل کتنا ہلکا ہے، دو سیکنڈ میں آدمی ''سبحان اللہ'' ادا کرلے، اور آخرت میں اس کا ثواب احد پہاڑ کے برابر اس کے نامہ اعمال میں پہنچ جائے گا۔

سیکنڈوں میں عظیم ثواب کا حصول

فضائل ذکر کی ایک روایت بہت مشہور ہے جو فضائل اعمال میں موجود ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہے تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کہ اس نے سو عربی غلام اللہ کے لئے آزاد کردیے، اور جس شخص نے سو مرتبہ ''الحمد للہ'' کہا تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سو گھوڑے ساز و سامان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے بھیجے، اور سو گھوڑے دینا ایسا ہے جیسے آج کل سو ٹینک دینا کیونکہ اُس زمانے میں گھوڑوں پر جہاد ہوتا تھا، اور اب ٹینک پر جہاد ہوتا ہے، سو مرتبہ ''الحمد للہ'' کتنا آسان ہے، لیکن اس کا ثواب کتنا عظیم ہے، اس میں اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے، گویا کہ تم نے نہ کوئی محنت کی، نہ پیسہ خرچ کیا، اور ثواب اتنا عظیم مل گیا۔

اللہ اکبر کا ثواب

اگر کسی شخص نے سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہا تو اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے اس نے سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کئے ہوں، اور وہ قبول بھی ہو گئے ہوں، اب دیکھئے! سو اونٹ کی قربانی آج کل کون کرسکتا ہے؟ اگر ایک مرتبہ کسی نے کرلی تو ہر

سال تو نہیں کرسکتا، لیکن ''اللہ اکبر'' کی ایک تسبیح تو روزانہ پڑھ سکتے ہیں، بلکہ ہر نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں، اب آج کل اونٹ کی قربانی ہوتی تو ہے، لیکن اس کی نمائش بہت زیادہ ہوتی ہے، اور اس کی قربانی کو دور دور سے دیکھنے کے لئے لوگ آتے ہیں، تو جس عمل میں قصداً ریاکاری یا دکھاوا ہو جائے تو اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، اور وہ عمل مقبول نہیں ہوتا۔ بہر حال! کوئی عمل بڑا بھی ہو، مقبول بھی ہو، یہ بات آسان نہیں ہے، لیکن سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھنے پر سو اونٹ کی مقبول قربانی کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں، اور ایک اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں، اس طرح سات سو قربانیوں کا ثواب عطا ہو گیا، یہ کتنا بڑا ثواب ہے۔

واجب قربانی ادا کرنی ضروری ہے

اس میں تو غریب کا بھی قربانی کا مسئلہ حل ہو گیا، اگر کسی غریب کے پاس قربانی کے پیسے نہیں ہیں تو ''اللہ اکبر'' کی تسبیح پڑھنا تو اس کے اختیار میں ہے، جب چاہے سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھ لے، اور اپنے نامہ اعمال میں سو اونٹوں کی مقبول قربانی کا ثواب لکھوا لے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اس کے پڑھنے سے ثواب تو ملتا ہے، لیکن واجب قربانی ادا نہیں ہوتی، کبھی کوئی شخص یہ سمجھے کہ اب گائے خریدنے کون جائے، کون ہزاروں روپے خرچ کرے، بس گھر میں بیٹھ کر ''اللہ اکبر'' کی تسبیح پڑھ لو، یہ مطلب نہیں، بس ثواب ملتا ہے، قربانی ادا نہیں ہوتی، لہٰذا جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنی قربانی ضرور کرے، اور جس پر قربانی واجب نہیں ہے وہ بھی اگر قربانی کرے گا تو اس کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔

لا الہ الا اللہ

اگر کوئی شخص سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے گا تو حدیث شریف میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرماتے ہیں کہ زمین سے لے کر آسمان تک جو خلا ہے وہ اس ثواب سے بھر جاتا ہے، ان چاروں کلموں میں یہ کلمہ سب سے زیادہ عظیم ہے، اور سب کا سردار ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عظیم وصیت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ان پر عمل کرتے رہنا، اور دو باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا، ایک یہ کہ شرک سے بچنا، اور دوسرے یہ کہ ہمیشہ تکبر سے بچنا، اس لئے کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہیں، اور بہت سنگین گناہ ہیں، اور دو باتوں پر عمل کرنا، ایک یہ کہ ''لا الہ الا اللہ'' کثرت سے پڑھنا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا، پھر اس کلمہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو! اس کلمہ کی عظمت اس مثال سے سمجھو کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا ایک گول کڑا بنایا جائے، اور پھر یہ ایک کلمہ اس کڑے پر رکھا جائے تو وہ کڑا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ٹوٹ جائے گا، یہ اتنا وزنی کلمہ ہے۔

زندگی کے لمحات قیمتی بنائیں

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس کلمہ کو پھول کی پتی سے زیادہ آسان کیا ہوا ہے اور جنت کے حصول کو کتنا آسان کیا ہوا ہے، کہ ہم جب چاہیں اپنی زبان سے ہزار مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیں، نہ زبان تھکے، اور نہ ہی وقت زیادہ خرچ ہو، نہ پیسے خرچ ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھ اور فکر دیدی کہ ہم اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دیں، اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ''لا الہ الا اللہ'' کثرت سے ان دس دنوں میں پڑھتے رہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر نماز کے بعد یا نماز

سے پہلے ''سبحان اللہ'' کی ایک تسبیح ''الحمد للہ'' کی ایک تسبیح ''لا الہ الا اللہ'' کی ایک تسبیح اور ''اللہ اکبر'' کی ایک تسبیح تو ضرور پڑھ لیا کریں، اور اس سے زیادہ بھی جتنا پڑھ سکیں بہتر ہے۔

ان دس راتوں کی اہمیت اور فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس ایام کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہو، کیونکہ ان دس دنوں میں ہر دن کا روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور ان دس دنوں میں ہر رات کی عبادت شب قدر میں عبادت کرنے کے برابر ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے، اور ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں، گویا کہ ایک شب قدر میں عبادت تیس ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے، اور شب قدر رمضان شریف میں ایک ہوتی ہے، اور وہ بھی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، اور یہاں یہ فرمارہے ہیں کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے، تو اس طرح دس راتیں شب قدر کی عبادت کی مل رہی ہیں، لہٰذا ان راتوں کو خوب اللہ کی عبادت میں لگانا چاہئے، اس سے ان راتوں اور دنوں کی عظمت کا اندازہ لگائیں۔

رات کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ

اب سوال یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت کس طرح کریں؟ اس کی ترکیب ''تہجد کی بیان'' میں تفصیل سے عرض کردی ہے، وہ ترکیب یہاں بھی چل جائے

گی، جس میں سے ایک اعلیٰ درجہ ہے، اور دوسرا ادنیٰ درجہ ہے، ادنیٰ درجہ یہ کہ مغرب کی نماز باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں، عشاء کی نماز باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں، اور فجر کی نماز باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں، اور اس کے ساتھ کچھ رکعات اور اوراد و وظائف میں اضافہ کرلیں، تو انشاء اللہ یہ راتیں باعث اجر و ثواب بن جائیں گی، اور شب قدر کا ثواب آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔

ان ایام کے روزوں کی فضیلت

ان دنوں کی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ دس تاریخ کا روزہ رکھنا تو ناجائز ہے، باقی نو دن رہ گئے، اگر ان کی قدر کرلیں تو یہ دن کم نہیں ہیں، جیسے کسی نے کہا کہ: ''ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی'' یعنی ہر شب، شب قدر ہے اگر تم اس کی قدر پہچانو۔ اس لئے جن کو اللہ تعالیٰ ہمت دیں اور توفیق دیں وہ روزہ رکھیں، دیکھئے! رمضان شریف کے روزوں کی فضیلت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جو شخص رمضان شریف میں پورے مہینے کے روزے رکھے، اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو پورے ایک سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے، اور یہاں ان ایام میں ایک روزے پر ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے، کتنی آسانیاں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہیں، لہٰذا جو خواتین ایسی ہیں جن کے ذمے قضا روزے باقی ہیں، وہ ان ایام میں قضا روزے بھی رکھ لیں، اور ان ایام کی فضیلت حاصل کرنے کی نیت بھی کرلیں، تو انشاء اللہ قضا روزہ بھی ادا ہو جائے گا اور اس نیت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح عمل پر ثواب عطا فرماتے ہیں، اسی طرح صحیح نیت پر بھی ثواب عطا فرماتے ہیں، اور جن کے ذمے روزے قضا نہیں ہیں، وہ نفلی روزہ رکھ لیں۔ کوئی مشکل کام

نہیں ہے، موسم بھی عمدہ ہے، موسم بہار ہے، اور موسم بہار کا روزہ بھی بہار والا ہوگا۔

بال اور ناخن نہ کٹائیں

ان ایام کا ایک عمل یہ ہے کہ جس کے ذمے قربانی ہو، وہ یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، یہ مستحب ہے، واجب نہیں، اور اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہیں ہے اس لئے کہ وہ صاحب استطاعت نہیں ہے، لیکن اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو میں بھی قربانی کرتا، تو اس کے لئے بزرگوں نے ایک طریقہ لکھا ہے، اور بعض روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ یہ کہ اگر ان دس دنوں میں بال اور ناخن نہیں کاٹے گا تو انشاء اللہ اس کا یہ عمل قربانی کے قائم مقام ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی قربانی کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

حقیقی روزہ رکھیں

بہر حال! ان ایام میں روزہ رکھیں، لیکن صحیح معنوں میں روزہ رکھنے کی کوشش کرلیں، یعنی خالی زبان اور پیٹ کا روزہ نہ ہو، بلکہ صحیح روزہ وہ ہوتا ہے جس میں زبان اور پیٹ کے روزے کے ساتھ گناہوں سے بچنے کا بھی روزہ ہو، آنکھوں کو بھی گناہوں سے بچایا جائے، کانوں کو بھی گناہوں سے بچایا جائے، زبان کو بھی گناہوں سے بچایا جائے، اور ظاہر و باطن کے دوسرے اعضاء کو بھی گناہوں سے بچایا جائے، اگر ایسا روزہ رکھا جائے تو وہ ہی باعث اجر و ثواب ہوتا ہے۔

نوتاریخ کے روزے کی اہمیت

پھر نوتاریخ کے روزے کے ایک خاص فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے، وہ یہ کہ جو شخص یوم عرفہ کا روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے تمام صغیرہ گناہوں کا کفارہ فرمادیں گے۔ لہٰذا نوتاریخ کا روزہ آنے والا ہے، اس کو رکھنے کا اہتمام کریں، اس کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی جس کے اندر روزہ رکھنے کی ہمت اور طاقت ہو وہ بھی جتنے چاہے روزے رکھ لے۔

عید الاضحیٰ کی رات کی فضیلت

اس کے علاوہ دس ذی الحجہ کی رات اور نو ذی الحجہ کی رات یہ دونوں بڑی بابرکت راتیں ہیں، عید الاضحیٰ کی راتوں کی تو یہ فضیلت ہے کہ جو شخص عید الاضحیٰ کی راتوں میں جاگ کر عبادت کرے گا تو اللہ جل شانہ قیامت کے دن جب تمام انسانوں کے دل اس دن کی ہولناکی سے مردہ ہو جائیں گے، اس دن اللہ تعالیٰ اس کا دل زندہ رکھیں گے، اور اس دن گھبراہٹ اور بے چینی سے بالکل محفوظ رکھیں گے۔

فضیلت والی پانچ راتیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو آدمی ان پانچ راتوں کی قدر کرلے گا اور ان میں عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کردیتے ہیں، ان سے ایک نو ذی الحجہ کی رات ہے، ایک دس ذی الحجہ کی رات ہے، ایک عید الفطر کی رات ہے، ایک شب قدر کی رات ہے، اور ایک شب براءت کی رات ہے، بہرحال ان میں سے دو راتیں آرہی ہیں، ان کی قدر کرلیں، اور ان راتوں میں کم از کم یہ تو کرلیں کہ عشاء کی نماز، مغرب کی نماز اور فجر

کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں، اور عشاء کے بعد جاگ کر تھوڑا اسا ذکر کرلیں، اس کے بعد جو جائز اور مباح کام ہو وہ کر کے سو جائے، اور اس رات میں گناہ کے عمل سے اپنے کو بچائے، بس یہ کام کرلے گا تو انشاء اللہ وہ شخص اس رات میں عبادت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

گناہ چھوڑنے پر پانچ انعامات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط وترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱/۱۸۸۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۷

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

گناہ چھوڑنے پر پانچ انعامات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیراً۔

أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قُلْ یٰا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○صدق اللّٰہ العظیم۔ (الزمر: ۵۳)

ایک اہم مسئلہ پر تنبیہ

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! اس وقت میں آپ کی خدمت میں انشاء اللہ تعالیٰ چار ضروری باتیں ذکر کروں گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن ان چار باتوں کو بیان کرنے سے پہلے نماز کے متعلق ایک ضروری بات عرض کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو باتیں ہمارے اندر قابل اصلاح ہوں ان کی طرف توجہ کی جائے، اور اصلاح کر لی جائے، اور نماز کے بارے میں یہ بات ہے کہ جب نماز کھڑی ہو تو صفوں کو سیدھا کرنا، صفوں میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑنا نمازیوں کی ایک اہم ترین ذمہ داری ہے، لہٰذا جس طرح صف کو سیدھا کرنا ضروری ہے، اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، عموماً بڑی مساجد کے اندر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے تو آنے والے نمازی اگلی صفوں کو مکمل کیے بغیر نئی صفیں بنانا شروع کر دیتے ہیں، بعض دفعہ پہلی صف پوری نہیں ہوتی دوسری صف شروع ہو جاتی ہے، ابھی وہ مکمل نہیں ہوئی کہ تیسری صف بنانی شروع کر دی، ابھی تیسری صف مکمل نہیں ہوئی تھی کہ چوتھی صف بنانا شروع کر دی، یہ کوتاہی تقریباً ہر بڑی مسجد کے اندر پائی جاتی ہے، اور یہ بڑی سنگین کوتاہی ہے، نماز تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا عمل ہے، اور ہم اس کوتاہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کا سامان کر رہے ہیں، کیونکہ جتنے لوگ اگلی صف کو مکمل کیے بغیر پچھلی صف میں کھڑے ہوں گے، ان کی نماز مکروہ ہوگی، وہ گناہ گار ہوں گے،

اس لئے کہ انہوں نے نماز کے قائم کرنے کا ایک اہم واجب ترک کردیا ہے، ان کے ذمہ یہ لازم تھا کہ پہلے وہ اگلی صف مکمل کرتے، یہ ان کی غلطی ہے، کوتاہی ہے، گناہ ہے، اور اس کی وجہ سے ان کی نماز مکروہ ہو جائے گی۔ نماز تو اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں، مکروہ کے معنی نامقبول کے بھی ہیں، تو وہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوگی، اور مکروہ گناہ کو بھی کہتے ہیں تو اس نماز کو ہم نے اپنی ذراسی غفلت کی وجہ سے بجائے باعث اجر بنانے کے اس کو گناہ کا ذریعہ بھی بنالیا ہے، حالانکہ پہلی صف کو یا دوسری صف کو جو نامکمل ہے پورا کرنے کے لئے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں، بس ذرا سا چند قدم چلنا ہی تو ہے، اور اگر دائیں بائیں دھوپ ہے تو اس دھوپ میں کھڑے رہنا کوئی مشکل بات نہیں، لیکن اس کی وجہ سے اپنی نماز کو ناقص کرنا اور گناہ کا ارتکاب کرنا بڑی خطرناک بات ہے، لہٰذا اس بات کو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جب ہم کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں اور جماعت شروع ہونے لگے تو فوراً ہم دائیں بائیں کا جائزہ لیں، اگر دائیں طرف یا بائیں طرف کوئی صف خالی ہے اور آدمی کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے تو ہمیں وہاں جا کر خود اس خلا کو پُر کرنا ہے، جس طرح صفوں کو سیدھا کرنے کا حکم ہے، خالی جگہ کو پُر کرنے کا ویسے ہی تاکیدی حکم ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی حکم کو یاد رکھیں، اور جہاں بھی صف میں جگہ خالی نظر آئے، چاہے وہاں دھوپ ہو یا نہ ہو، ہمیں وہیں جا کر صف کو پورا کرنا چاہیے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سنت کا اہتمام

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا واقعہ یاد آیا، ایک مرتبہ آپ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے دور سے دیکھا کہ اگلی صف میں ایک آدمی کی جگہ خالی ہے، اور خالی اس وجہ سے تھی کہ وہاں پر ایک گڑھا تھا، جس کے اندر پانی بھرا ہوا تھا، اس پانی کے بھرنے کی وجہ سے کوئی بھی وہاں کھڑا نہیں ہو رہا تھا، اس لئے وہ جگہ خالی پڑی ہوئی تھی، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جب دیکھا کہ جگہ خالی ہے تو پانی کے گڑھے کی پرواہ نہیں کی، خود جا کر سیدھے وہاں پہنچے اور وہاں نیت باندھ لی، صف کو پورا کیا، سنت کو زندہ کیا، اسی لئے اللہ پاک نے ان کو اونچا مقام عطا فرمایا۔

شاہ صاحب صحابیت کا نمونہ تھے

آپ کو اتنا اونچا مقام اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا کہ (اللہ اکبر) قرون اولیٰ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یاد تازہ کر دی، وہ صحابی تو نہ تھے لیکن صحابیت کا نمونہ تھے، اللہ پاک جن کو اونچے مقام عطا فرماتے ہیں تو ان کے اعمال بھی ایسے ہوتے ہیں، جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کو نوازتے ہیں، ان کی اتباع ہمارے لئے قابل فخر ہے انہوں نے پانی کے گڑھے کی پرواہ نہیں کی، ہم دھوپ کی پرواہ کر رہے ہیں، یا اس وجہ سے کہ وہ کنارہ بہت دور ہے، اتنی دور کون چل کر جائے، توبہ توبہ، استغفر اللہ، اپنے گھر سے یہاں تک آ گئے اب مسجد کے صاف شفاف فرش پر دوسرے کونے میں جانا ہمارے لئے مشکل ہو گیا ہے،

لہٰذا ایک تو اس کوتاہی سے بچنا چاہیے۔

باجماعت نمازوں میں صفوں کو سیدھا کرنے کا طریقہ

دوسری ایک بات اس سلسلے کی، وہ بھی بہت اہم ہے، اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو جماعت میں نئی صف بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ بالکل امام کے پیچھے ایک آدمی کھڑا ہو جائے، اس کے بعد دوسرا اس کے دائیں طرف کھڑا ہو پھر تیسرا اس کے بائیں طرف کھڑا ہو، بس اسی طریقے سے آنے والے صف کو پورا کرتے رہیں، آنے والا یہ دیکھے کہ کس طرف آدمی کم ہیں، وہ اس طرف کھڑا ہو، پھر بعد میں آنے والا یہ دیکھے کہ اب کس طرف آدمی کم ہیں، وہ وہاں جا کر کھڑا ہو، اس ترتیب سے آنے والے شامل ہوتے رہیں کہ امام کے دونوں جانب شامل ہونے والے نمازیوں کی تعداد برابر رہے، اگر ایسا نہ کریں گے تو نماز مکروہ ہوگی، مثلاً صف اول میں ایک جانب پچاس آدمی ہیں اور دوسری جانب پچیس ہیں تو ان پچاس میں سے پچیس نمازیوں کی نماز مکروہ ہوگی، کیونکہ وہ صف میں غلط کھڑے ہو گئے ہیں، وہ گناہ گار ہوں گے، اس کو کہتے ہیں نماز قائم کرنا۔

نماز پڑھنا اور ہے قائم کرنا اور ہے

اللہ پاک نے قرآن کریم میں تیس بتیس جگہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے، نماز پڑھنے کا نہیں دیا، نماز پڑھنا تو وہی ہے جیسے ہم پڑھتے ہیں، (اللہ بچائے) نماز قائم کرنا تو یہ ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات

کے ساتھ ادا کرنا، جیسے صفوں کو سیدھا کرنا اور صفوں میں شامل ہونے کے جو آداب ہیں ان کو بجالانا ہے۔

تقوی کی ضرورت اوراس کی اہمیت

اب وہ چار باتیں عرض کرتا ہوں جو اس وقت کے حالات کے مناسب ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ اس وقت ہم سب کو تقوی اختیار کرنے کی بطور خاص ضرورت ہے، یوں تو ساری زندگی مؤمن کو متقی اور نیک بننا ضروری ہے، لیکن خاص خاص حالات میں اس طرف توجہ دینے کی خاص ضرورت ہوتی ہے، آج کل ہمیں اس طرف زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اپنا جائزہ لیں، اور جائزہ لےنے کے بعد جتنے گناہ ہم سے سرزد ہورہے ہیں ان سے بچیں، توبہ کریں، اور بچنے کی کوشش کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی معافی مانگ کر ان کے وبال کی بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں، اس لئے کہ دنیا وآخرت میں جتنی بھی فلاح، کامیابی وکامرانی ہے اور جتنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، اس کی عنایتیں اور برکتیں ہیں، اور جو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ مدد کے وعدے فرمائے ہیں، وہ سارے تقوی کے ساتھ خاص ہیں جب ہم تقوی کی صفت اپنے اندر پیدا کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے تمام وعدے پورے کردیں گے۔

گناہوں سے بچنا نزول رحمت الٰہی کا اہم ذریعہ ہے

جب بھی کسی نے تقوی اختیار فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے کھل گئے، اور تقوی اس کا نام ہے کہ آدمی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، یہ

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تقوی اس کا نام ہے کہ آدمی گناہوں سے بچنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جب پوری کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پوری مدد فرمائیں گے، وہ انشاء اللہ گناہوں سے بچنے والا ہو ہی جائے گا، کیونکہ معصوم تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام اور نابالغ بچے ہیں، باقی لوگ معصوم تو نہیں ہیں، لیکن وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش تو کرسکتے ہیں، کوشش کرنا تو سب کے اختیار میں ہے، مردوں کے بھی اختیار میں ہے، عورتوں کے بھی اختیار میں ہے، ہم جب اپنا جائزہ لیں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم گناہوں سے بچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، جب تو خود ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں، ہم ہی کوشش نہ کریں تو پھر ہماری مدد کیسے ہوگی، ہم نماز پڑھنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ (ھود:۲۸)

''ہم اپنی رحمت زبردستی تم سے چمٹا دیں جبکہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو''

تو بھائی ہم نماز پڑھنا چاہیں گے تو وہ ہماری مدد فرمائیں گے، ہمارے لئے نماز پڑھنا آسان فرمادیں گے، روزہ رکھنا چاہیں گے تو اللہ پاک آسان فرمادیں گے، روزہ رکھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ، ایسے ہی گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے، اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا، کتنے ہی لوگ ہیں جو گناہوں سے بچنے

کے لئے کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہیں اور وہ گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔

اللہ کی مدد اور کوشش کے بغیر گناہ سے بچنا مشکل ہے

گناہوں سے بچنے والے امریکا، جاپان، لندن اور فرانس میں بھی موجود ہیں، وہاں پر ایسی خواتین بھی موجود ہیں جو شرعی پردہ کرنے والی ہیں، اور شرع کے مطابق لباس پہننے والے مرد وعورت بھی ہیں، اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے والے ہیں کہ کفر کی جہنم میں اتباع سنت پر قائم ہیں، اتباع شریعت اور گناہوں سے بچ کر پاک زندگی اپنائے ہوئے ہیں، اور اگر آدمی نہ بچنا چاہے تو مکہ مدینہ میں بھی نہ بچے، وہاں بھی (اللہ اکبر) ٹی وی دیکھنے والے کیسے کیسے گناہ کے کام کرنے والے آپ کو مل جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقوی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے کا نام ہے، بس آدمی اپنے دل میں سوچے کہ گناہوں کو اللہ پاک نے حرام قرار دیا ہے، ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے ہم ان سے اپنے آپ کو بچائیں گے اور بچنے کی کوشش کریں گے۔

جب ہم گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے تو اللہ پاک کی طرف سے پانچ انعام عطا کئے جائیں گے۔

گناہ چھوڑنے پر پہلا انعام

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرمایا:

وَ مَنْ يَتَّقِي اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (الطلاق: ٤)

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو آسان بنادیں گے''

پہلا انعام یہ ہے کہ بہت سے کام اللہ پاک آسان بنادیں گے، دنیا کے ہوں یا آخرت کے، جب بھی کوئی مشکل سامنے آئے گی، اللہ تعالیٰ اس میں آسانی پیدا کردیں گے، اب یہ تو ہم میں سے ہر آدمی کے دل کی آواز ہے، ہم میں سے ہر آدمی کے کام اٹکے ہوئے ہیں کہ جب کوئی دوسرا پریشانی سنتا ہے تو اپنی پریشانی بھول جاتا ہے، وہ سوچتا ہے یا اللہ یہ تو بہت ہی زیادہ پریشان ہے، یہ تو بہت ہی زیادہ مصیبت میں گرفتار ہے، یہ تو کسی طریقے سے بھی جینے کے قابل نہیں ہے۔

گناہ بے لذت کی وجہ سے ہر آدمی پریشان ہے

ہم میں سے تقریباً ہر آدمی کا حال یہی ہے، الا ماشاء اللہ، لیکن نسخہ موجود ہے، استعمال کرنے والا کوئی نہیں، الا ماشاء اللہ ہے، کوئی کسی پریشانی میں، کوئی کسی پریشانی میں، یہاں تک کہ حکومت پاکستان ہی پریشان ہے، اس پریشانی کا حل تو ہمارے پاس موجود ہے کہ ہم انفرادی طور پر بھی گناہوں کو چھوڑیں، اور اجتماعی طور پر بھی گناہوں کو چھوڑیں، پھر دیکھیں کیسے اللہ پاک کی مدد آتی ہے، اور مشکلیں کیسے آسان ہوجاتی ہیں۔ ان کا وعدہ ہے:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا (الطلاق: ٤)

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو آسان

بنا دیں گے"

یعنی جو کام مشکل ہیں اس میں بھی اللہ تعالیٰ ایسی آسانی کا راستہ نکال دیں گے کہ اس میں سہولت ہو جائے گی، کام آسان ہو جائے گا، پتہ بھی نہیں چلے گا، جتنا بھی مشکل کام ہوگا اتنا ہی زیادہ آسان ہو جائے گا، کتنا بڑا اللہ کا فضل ہے، اور کتنا بڑا انعام ہے، لیکن گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنا شرط ہے، گناہ کرتے ہوئے یہ آسانی نہیں مل سکتی، گناہ بھی نہ چھوڑیں اور آسانی بھی چاہیں، یہ تو نہیں ہوسکتا، آگ اور پانی جمع نہیں ہوسکتے، پہلے ضروری ہے کہ ہم گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا تہیہ کریں، اور ہمت کریں اور کوشش کریں تو جب کوشش کریں تو اللہ پاک کہیں گے کہ ہاں بندہ سچا ہے، اور یہ واقعی میری نافرمانی سے بچنے پر کمر کس رہا ہے، کوشش کر رہا ہے، تو وہ اپنا یہ انعام کا دروازہ کھول دے گا، اور بیسی نکل آئے گی پریشانیوں کے حل ہونے کی، جتنی بھی پریشانیاں ہیں وہ ساری ایک ہی بیسی میں حل ہو جائیں گی۔

دوسرا انعام

دوسرا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(الطلاق: ۳،۲)

دو انعام اس آیت میں بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ جو آدمی اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر پریشانی، دشواری میں اس کے لئے راہ نجات نکالیں گے،

مثلاً وہ کسی پریشانی میں، کسی بیماری میں، کسی حادثہ میں جس میں اس کی جان اٹکی ہوئی ہے، ذہن اٹکا ہوا ہے، اور وہ پریشان ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرمادیں گے، یجعلہ مخرجا یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے راہ نجات نکال دیں گے، نجات کا راستہ اور عافیت کا راستہ اللہ پاک اس کو عطا فرما دیں گے، اس مصیبت سے بعافیت عہدہ برا ہو جائے گا، یا مثلاً بچیوں کے رشتے نہیں ہو رہے، اس کی بدولت اللہ پاک اس میں آسانی فرمادیں گے، یا مقدمہ آن پڑا ہے، اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس میں بعافیت عہدہ برآ فرمادیں گے، یا کوئی بیماری لگ گئی، اللہ پاک اس کی بدولت ایسی دوا عطا فرمادیں گے کہ ایک ہی پڑیا سے اس کا کام چل جائے گا، شافی مطلق اللہ تعالیٰ ہیں، قادر مطلق بھی اللہ پاک ہیں، سب کچھ تو ان ہی کے پاس ہے، بس بندہ ان کا ہونا چاہیے، جو ان کا ہو گیا تو اللہ پاک سب کچھ کر دیں گے، اور ان کو چھوڑ کر کہیں سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا، کسی کا اتنا پیارا شعر ہے:

تم ملے تو کوئی مرض نہیں

نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر کیا ہوگا، دنیا و آخرت دونوں برباد، دونوں تباہ، کوئی حل نہیں مل سکتا، اور جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق حقیقی نصیب ہو گیا، اس کا کوئی کام مشکل نہ رہا، اس کا تو ہر مسئلہ حل ہے۔

تیسرا انعام

آج ہر آدمی پریشان ہے کہ کہاں سے کمائیں، کہاں سے کھائیں، بازار

والے بھی رو رہے ہیں، مارکیٹ والے بھی رو رہے ہیں، دنیا والے بھی رو رہے ہیں، کہ بھئی کہاں سے لائیں، کہاں سے کمائیں، کہاں سے کھائیں، حالات ایسے ہیں، ویسے ہیں، رات دن کا رونا دھونا، ہر گھر کا یہ مسئلہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا انعام یہ بیان فرما رہے ہیں کہ:

''تم تقوی اختیار کرلو، تمہیں ایسی جگہ سے روزی عطا فرما دیں گے جہاں سے تمہارا وہم وگمان بھی نہ ہوگا''

روزی سے مراد یہاں صرف جسمانی نہیں ہے، بلکہ روحانی بھی ہے، دنیا کی روزی بھی ہے، آخرت کی روزی بھی ہے، اتنا عطا فرما دیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، کہ یہاں بھی بے غم وہاں بھی بے غم، اللہ کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ نہ دنیا میں کوئی غم ہے اور نہ ہی آخرت میں کوئی غم ہے، دونوں جگہ سے بے غم ہو جاتے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا بڑا پیارا شعر ہے:

ہو آزاد غمِ دو جہاں سے
تیرا ذرہ غم اگر ہاتھ آئے

اللہ تعالیٰ کا غم لگ جائے تو دونوں جہاں کے غم سے نجات مل جائے گی، دونوں جہاں کا غم جبھی ہے جب ان کا غم نہیں ہے، جس کو اس کا غم لگ جاتا ہے، اس کو نہ دنیا کا غم ہے اور نہ ہی آخرت کا۔ دلیل یہ ہے کہ:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

''جو اللہ والے ہیں ان کے اوپر نہ کوئی غم ہوگا، نہ پریشانی ہوگی، بےغم اور بےخوف ہوں گے''

اللہ تعالیٰ دنیا کے غم سے بھی نجات دیتے ہیں اور آخرت کے غم سے بھی نجات دیتے ہیں، قبر میں بھی ان کے لئے عافیت، میدان قیامت میں بھی ان کے لئے عافیت، دنیا و آخرت میں بھی ان کے لئے عافیت ہی عافیت، ہر جگہ ان کے لئے عافیت والا معاملہ ہوگا، ساری پریشانیاں دور ہوں گی۔

دنیا جہاں کی معیشت کو اللہ ٹھیک کرے گا

آج معاشی مسئلہ سب سے بڑا مسئلہ ہے، معاشی مسئلہ کا حل اللہ پاک نے ایک نسخہ میں دیدیا ہے کہ بھئی ہمارے بن جاؤ، روزی تو ہم دینے والے ہیں، تم اس کی فکر کیوں کرتے ہو، ہم پہنچا دیں گے روزی اور ایسی جگہ سے پہنچا دیں گے جہاں تمہارا خیال بھی نہ جائے گا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو ان کے خزانے میں ۵۶،۰۰،۰۰،۰۰۰ (چھپن کروڑ) روپے تھے، یہ سب کیوں تھا، محض تقویٰ کی بدولت تھا، اور وہ تقویٰ کیسا اونچا تھا۔ سنئے! ایک دفعہ وہ دوپہر کو ظہر کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے تو دھوپ کی وجہ سے مکانوں کے سائے میں ہو کر گزر رہے تھے، لیکن جب ایک مکان آیا تو وہاں اس مکان کا سایہ چھوڑ کر دھوپ سے گزرنے لگے، اور جب اس مکان کا سایہ ختم ہوا تو پھر

دوسرے مکانوں کے سائے میں ہوتے ہوتے گزرتے چلے گئے، جو شخص حضرت کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ یہ کیا حضرت! آپ نے رخ تبدیل فرمادیا، پہلے تو آپ مکانوں کے سائے میں تھے، اس ایک مکان کے سائے کو آپ نے چھوڑا، آگے پھر دوسرے مکانوں کے سائے کو اختیار فرمایا، حضرت نے فرمایا کہ بھائی جس مکان کے سائے سے میں نے پرہیز کیا وہ میرا مقروض ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس قرض پر ذرا سا بھی نفع حاصل ہو، وہ سود ہے، تو میں نے سوچا کہ اس مقروض کے مکان کے سائے سے نفع اٹھانا کہیں اس حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو، اس لئے میں نے اپنے مقروض کے مکان کے سائے سے بھی اپنے آپ کو بچالیا، (اللہ اکبر) یہ ہے تقوی کہ ذرا سے شبہ سے بھی اپنے آپ کو بچالیا، تو ورع اور تقوی سے مال آتا ہے، بابرکت روزی آتی ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نصیحت آموز واقعہ

ایک اور قصہ یاد آیا کہ حضرت کا کپڑے کا کاروبار تھا، بڑی بڑی فیکٹریاں تھیں جن میں کپڑا تیار ہوتا تھا، اور دور دور تک حضرت کا کپڑا سپلائی ہوتا تھا، چالیس آپ کے کارندے تھے، جو کاروبار کو سنبھالے ہوئے تھے، ایک دفعہ آپ نے کپڑے کی ایک لاٹ اپنے ایک ملازم کے حوالے کی اور کہا کہ یہ کپڑا اتنے روپے میں فروخت کردینا، پیسے بھی بتادئے، پیمائش بھی بتادی کہ یہ کپڑا ہے، اتنی مقدار میں، اتنے پیسوں میں کل اسے بیچ دینا، اس نے کپڑا سنبھال لیا، اور دوسرے دن جب اس نے بیچنے کا ارادہ کیا تو اس کو اندازہ ہوا کہ اس کپڑے

کی مانگ مارکیٹ میں بہت زیادہ ہے، اگر اس کو ایک ہفتہ روک لیا جائے تو یہ آسانی سے دگنے پیسوں میں فروخت ہوسکتا ہے، اس نے ایسا ہی کیا، فوراً بیچنے کے بجائے ایک ہفتہ بعد وہ کپڑا بیچا، اور اس وقت اس کے دام دگنے ہوچکے تھے، اور دگنے پیسوں میں بیچ کر بڑا خوش خوش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت مجھے شاباش بھی دیں گے اور کچھ انعام بھی دیں گے کہ حضرت نے جتنے پیسے بتائے تھے اس سے دگنے پیسوں میں میں نے بیچا ہے، جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت اتنا کپڑا تھا، اتنے پیسے ہیں، حضرت نے کہا کہ بھائی یہ تو تم بہت پیسے لے آئے ہو، میں نے تو تمہیں اتنے پیسوں میں بیچنے کو کہا تھا، اتنے سارے پیسے کہاں سے آگئے؟ خادم نے کہا کہ حضرت اس کپڑے کی مارکیٹ میں بڑی مانگ تھی، اور بہت لوگ اس کی تلاش میں تھے، تو میں نے سوچا اس کو ایک ہفتہ بعد بیچیں گے تو زیادہ پیسے ملیں گے، تو اس وجہ سے میں نے اس کو روک لیا، ایک ہفتے بعد اس کو بیچا تو دگنے پیسے آگئے۔

اس چیز کا کیا فائدہ جس سے مسلمان وقت پر نفع نہ اٹھائیں

حضرت نے فرمایا ارے نالائق! تو نے تو میرا اصل بھی کھویا، جا جلدی سے اصل بھی اور جو تو نے ایک ہفتے روک کر جو نفع کمایا، سب کا سب خیرات کر کے آ، اس لئے تو نے ذخیرہ اندوزی کی، جب مسلمانوں کو ضرورت تھی تو تو نے ان کی ضرورت پر ان کو کپڑا فراہم نہیں کیا، ایسے نفع کو میں لے کر کیا کروں گا کہ جس میں ان کو ان کی ضرورت کی چیز وقت پر نہ ملے۔ لہٰذا اب یہ پیسے بھی خیرات

کر کے آ، جو اصل ہیں وہ بھی خیرات کر کے آ، مجھے نہیں چاہئیں ایسے پیسے۔

دیکھئے! حضرت ناراض ہوئے کہ تو نے میرا اور نقصان کیا، ہم تو شاباش ہی دیتے، لیکن حضرت نے بجائے شاباش دینے کے فرمایا کہ تو نے میرا اصل بھی خراب کر دیا، حالانکہ فتوی کی رو سے وہ ذخیرہ اندوزی نہیں تھی، اگر کپڑا مارکیٹ میں مل رہا ہو، چاہے اس کی جتنی بھی مانگ ہو، اگر آدمی اس کو مہنگا بیچ دے تو وہ ناجائز ذخیرہ اندوزی میں داخل نہیں ہے، جائز ہے، مگر حضرت تو تقوی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ورع پر عمل فرمانے والے تھے، اس کو بھی ذخیرہ اندوزی میں داخل کر دیا، اس لئے حضرت نے نفع کو بھی رکھنا پسند نہ کیا، بلکہ سارا ہی خیرات کر دیا، سارا خیرات کریں گے تو دس گناہ واپس آئے گا، اللہ کے راستے میں دیں گے تو دس گناہ ملے گا۔

امام صاحبؒ کوفہ کے غریبوں کے لئے حاتم تائی کا مقام رکھتے تھے

آپ کے صدقے کا یہ حال تھا کہ کوفہ کے اندر جتنے بھی غرباء، فقراء، مساکین، بیوائیں اور یتیم تھے سب کے نام حضرت کے پاس لکھے ہوئے تھے اور اس کے جسم پر جو لباس آتا ہے وہ کتنے گز کپڑے سے تیار ہوگا، اس کی لمبائی چوڑائی بھی لکھی ہوئی تھی، جب رمضان شریف آتا تو ان تمام غرباء، فقراء، مساکین اور مستحقین کے جوڑے حضرت کے ہاں تیار ہوتے تھے، اور چاند رات کو حضرت کی طرف سے ان کے گھر پہنچائے جاتے تھے، لینے کے لئے بھی نہیں آتے تھے، حضرت اس قدر ان کی عزت کا خیال فرماتے تھے، اور جب عید کی

نماز پڑھنے کے لئے بڑے بڑے امراء اور مالدار لوگ اچھے اچھے کپڑے پہن کر نماز عید کو جاتے تو یہ غرباء، فقراء اور مساکین امام صاحبؒ کو دعائیں دیتے تھے کہ یا اللہ ان کو سلامت رکھنا، ان کی بدولت آج ہم کو یہ احساس نہیں ہے کہ آج عید کے دن ہم کپڑے پہنے ہوئے نہیں ہیں، ہمیں بھی ان کی بدولت اللہ پاک نے نئے نئے کپڑے عطا فرمائے، جیسے مالدار لوگ نئے نئے کپڑے پہن کر نماز عید کو جارہے ہیں، تو جب ہم اتنا صدقہ نکالیں گے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائیں گے۔

جائز کاروبار سے اس دور میں بھی برکت آسکتی ہے

یہ وعدہ قرآن شریف میں ہمارے لئے بھی موجود ہے، آج بھی ہم اگر تقوی اختیار کرلیں، مالیات کے اندر حرام مال سے اپنے آپ کو بچائیں، حلال کمانے کی فکر کریں، تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مال میں بھی برکت ہوگی، اب اگر ہم چاہیں کہ ایک ہی رات میں کڑوڑ پتی بن جائیں، تو جو کچھ موجود ہے وہ بھی جائے گا، مثلاً لاکھوں کی لاٹری کھل گئی وہ جو لاکھوں روپے آئیں گے، وہ روپے ایسے جائیں گے جیسے آئے تھے، حرام تو رکتا ہی نہیں ہے، وہ تو اور بہا کر لے جاتا ہے، اگر گھر میں تھوڑا بہت حلال رکھا ہوگا، تو وہ اس کو بھی سمیٹ کر لے جائے گا، اللہ بچائے ایسی خطرناک چیز سے، تو بھائی یہ جو سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ کہاں سے کھائیں، کہاں سے پئیں، تو یہ تقوی سے حل ہورہا ہے کہ اگر ہم تقوی اختیار کرلیں تو ہماری یہ پریشانی دور ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسا انتظام فرمادیں گے کہ

روزی ایسی جگہ سے پہنچے گی جہاں سے ہمارا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

چوتھا انعام

تقوی اختیار کرنے پر چوتھا اور پانچواں انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہے کہ:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا (الطلاق:۵)

یہ دونوں آخرت میں ملتے ہیں، ایک تو یہ ہے کہ سب سے بڑا ڈر گناہ کا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے، اپنے کرم سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، گناہ سب سے بڑا آخرت کا کانٹا ہے، گناہ قدم قدم پر آخرت میں آدمی کے لئے پریشانی کا باعث ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمائے، اور دوسرے یہ کہ وہاں ثواب عظیم کی قدم قدم پر ضرورت ہوگی، لہٰذا وہاں پہنچ کر ہر آدمی کی یہ خواہش ہوگی کہ میرے گناہ نہ ہوں اور ثواب میرے پاس بہت ہو، اگر کوئی دنیا کے اندر تقوی اختیار کرلے تو یہ دونوں انعام بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں گے۔

تقوی کی بدولت اس کے لئے اجر وثواب کو بڑھادیں گے، اب گناہ صغیرہ ختم ہوگئے اور ثواب بڑھ گیا، اب گناہ کبیرہ سے معافی کوئی مشکل نہیں، اس کے لئے توبہ ہے، ایسے گناہ کبیرہ ہوتے ہی کم ہیں، ان کی تعداد اور کم ہے، صغیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، تو کبیرہ گناہ کم ہوتے ہیں، اگر ہوں بھی تو ان سے توبہ کرنا مشکل نہیں، جب چاہو، جس وقت چاہو توبہ کرکے اپنے گناہ معاف کروالو، اور جب صغیرہ گناہ معاف ہوگئے تقوی سے اور کبیرہ معاف ہوگئے توبہ

سے، اب یہ دھڑ کا ختم ہو گیا، ایک کانٹا تو آپ نے نکال دیا، اب یہ ہے کہ ثواب کم نہ ہو، زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ویعظم لہ اجرا اس کا ثواب بھی بڑھا دیں گے، اور عظیم کر دیں گے۔

ایک عمل کی برکت سے پانچ انعامات

بہرحال ایک عمل پر پانچ انعام ہو گئے۔

۱۔ ایک تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان فرما دیں گے۔

۲۔ ہر مصیبت اور تنگی میں اس کے لئے راہ نجات نکالیں گے۔

۳۔ جہاں سے وہم وگمان نہ ہوگا وہاں سے روزی کا دروازہ کھول دیں گے۔

۴۔ اس کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیں گے۔

۵۔ اس کے اجر وثواب کو بڑھا دیں گے۔

جو چیز انسان کے اختیار میں نہیں اس کا حکم نہیں

یہ پانچ انعام ملیں گے اس کو جو اس دنیا کے اندر تقوی اختیار کر لے گا، اور تقوی اختیار کرنا ہم میں سے ہر شخص کے اختیار میں ہے، کیونکہ اگر اختیار میں نہ ہوتا تو حکم ہی نہ ہوتا، اور قرآن وسنت کے اندر تقوی اختیار کرنے کا حکم اور تاکید سب سے زیادہ ہے، لہٰذا یہ بہت آسان ہے، آسان اس طرح ہے کہ ہم تہیہ کر لیں کہ آئندہ ہم گناہوں سے بچیں گے، اور بچنے کی پوری پوری کوشش کریں گے، ساتھ میں ہم اللہ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اپنے فضل وکرم سے

اس میں ہماری مدد فرما، لہٰذا ہم اپنے چاروں طرف ماحول کا جائزہ لیں، اور سر سے پاؤں تک اپنا جائزہ لیں، اور جائزہ لے کر اب تک جو گناہ ہو گئے ہیں ان سے توبہ کریں۔

گناہ دو قسم کے ہیں

جو گناہ ہوئے ہیں وہ دو قسم کے ہو سکتے ہیں، ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ہم سے پامال ہوئے ہیں، مثلاً نمازیں نہیں پڑھیں، روزے نہیں رکھے، حج نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، یا ہم نے رشوت لے لی، سود لے لیا، بدنظری کی، بدنگاہی کی، بدزبانی کی، تہمت لگائی، الزام لگایا، گانے سنے، ٹی وی پر انڈیا کی امریکا کی فلمیں دیکھیں، یہ سارے آج کل کے بڑے بڑے گناہ ہیں جو ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، اسی طرح خواتین کا بے پردہ رہنا، مردوں کا داڑھی منڈوانا، شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا، ہم سب اپنا اپنا جائزہ لے لیں، اگر کوئی ٹی وی دیکھتا ہے تو ٹی وی سے بچے، اگر کوئی داڑھی منڈواتا ہے تو داڑھی منڈوانے سے بچے، اگر کوئی عورت بے پردہ رہتی ہے تو بے پردگی سے توبہ کرے، اگر خدانخواستہ کسی نے رشوت لی ہے تو توبہ بھی کرے اور جس سے رشوت لی ہے اس کو واپس بھی کرے، کیونکہ بندوں کی حق تلفیاں اگر کسی نے کی ہیں تو وہ خالی توبہ سے معاف نہیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں وہ تو معاف ہوں گے توبہ سے، لیکن جو فرائض و واجبات ہیں ان کو ادا بھی کرنا ہوگا۔ جیسے نماز نہیں پڑھی، توبہ کرنے سے نماز نہیں پڑھنے کا گناہ معاف ہو جائے گا،

لیکن نماز پھر بھی پڑھنی پڑے گی، لیکن اگر نماز قضا کر دی تو نماز قضا کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جائے گا، لیکن جو بندوں کے حقوق ہیں ان میں توبہ کرنے کے لئے شرط یہ بھی ہے کہ بندے کا حق یا تو ادا کرے یا پھر بندے سے معافی مانگے، اگر کسی سے سود لیا ہے تو اس کو واپس کرنا بھی ضروری ہوگا، اگر کسی سے رشوت لی ہے تو رشوت واپس کرنی ہوگی۔ امانت میں خیانت کی ہے، تو وہ امانت واپس بھی دینی ہوگی، مکان پر قبضہ کرلیا، زمین پر قبضہ کرلیا، تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ مکان واپس بھی کرنا ہوگا، دکان بھی واپس کرنی ہوگی، بعض کرایہ دار بھی تو قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں، مالک کہہ رہا ہے کہ بھائی مجھے اپنے بچے کی شادی کرنی ہے، مجھے مکان چاہیے، مالک ہاتھ پاؤں جوڑ رہا ہے تو وہ خالی نہیں کرر ہا ہے، تو بھئی اس میں جب تم مالک کے حکم کے مطابق اس کا مکان، اس کی دکان خالی نہیں کرو گے اس وقت تک توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

توبہ کے لئے حق ادا کرنا بھی ضروری ہے

توبہ قبول ہونے کے لئے شرط یہی ہے کہ اس بندے کا حق بھی ادا کرو اور یا اس سے معافی مانگو، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو گے تو توبہ قبول ہو جائے گی۔

سچی توبہ کے آداب

بعض باتیں توبہ کے اندر ضروری ہو گئیں، نمبر ایک: جتنے گناہ اب تک ہوئے ہیں آدمی دل سے ان پر نادم اور شرمندہ ہو، نمبر ۲: فی الحال ان کو چھوڑے، گناہ کرتے کرتے توبہ نہیں ہو سکتی، فی الحال اس کو چھوڑے بھی، نمبر ۳: آئندہ نہ

کرنے کا پکا ارادہ کرلے، یہ تین باتیں جو اپنے اندر پیدا کرلے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں جتنی بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں، اور گناہ ہوئے ہیں، وہ سب معاف ہو جائیں گے، اور اگر کسی بندے کی حق تلفی اس میں شامل ہے، یا کسی بندے کو آپ نے ستایا مارا، اس پر تہمت لگائی یا اس کا مذاق اڑایا، اس کو کسی طریقے سے ایذا پہنچائی یا اس کی غیبت کی اور اس کو پتہ چل گیا، یا اس کے پیسے کھالئے، تو پھر چوتھا کام کرنا بھی ضروری ہے کہ اس سے معافی مانگو، یا بدلہ دو، پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔

تقویٰ کا راستہ اور طریقہ

تو اس طریقے سے ایک تو جائزہ لے کہ جو گناہ ہوئے ہیں ان پر سچی توبہ کریں اور پھر آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کریں کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کریں گے، اس کے ساتھ کسی اللہ والے سے جس سے آپ کی طبیعت ملتی ہو تو اس سے مشورہ لیتے رہیں، اس لئے کہ نہ ہمارے پاس عقل ہے نہ علم ہے، اس صورت میں ہمیں ہر حال میں ضرورت ہے کسی متبع سنت اور اللہ والے کی رہنمائی میں جب ہم قدم اٹھائیں گے تو انشاء اللہ پھر کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اہم بات استغفار کو لازم کرلو

دوسری بات یہ ہے کہ بحالت موجودہ ہمیں استغفار کو لازم کرنے کی ضرورت ہے، توبہ تو کرلیں، توبہ کرنے کے بعد استغفار بھی ہم اپنے معمول میں رکھیں، اور استغفار جس طرح بڑے گناہوں سے ہوتا ہے، اسی طرح چھوٹے

گناہوں سے بھی ہوتا ہے، نیز جتنی بھی ہمارے اعمال کے اندر کوتاہیاں ہوتی ہیں، ان سے بھی ہوتا ہے، نماز میں کوتاہی ہوگئی، ذکر میں کوتاہی ہوگئی، تلاوت میں کوتاہی ہوگئی، نعمت کے شکر کرنے میں کوتاہی ہوگئی، صبر میں کوتاہی ہوگئی، زہد میں کوتاہی ہوگئی، جتنے بھی ظاہر و باطن کے اعمال ہیں ان میں کوتاہی ہوگئی، سب سے استغفار ہوتا ہے، تو استغفار ایسی بڑی دولت ایسی بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کو بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔

استغفار کرنے پر تین انعام

ایک حدیث میں استغفار کا معمول بنانے والے آدمی کے لئے تین فضیلتیں اور تین انعامات آئے ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر پریشانی کے اندر عافیت والا راستہ نکال دیں گے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرمادیں گے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا، تیسرا انعام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے، تین انعام اللہ پاک نے استغفار کے لازم کرنے والے کے لئے بیان فرمائے ہیں، لہٰذا آدمی صبح شام سو سو مرتبہ استغفار کر لیا کرے۔

استغفار کا مؤثر طریقہ

استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی استغفار کی تسبیح پڑھنا شروع کریں تو پہلے دل میں یہ خیال کریں کہ یا اللہ میں سر سے پیر تک آپ کا خطا کار روسیاہ کار بندہ ہوں، میرے ہر عمل میں کوتاہیاں ہی کوتاہیاں بھری ہوئی ہیں، ہر لحاظ سے یا

اللہ میں قابل گرفت ہوں، اور میں خطاؤں کا مجموعہ ہوں، یا اللہ میں سارے گناہوں سے معافی کے لئے، ساری کوتاہیوں سے معافی کے لئے، یا اللہ میں استغفار کرتا ہوں، جب یہ نیت کر کے آپ استغفار کی تسبیح پڑھیں گے تو اپنے باطن میں عجیب وغریب اثر محسوس کریں گے، اور جب روزانہ ہی اس طریقے سے استغفار کرنے کا معمول بنالیں گے تو آپ کو تسبیح پڑھنے کے بعد محسوس ہوگا کہ ہم نے استغفار کی تسبیح پڑھی ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی تین مرتبہ کہتا ہے اللّٰھم اغفرلی اللّٰھم اغفرلی اللّٰھم اغفر لی تو تیسری مرتبہ کہتے ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اس لئے بھائی یہ جو استغفار ہے اس کی بڑی سخت ضرورت ہے، دشمن اس وقت ہماری سرحدوں پر دستک دے رہا ہے، اور نجانے کسی وقت بھی کیا ہو جائے۔ اس لئے ضرورت ہے استغفار کو اپنا معمول بنانے کی، اور دن رات استغفار کو ہم اپنے معمول میں رکھیں۔

استغفار کے درجات

استغفار میں کم از کم درجہ تو استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ ہے، اور درمیانہ درجہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیك ہے، اور عام طور پر یہی سب کو یاد ہوتا ہے، اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے، لیکن اردو میں بھی مانگ لینا چاہیے، فرضوں کے بعد دعا مانگیں تو اس وقت دعا اردو میں بھی کرلیں، استغفار کا مطلب یاد ہو، استغفر اللہ کے معنی یاد ہوں تو بہت ہی اچھا ہے، تو اردو میں بھی اللہ تعالیٰ سے کہیں یا اللہ میں بہت ہی خطا کار ہوں، بہت سیاہ کار ہوں، اور میرے

تمام اعمال میں کوتاہیاں ہی کوتاہیاں ہیں، یا اللہ میری ساری خطائیں معاف فرما، میرے چھوٹے بڑے سب گناہوں کو معاف فرما، میرے والدین کی مغفرت فرما۔

سب مسلمانوں کے لئے استغفار کریں، نیکیاں کمائیں

تمام مسلمانوں کی لئے بھی استغفار کریں، ایک تو مسلمانوں کے لئے استغفار ان کے حق میں بھی مفید ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے جب کوئی مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرتا ہے تو ہر مؤمن کے حق میں استغفار کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ایک نیکی عطا فرماتا ہے۔ تو بھئی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اور اب سے لے کر قیامت تک جتنے مسلمان آئیں گے، انسان و جنات سب کے لئے استغفار کرے گا تو بھئی کتنی نیکیاں حاصل ہو جائیں گی، اندازہ تو لگاؤ، کتنی کام کی چیز ہے، لیکن ہم اس کی طرف سے غافل ہیں۔

فرمانِ نبوی ہے کہ مجھے دو امان عطا کیے گئے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھ کو عذاب سے بچنے کے دو امان عطا فرمائے ہیں، ایک یہ کہ جب تک میں ان کے اندر موجود ہوں، ہم اپنا عذاب نازل نہیں کریں گے، دوسرے یہ کہ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے تو بھی ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا، تو یہ دو امان ہیں جس کا ذکر قرآب پاک میں فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو دو امان عطا فرمائے ہیں کہ میں جب تک تمہارے اندر ہوں

تمہارے اوپر اللہ کا عذاب نہیں آسکتا، اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو قیامت تک تمہارے اندر استغفار کی امان موجود رہے گی، جب تک تم استغفار کرتے رہو گے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہو گے، استغفار عذاب الٰہی سے امان ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے عجیب نکات

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اللہ پاک نے عذاب نازل نہیں فرمایا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے تو پھر عذاب آنا چاہیے تھا، تو اس پر فرمایا کہ وہاں کچھ مسلمان رہ گئے تھے، وہ استغفار کرتے تھے، اس لئے اللہ پاک نے عذاب نازل نہیں فرمایا، تو آگے فرمایا کہ آخر میں جو مسلمان ضعفاء تھے وہ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے تھے اور مکہ مکرمہ میں سوائے کفار کے باقی کوئی نہیں رہا، پھر عذاب کیوں نازل نہیں ہوا۔ ہمارے حضرت نے لکھا ہے کہ وہ جو کفار مکہ تھے وہ جب طواف کرتے تھے تو غفرانك غفرانك کہتے تھے، یا اللہ بخش دیجئے یا اللہ بخش دیجئے، تو اللہ پاک ان کے استغفار کی وجہ سے بھی عذاب نازل نہیں فرماتے تھے، یعنی دنیا کے اندر کافروں کا استغفار بھی دنیا میں عذاب سے بچنے کا سامان تھا، یعنی استغفار میں اتنی تاثیر ہے کہ کافر بھی استغفار کی بدولت عذاب سے محفوظ رہا، تو بھائی مسلمان کیسے نہیں بچ سکتے، کتنی اونچی چیز ہے یہ استغفار، تو یہ قیامت تک کے لئے ایسی امان ہے جب بھی کوئی

قوم اور جب بھی مسلمان استغفار کو اپنا معمول بنائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

عذاب مختلف صورتوں میں آتا ہے

دنیا میں عذاب مختلف قسم کے آئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی قوم پر دشمن مسلط ہوتا ہے تو تباہی آتی ہے، چاہے سلمانوں کی طرف اللہ کی رحمت ہو اور کافروں کی طرف اللہ کا عذاب ہو، لیکن تباہی تو دنیا میں آتی ہے۔

مجاہدین تقوی اور استغفار کا خاص طور پر اہتمام کریں

حکم یہ ہے کہ تم لڑائی کی تمنا مت کرو، لیکن جب لڑائی ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو، پھر اللہ پر بھروسہ کرو، اور تقوی اختیار کرو، اور پھر جان و مال کی بازی لگا دو، اس لئے لڑائی کی تمنا کرنا مناسب نہیں ہے، لیکن تیاری کرنا تو ضروری ہے، تیاری جہاں اسلحہ کے ساتھ ضروری ہے، جان کے ساتھ ضروری ہے، مال کے ساتھ بھی ضروری ہے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ تقوی اختیار کرو، ظاہر و باطن دونوں کی تیاری ہونی چاہیے، باطن کی تیاری میں یہ بھی ہے کہ تقوی بھی ہو اور استغفار بھی معمول میں رکھیں، جتنا زیادہ استغفار ہوگا اتنی زیادہ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ پاک کی مدد ہوگی، اتنا ہی زیادہ اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہیں گے، استغفار ہمیں معمول میں رکھنا چاہیے۔

دعا مسلمان کا ہتھیار ہے

اور تیسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا بھی کرتے رہنا چاہیے

کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت فرمائے، اور لاج رکھے، اور مجاہدین کشمیر کی اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرمائے، کیونکہ از روئے حدیث غائب کی دعا غائب کے لئے ضرور ہی قبول ہوتی ہے، وہ ہمارے مجاہد بھائی جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں، کم از کم ان کے حق میں دعا تو کریں، ان کا تو بہت بڑا حق ہے ہمارے اوپر کہ وہ ہماری طرف سے بھی لڑ رہے ہیں، اور ہمارے ملک کی طرف سے بھی لڑ رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑ رہے ہیں، جہاد کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، تو ہمیں مال بھی ان کے پاس بھیجنا چاہیے، لیکن مال سے کہیں زیادہ انہیں دعا کی ضرورت ہے، اور دعا ایسی چیز ہے وہ بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، وہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں درخواست کرنے کا نام ہے، تو جو قادر مطلق ہے وہ جب چاہے کایا پلٹ دے، اور جس کو چاہے اوپر کردے، جس کو چاہے نیچے کردے، جن کے آگے ساری طاقتیں ہیچ ہیں، ان سے عرض کرنا کتنی بڑی بات ہے، جب وہ چاہیں گے کافر کا بیج ہی مٹادیں گے، کتنے کافروں کے بیج مٹائے ہیں، یہ کافر کوئی بڑی چیز ہے کیا؟ مگر ہم عرض تو کریں، عرض کرنے کو معمول بنالیں۔

ویسے تو عام حالت میں دعا کرنی چاہیے، لیکن خاص طور پر اس وقت جب مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہو، اور کافر تباہ و برباد کر رہے ہوں، ان کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچا رہے ہوں، اس وقت سب کے لئے ہم دعائیں مانگنے کا

معمول بنائے رکھیں، اور خاص طور پر مجاہدین کشمیر اس وقت بہت اہم معرکہ میں مشغول ہیں، اس وقت ان کے لئے خاص طور پر بڑی توجہ اور دھیان سے دعا کی ضرورت ہے، اس لئے کہ الدعاء سلاح المؤمن "دعا مؤمن کا ہتھیار ہے" جتنے بھی غزوات ہیں، جن میں سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود شرکت فرمائی ہے تو تاریخ اسلام پڑھ کر دیکھیں تو یہ نظر آئے گا کہ ایک طرف صحابہ کرام اور جو کچھ تھوڑا بہت ہتھیار رہے اس کی تیاری ہے، اور دوسری طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر دعائیں کی ہیں۔

غزوہ بدر کی رات آپ کا ساری رات رونا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات کے اندر لکھا ہے کہ جس رات کو گزر کر سویرے غزوہ بدر ہونا تھا، وہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھپر میں گزاری، اور پہرے دار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پہرہ دے رہا تھا کہ کوئی دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے، اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں سر رکھے روتے رہے روتے رہے، یہاں تک کہ پوری رات رونے میں گزار دی، اللہ اکبر، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا برداشت نہیں ہوا، تو میں اندر گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا مبارک سجدے سے اٹھایا کہ حضور اتنا نہ روئیے، آپ کا رونا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا، خدا کے لئے بس اب اٹھ جائیے، بہت رولیا آپ نے ہمارے لئے، بس جیسے ہی

حضور ﷺ اللہ کی طرف سے فتح کی بشارت لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام پہنچ گئے، دعا اتنی بڑی چیز ہے۔ تو یہ موقع ایسا ہے کہ دعا کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اللہ کے سامنے گڑگڑائیں کہ اللہ مجاہدین کشمیر کی خصوصی مدد فرمائے، اور ان کو فتح مبین عطا فرمائے، اور ان کی مدد کے لئے اللہ فرشتوں کو نازل فرمائے، اور ان کو مکمل کامیابی عطا فرمائے، اور ان کے مقابلے میں جتنے بھی ہندو، یہودی، مجوسی، کفار اور مشرکین ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کا بیج مٹا دیں، ان کی ساری طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے، ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دے، ان کو اپنی گرفت میں لے لے، جیسے کوئی طاقتور اپنی گرفت میں لیتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی گرفت میں لے اور ہمیشہ کے لئے ان کا نام مٹا دے، اسلام اور مسلمانوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ شان وشوکت عطا فرما دے، اور اسلام کا بول بالا اللہ تعالیٰ پورے عالم میں فرما دے۔

دعا کی برکت سے حالات بدل جاتے ہیں

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ تقدیر بھی بدل دیتے ہیں، دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے، کیونکہ تقدیر کے سامنے اللہ تعالیٰ عاجز تو نہیں ہیں، جب عاجز نہیں ہے تو بلا شبہ جو ان سے درخواست کرے گا وہ اس کو اپنی حکمت سے بدل بھی سکتے ہیں، اس لئے گڑگڑا کر دعا کرنی ہے، صرف ابھی نہیں کرنی بلکہ مستقل ہمیں اپنا معمول بنانا ہے، اور کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں قنوت نازلہ شروع کر دیں، اور فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جائے، سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ الحمد للہ ہمارے

دارالعلوم میں فجر کی نماز میں قنوط نازلہ ہو رہی ہے، تقریباً ایک ہفتہ ہو گیا ہے، مجاہدین کشمیر کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہو رہی ہے۔

مجاہدین کے لئے جان مال ایک کر دیں

چوتھی بات یہ تھی کہ مجاہدین کشمیر کے لئے ہمیں مال سے بھی مدد کرنی چاہیے، جان سے بھی تیار رہنا چاہیے کہ جب موقع ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ جان بھی دیں گے، اور فی الحال ان کو مال کی بڑی سخت ضرورت ہے، مال سے بھی اللہ کے راستے میں حصہ دینا چاہیے، جو ایک روپیہ اللہ کے راستے میں دے گا، کم از کم سات سو گناہ اس کو ثواب ملے گا، اور مزید اس میں اخلاص ہو گا تو سات لاکھ تک اس کا ثواب بڑھ جائے گا، ایک روپیہ دے گا سات لاکھ روپیہ دینے کا ثواب ملے گا، تو آج ہی سے ہم اپنی آمدنیوں کا تناسب مقرر کر لیں کہ اتنا ہر ماہ باقاعدگی سے دیں گے، جتنی بھی اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دے، وہ وہاں ان کو پہچانے کی کوشش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ہمارے مال سے ہماری جہاد میں شرکت ہو جائے، اور جہاد میں شرکت کا جو ثواب عظیم ہے، مال سے بھی شرکت ہوتی ہے، جان سے بھی شرکت ہوتی ہے، دعا سے بھی شرکت ہوتی ہے، ہر طرح سے شرکت ہو سکتی ہے، اس وجہ سے جس طرح ممکن ہو اس میں شرکت کریں، اب دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان چار باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

قحط سالی کے اسباب

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/ ۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۷

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

قحط سالی کے اسباب

اور

ان کا علاج

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔اما بعد !

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم ○بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ○ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ○ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ○ وَ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ○صدق اللّٰہ العظیم

(سورۃ النوح)

سب مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

میرے قابل احترام بزرگو! متعدد احادیث میں یہ مضمون موجود ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جس طرح ایک جسم کے کسی عضو میں درد ہو تو

سارے جسم میں درد ہوتا ہے، کان میں درد ہوتو سارا جسم درد کرتا ہے، گردے میں درد ہوتو سارا جسم درد میں تڑپتا ہے، دل میں درد ہوتو سارا جسم نڈھال ہو جاتا ہے اور تکلیف محسوس کرتا ہے، جسم کے کسی حصہ میں کانٹا یا سوئی چبھ جائے تو سارے جسم میں اس کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح ساری دنیا کے مسلمان ہیں، دنیا کے کسی کونے میں کسی مسلمان پر کوئی تکلیف آجائے، یا انہیں کوئی پریشانی پیش آجائے، یا کسی حادثے سے دوچار ہو جائیں تو ان کی اس تکلیف سے باقی دنیا کے مسلمانوں کو بھی احساس ہونا چاہئے، اس لئے کہ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، اور سارے مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جس طرح جسم کے اندر کسی ایک حصہ کی تکلیف کو سارا جسم محسوس کرتا ہے اسی طرح پوری امت مسلمہ کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو باقی حصے کے بھی تمام مسلمانوں کو اس کا احساس ہونا چاہئے، اس کو محسوس کرنا چاہئے اور ان کو ان کی اس تکلیف کی وجہ سے تکلیف ہونی چاہئے۔

غیروں کا درد اپنا درد، غیروں کی راحت اپنی راحت

یہ بھی ہمارے دین وایمان کا ہم سے تقاضا ہے اور ہم سے اس کا مطالبہ ہے کہ ہمارے اندر ایسا احساس ہونا چاہئے اور ہمارا ضمیر اتنا زندہ ہونا چاہئے کہ ہمیں دوسرے مسلمانوں کی تکلیف سے خود کو تکلیف ہو، اور ان کی راحت سے ہمیں راحت محسوس ہو، ان کی مسرت سے ہمیں مسرت ہو اور ان کی تکلیف سے ہمیں تکلیف ہو، اور اگر ان کی تکلیف سے ہمیں تکلیف نہیں ہوتی تو ہمارے ضمیر

کے مردہ ہونے علامت ہے، اور ہمارے بے حس ہونے کی نشانی ہے، اور اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے اندر ہمارے اپنے بھائیوں کا درد نہیں، اور جن لوگوں کو ایمان کامل ہوتا ہے اور جن کے اعمال کامل ہوتے ہیں ان کے اندر یہ بات پورے طور پر پائی جاتی ہے، ان کو دوسرے مسلمانوں کی تکلیف کا ایسا احساس ہوتا ہے کہ اپنی تکلیف کا بھی اتنا احساس نہیں ہوتا۔

حضرت تھانویؒ کے دل میں امت کا درد و غم

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ بات جگہ جگہ موجود ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مسلمان بڑی بڑی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے، رسوائی مسلمانوں کے اوپر چھائی ہوئی تھی، انگریزوں کا دور تھا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی سونے کے وقت مجھے مسلمانوں کی خستہ حالی اور بدحالی اور ان کی پریشانیوں کا دھیان آجاتا ہے تو میری نیند اُڑ جاتی ہے، اور اگر ان کی تکالیف کا بھوک کے وقت دھیان آتا ہے تو میری بھوک اُڑ جاتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے ہیں ولی ہیں ان کا یہ حال ہے کہ ان کے لئے مسلمانوں کی تکلیف ایسی ہے جیسی اپنی تکلیف ہے۔

روحانی باپ کے دل میں روحانی اولاد کا غم

مسلمانوں کی پریشانی کا ایسا خیال ہے جیسے اپنے بچوں کی پریشانی کا خیال ہے، جیسے ننھی منی اولاد کو اگر رات کو تکلیف آگھیرے تو والدین اپنی تکلیف بھول

جاتے ہیں، کھانے کے وقت اگر معلوم ہو جائے کہ بیٹے کے ساتھ یہ کچھ ہوا تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں کہ اولاد سے محبت ہے، ماں باپ سے محبت ہے، بہن بھائیوں سے محبت ہے، تعلق ہے، اس تعلق کی وجہ سے انسان اپنا کھانا، پینا، جاگنا، سونا چھوڑ دیتا ہے۔

ہمارا باطن ٹھیک نہیں

یہی احساس ہمارے اندر ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کا بھی ہونا چاہئے، اگر ہمارے اندر یہ احساس نہیں ہے تو ہمارے اندر بہت بڑی کمی ہے اور ہماری کمزوری ہے، اور ہمارے باطن کے صحیح نہ ہونے کی علامت ہے، جن کا باطن بن جاتا ہے، ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کی تکلیف بھی ان کی اپنی تکلیف بن جاتی ہے ان کی پریشانی بھی اپنی پریشانی بن جاتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی اس کا کچھ احساس ہونا چاہئے، یوں تو اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں پر طرح طرح کی آفتیں ٹوٹ پڑی ہیں، طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں، کفار ان پر مسلط ہیں، اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے ہیں۔

قحط زدہ مسلمان اور ہماری ذمہ داریاں

مسلمان باوجود بے شمار لاتعداد ہونے کے کافروں کے سامنے مغلوب ہیں، ان کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں، لیکن کچھ علاقوں میں صورت حال ایسی ہے جو بہت زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہے۔ جیسے بوچستان کے علاقے میں قحط

پڑ گیا ہے، اسی طرح افغانستان کے بعض علاقوں میں قحط پڑا ہوا ہے، روزانہ وہاں جانور مر رہے ہیں، کھانے کو نہیں ہے، پینے کے لئے کچھ نہیں ہے، سبزہ نہیں ہے، بارش بند ہے، اور بارش کے بند ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا، جس کی وجہ سے ندی نالے، نہر، تالاب سب خشک پڑے ہیں، جب پانی نہیں ہے، سبزہ نہیں ہے تو ظاہر ہے جانور کا تو اسی پر گزارا ہے، اسی طرح جب فصلیں نہیں اُگیں گی تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے غذائی قلت پیدا ہوگی، جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کے لئے بہت بڑی تکلیف ہے اور پریشانی ہے، اور سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ ان کا قیمتی سرمایہ جو جانوروں کی صورت میں ہے یہ سب کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو رہا ہے، ان کے سامنے وہ دم توڑ رہے ہیں، یہ کتنی اذیت اور تکلیف والی بات ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نہ کرے قحط سالی بڑھ گئی اور جس طرح سے ہم سب کو اس طرف توجہ دینی چاہئے تھی ہم نہیں دے رہے تو وہ سب بھی بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے۔ نقل مکانی پر وہ مجبور تو ہو رہے ہیں، خدانخواستہ کسی اور پر یہ قحط سالی پڑے تو اسے پتہ چلے گا، اس کا اندازہ اسی کو ہے جس پر یہ پڑتی ہے، یہ کتنی زبردست تکلیف ہے۔ لیکن جس درجہ کا ہمارے اندر اس تکلیف کا احساس ہونا چاہئے وہ احساس ہمارے اندر پیدا نہیں ہو رہا، بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ بھی ہمارے دین وایمان کا حصہ ہے، اور ہماری ذمہ داری ہے، دین وایمان ہم سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ تمہیں اپنے بھائیوں کی تکلیف کا ایسے ہی احساس

ہونا چاہئے جیسے تمہیں اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، اپنے گھر والوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، اپنے اہل وعیال کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، اپنے رشتہ داروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح سے تمہیں ان کی بھی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے، اور احساس ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں ان کی تکلیف دور کرنے کے لئے ہم سے جو ہوسکتا ہو، وہ ہمیں کرنا چاہئے۔ تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے اندر احساس ہونا چاہئے اور اگر احساس نہیں ہے تو پھر احساس پیدا کریں۔

دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا اور غمی میں غمگین ہونا یہی اصل احساس ہے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا جب کہ ایک زمانے میں میری یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ اسباب میسر سے بھی مجھے خوشی نہیں ہوتی تھی یعنی خوشی کے اسباب ہونے کے باوجود بھی مجھے کوئی مسرت نہیں ہوتی تھی، اور جن باتوں سے انسان کو غم ہوتا تھا وہ مجھے پیش آتی تھیں، لیکن مجھے غم نہیں ہوتا تھا، تو اس زمانے کے اندر جب کوئی خوشی پیش آتی تھی تو میں بتکلف خوش ہوتا تھا، اور جب کوئی غم پیش آتا تھا تو بتکلف غمگین ہوتا تھا۔ تو میری اس کوشش کے نتیجے میں اللہ کے فضل وکرم سے میری پہلی حالت تبدیل ہوگئی، اور جو دوسری حالت تھی وہ میری طبیعت بن گئی کہ خوشی کی حالت میں میری حالت خوشی والی ہوتی تھی اور غم کے وقت میری حالت غم والی ہوتی تھی، اور اگر کوئی اور ہوتا تو پہلی والی حالت تو بہت ہی اعلی سمجھتا کہ یہ تو بہت ہی بڑے مقام پر فائز ہیں، ان کو تو نہ غم کا

غم رہا، اور نہ خوشی کی خوشی رہی، یہ تو رنج وغم کی حالت سے بہت دور چلے گئے، بہت اونچے چلے گئے، حالانکہ اونچے نہیں بلکہ نیچے آگئے، اس لئے نیچے آگئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حال تھا کہ غم کی باتوں سے غم ہوتا تھا اور خوشی کی باتوں سے خوشی ہوتی تھی۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بیٹے کے پاس تشریف لے جانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دودھ پلانے کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر ایک لوہار کی بیوی کو دیے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے، ان کی بیماری کے زمانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی گود میں دیا گیا تو ابھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود ہی میں تھے کہ ان کا سانس چل گیا اور نزع کی کیفیت طاری ہوگئی اور تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں انتقال ہوگیا،

بیٹے کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

اور جیسے ہی آپ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یہ سمجھتے تھے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں، آپ پر شاید اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا، ایسی بات سے متأثر نہیں ہوں گے، لیکن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے انتقال پر رو رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں بھی غمگین ہوں، لیکن میں زبان سے وہی کہوں گا جس کا حکم ہے اور فرمایا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، اور پھر فرمایا کہ اے ابراہیم! ہم تمہاری موت پر بہت غمگین ہیں۔ دیکھئے! حضور کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو آرہے ہیں، تو غم کی باتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غم ہوتا تھا، اور خوشی کی باتوں سے خوشی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے، لہٰذا سنت کا جو بھی حال ہوگا وہی اکمل ہوگا۔

مزاج کو مزاجِ نبوی بنائیں

اسی لئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس پہلے حال کا علاج کیا کہ جب خوشی کا موقع آتا تو بتکلف خوش ہوتے اور جب غم کا موقع آتا تو بتکلف غم کرتے، اس علاج سے ان کی حالت بدل گئی اور مسنون حالت قائم ہوگئی۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہماری طبیعت میں اگر ان کی تکلیف کا احساس

نہیں ہے تو ہمیں اس کا احساس کرنا چاہئے، یہ نہیں کہ بس اخبار پڑھا اور ایک آدھ جملہ کہہ دیا کہ واقعی وہاں بہت سخت قحط پڑا ہوا ہے، بھائی وہاں قحط پڑا ہوا ہے کوئی ان کی طرف توجہ نہیں دے رہا حکومت بھی توجہ نہیں دے رہی، بس اخبار پڑھا، حالات سنے اور دو تین جملے تبصرے کے لئے کہے، اور پھر بس خاموش، یہ ہماری بے حسی ہے اور بے حس ہونے کی علامت ہے، اس کا علاج بھی یہی ہے کہ ہم فکرمندی کے ساتھ ان کے حالات سنیں اور پڑھیں، اور سننے پڑھنے کے بعد دل سے پھر ان کی تکلیف کو محسوس کریں، اور تھوڑی دیر کے لئے سوچیں کہ اگر خدانخواستہ ہم پر یہ تکلیف ہوتی تو پھر کیا ہوتا۔ ہم پر بھی ایسی حالت آئی ہوئی ہے، بارشیں نہیں ہو رہیں، ہر طرف حالات خراب ہیں، بے چینی ہر طرف ہے، لیکن یہ تکلیف اس درجہ کی نہیں ہے جس درجہ کی تکلیف ان لوگوں کو ہے۔

قحط بداعمالیوں کا ثمرہ ہے

صرف تھوڑی دیر کے لئے غور فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر خدانخواستہ اسی درجہ کی حالت ہماری ہو جائے تو پھر ہمارا کیا ہوگا۔ اس غور و فکر سے ہمارے اندر احساس پیدا ہوگا، اور یہ احساس ہمیں اپنے اندر بتکلف پیدا کرنا چاہئے، یہ احساس ہونا چاہئے، اور اس کے بعد ہمیں چند کام کرنے چاہئیں۔

ان میں سے سب سے اہم اور بنیادی کام یہ ہے کہ ہمیں وہ سبب تلاش کرنا چاہئے جس کی وجہ سے یہ مصیبت یہ قحط سالی آئی ہے، یہ وبال آیا ہے، اور اس وبال کی پرچھائی ہم پر بھی چھائی ہوئی ہے، اور کسی بھی وقت ہم اس میں مبتلا

ہو سکتے ہیں، اور یہ ہم پر بھی آ سکتا ہے، تو اس کا ایک عمومی سبب اور ایک خاص الخاص سبب گناہوں کی کثرت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ

(سورۃ الشوریٰ: ۳۰)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم پر جو مصیبتیں آتی ہیں یہ تمہاری ہی بداعمالیوں کی وجہ سے آتی ہیں، تمہارے گناہوں کی وجہ سے یہ مصیبتیں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو اپنی شان کی وجہ سے معاف فرماتے رہتے ہیں، ہر ہر گناہ پر نہیں پکڑتے، ہر گناہ پر وبال نہیں آتا، ہر گناہ پر نحوست نہیں آتی، آدمی کا گناہ جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر اس کا وبال اس پر ظاہر ہوتا ہے، ورنہ بیشتر گناہ تو اللہ پاک خود ہی معاف کر دیتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ ہر گناہ کے بدلے میں پکڑیں تو پھر ہمارا کھانا پینا سب کچھ ختم ہو جائے، نہ پینے کو ملے، نہ کھانے کو ملے۔

یہ تو ہم اللہ کے فضل سے ہی کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں اور جی رہے ہیں، ورنہ ہمارے گناہ تو اتنے ہو چکے ہیں کہ نہ تو ہم پینے کے لائق ہیں، نہ کھانے کے لائق ہیں اور نہ جینے کے لائق ہیں، نہ چلنے پھرنے کے لائق ہیں، یہ تو اس کا فضل ہے، اور یہ جو ہمارے درمیان بوڑھے ہیں، بچے ہیں ان کے طفیل ہم کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، جی رہے ہیں، لہٰذا قحط کا عمومی سبب تو یہ ہے، ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے، اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے اور اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے، گناہ سے بچ کر اور توبہ اختیار کر کے پاکیزہ زندگی اختیار کرنی چاہئے۔

قحط کے خاص اسباب

ایک خصوصی سبب بھی ہے، ہے تو وہ بھی گناہ، لیکن وہ خاص اس قسم کے حالات کا سبب ہوتا ہے، اس کی وجہ سے عام طور پر ایسے حالات پیش آتے ہیں، اور وہ ہے سود کا لین دین، سود کا کاروبار کرنا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں سود کا لین دین ہوگا، وہ قوم ضرور قحط سالی میں مبتلا ہوگی، اور جو قوم رشوت کا لین دین کرے گی وہ مغلوبیت کے وبال میں مبتلا ہوگی۔

دونوں گناہ ہمارے اندر پائے جاتے ہیں، بینک میں پیسے رکھے جاتے ہیں، اور یہ کام مسلمان کرتے ہیں، ہمارے اپنے ملک میں ہورہا ہے، بینک کے ذریعے سے لینا دینا ہوتا ہے، منافع لیا جاتا ہے، سیونگ اکاؤنٹ ہو یا پھر فکس ڈیپازٹ ہو، ہر طرح کا نفع ناجائز ہے، کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، نفع کے نام سے پیسے ملتے ہیں اور وہ سود ہے، اور سود کا لین دین جو قوم کرتی ہے وہ قوم قحط سالی میں مبتلا ہوجاتی ہے، خشک سالی میں مبتلا ہوجاتی ہے۔

رشوت اور سود نے ہمیں کافروں کا ابدی غلام بنادیا ہے

مغلوبیت کا یہ حال ہے کہ ہم سب مغلوب ہیں، کافر غالب ہیں، بس جو بات کافر کہہ دیں وہ کام ہم کررہے ہیں، ہم ہر طرح سے ان کے ساتھ عاجز ہیں، ہم ایٹمی قوت بن گئے اس کے باوجود ہم ان کے غلام ہیں، وہ جو چاہیں اپنی من مانی کرلیں، اس کے باوجود ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، ہماری مغلوبیت کا یہی حال ہے

اس کی وجہ یہی ہے ہمارے اندر رشوت عام ہے، کون سا سرکاری محکمہ ایسا ہے جس کے اندر رشوت نہ ہو، اس کا لین دین نہ ہو، بغیر رشوت کے کوئی کام ہوتا ہی نہیں، اور رشوت بھی موجب لعنت ہے، اور سود بھی موجب لعنت ہے، رشوت پر لعنت کے جو اثرات ہیں ان میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ لوگ مغلوب ہو جاتے ہیں، قحط سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کا احترام جاتا رہتا ہے، ان کی عزت نہیں رہتی، ان کا سکون غارت ہو جاتا ہے، اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بے سکونی، بے قراری اور بے چینی کے اندر مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ لعنت کے اثرات ہیں، لہٰذا قحط سالی کی بنیادی وجہ سود کا لین دین ہے، سود کا لین دین ہمارے اندر اتنا عام ہے کہ اس کے علاج کے لئے بھی کئی مہینے چاہئیں۔

تجارتی امور کی کئی ناجائز شکلیں

بہت سے تاجر سود کا کاروبار اس طریقے سے کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ اپنی اپنی رقمیں ان کے حوالے کر دیتے ہیں، اور ان کی رقم ان کے پاس محفوظ رہتی ہے، اور کاروبار میں لگی رہتی ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ آپ اپنی مرضی سے ہمیں کچھ دیدیا کریں، اور وہ تاجر اپنی مرضی سے ایک لاکھ پر کبھی ڈھائی ہزار روپے دیدئے، کبھی دو ہزار روپے دیدئے، کبھی ایک لاکھ پر تین ہزار روپے دیدئے، اور کبھی پونے تین ہزار دیدئے اور کہتے ہیں کہ اس میں نفع فکس نہیں ہے، اس لئے یہ جائز ہے، اپنی طرف سے اس کو جائز سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ سودی معاملہ ہے، اس لئے کہ نہ شرکت کا معاملہ ہوا، نہ مضاربت کا معاملہ ہوا، نہ مرابحہ کا

معاملہ ہوا، رقم محفوظ اور نفع متعین نہیں لہٰذا جو رقم آپ کی اس نے محفوظ کر لی، یہ رقم آپ کی اس کی طرف قرض ہوگئی، اور قرض ہونے بعد اس پر جو بھی نفع آئے گا چاہے فکس ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں سود بنے گا۔

انعامی بانڈ میں اور بینک کے نفع میں یہی فرق ہے کہ بینک جو رقم اپنے ہاں رکھتا ہے تو اس پر متعین شرح سے نفع دیتا ہے، وہاں پر بھی اصل رقم محفوظ ہے، اس محفوظ رقم پر وہ متعین شرح سے نفع دیتا ہے، وہ ہے سود، اور انعامی بانڈ کی اسکیم میں بھی جو لوگ اپنی رقم دیتے ہیں وہ حکومت پر قرض ہوتی ہے، اور حکومت اس پر جو نفع دینا چاہتی ہے وہ اس کو شرح متعین سے نہیں دیتی بلکہ بذریعہ قرعہ اندازی دیتی ہے، جتنا نفع دینا ہے اس کو قرعہ اندازی کے ذریعہ دیدیا جاتا ہے، تو متعین نہیں ہے، اس کی مقدار بھی متعین نہیں ہے، اور آدمی بھی متعین نہیں ہے، لہٰذا وہ بھی اس سود کے دائرے میں آتا ہے، لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر اس سے کاروبار کر رہے ہیں اور لوگوں کو نفع دے رہے ہیں، اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم اس پر جائز کاروبار کر رہے ہیں، حالانکہ یہ سودی معاملہ ہے، اور بینکوں کے ذریعہ سے کتنے سودی معاملات ہو رہے ہیں، ڈیفنس سیونگز سرٹیفکیٹ ہو یا انعامی بانڈ یا بینکوں کے یہ کھاتے ہوں جس پر شرح سے نفع دیا جاتا ہے، یہ سب سودی معاملات ہیں۔

اسلامی ملک سود کی لپیٹ میں

اس طرح سے ہمارے پورے ملک میں سود کا لین دین اتنا عام ہے جس

کا کوئی اندازہ نہیں ہے، جتنے بینکوں سے قرضے لئے جاتے ہیں چاہے زرعی زرقیات کے قرضے ہوں وہ سب بھی سود ہیں، بلاسود تو ہوتے ہی نہیں، سب سود پر ہوتے ہیں، اس طریقہ سے اتنے حرام اور ناجائز معاملات ہورہے ہیں تو اس بنا پر قحط نہیں پڑے گا تو اور کیا ہوگا، بہرحال! قحط پڑنے کی، خشک سالی کی بنیادی وجہ خاص سود کا لین دین عام ہونا ہے، لہٰذا جتنا ہوسکے ہمیں سودی لین دین سے توبہ کرنی چاہئے، اور عمومی گناہوں سے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے رجوع ہوکر گڑ گڑا کے اللہ سے معافی مانگیں۔

توبہ کی پہلی شرط: ندامت اور شرمندگی

توبہ کی تین شرطیں ہیں، جس کی طرف عام طور پر ہماری توجہ نہ ہونے کی وجہ سے ہماری توبہ کامل نہیں ہوتی، اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ جو گناہ آدمی سے ہوگئے اپنے دل میں اپنے گناہوں پر شرمندہ اور نادم ہوکہ بہت برا کیا، یا اللہ ہمیں آپ کی نافرمانی نہیں کرنی تھی اے پروردگار ہم سے غلطی ہوگئی ہم اس پر نادم اور شرمندہ ہیں۔

دوسری شرط: گناہ چھوڑنا

دوسری شرط یہ کہ اسی وقت اس گناہ کو چھوڑ بھی دے، یہ جو دوسری بات ہے یہ بات کم لوگ پوری کرتے ہیں بلکہ گناہ بدستور جاری رہتا ہے، ویسے ہی استغفار کرلیا جاتا ہے اور ویسے ہی استغفر اللّٰہ، اللّٰھم اغفرلی پڑھ لیا جاتا ہے، تو بھائی گناہ چھوڑے بغیر خالی استغفار کرنے پر تو شیطان بھی ہنستا ہے، گناہ

ختم کئے بغیر سو کے بجائے لاکھ دو لاکھ استغفار ختم کر لے، اس سے کیا ہوتا ہے، یعنی گناہ تو برابر جاری ہے، جب گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہیں ہے تو پھر وہ توبہ، توبہ ہی نہیں ہے۔ توبہ اور استغفار کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس گناہ کو بھی آدمی چھوڑے جس میں مبتلا ہے، فوراً اس کو چھوڑے۔

تیسری شرط: آئندہ نہ کرنے کا عزم

اور تیسری شرط یہ ہے کہ چھوڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ آئندہ بھی نہیں کروں گا، چاہے اس کو یہ خطرہ ہو اپنے بارے میں کہ یہ گناہ ایسا ہے کہ مجھ سے پھر ہو جائے گا، اس کی پرواہ نہ کرے، فی الحال چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرے، ان تین باتوں کو جب آدم جمع کرے تو تب جا کر آدمی کی توبہ توبۃ النصوح ہوتی ہے، اور اس کی توبہ خالص ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی ہے، اور وہ ایسی زبردست توبہ ہوتی ہے کہ اسی آن اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

بندہ کا حق بندہ سے معاف کرانا ضروری ہے

بشرطیکہ کسی بندہ سے اس گناہ کا تعلق نہ ہو، اگر کسی بندہ کی حق تلفی کی ہوئی ہوگی تو پھر پہلے اس بندے سے معاف کرانا ہوگا، پھر اسی لمحے وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، اور اللہ پاک نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ جو ایسی توبہ ہم سے کرے گا اور ایسا استغفار کرے گا تو ہم ضرور اس کی بخشش کریں گے۔

عذاب سے حفاظت کے دو ذریعہ

عذاب سے بچنے کے لئے اللہ پاک نے دو ذریعہ بتلا دئے۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اور دوسرا استغفار، حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا سے جانے والا ہوں میں جب تک دنیا میں ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہونے کا ذریعہ ہوں، کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ہم ان پر عذاب نازل نہیں کریں گے، کفار مکہ نے کہا بھی کہ آپ ہم پر عذاب نازل کردیں اگر یہ برحق ہے، اللہ نے فرمایا کہ جب تک حضور موجود ہیں ہم اپنا عذاب نازل نہیں فرمائیں گے، آپ بھی اللہ کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہیں، تو آپ نے فرمایا میں دنیا سے جانے والا ہوں، آپ تشریف لے گئے اب ایک صرف ایک ذریعہ باقی ہے اور وہ ہے استغفار۔

استغفار ڈھال ہے عذاب سے

جو لوگ استغفار کرتے رہیں گے ان پر بھی اللہ کا عذاب نازل نہیں ہوگا، اور استغفار کا مطلب یہی ہے کہ جو گناہ کئے ہیں، ان پر شرمندہ ہوں اور ان کو چھوڑ کر آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، تو جو قوم ایسا کرتی رہے گی تو عذاب جو مقدر ہوگا وہ بھی ٹل جائے گا۔ تو ہمیں استغفار کرنے کی ضرورت ہے، اور استغفار اپنے لئے بھی کریں، رشتہ داروں کے لئے بھی کریں، اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی کریں، اور جہاں قحط پڑا ہوا ہے وہاں کے مسلمانوں کے لئے بھی کریں،

اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے بھی استغفار کریں، کہیں جہاد ہو رہا ہے، وہاں بھی استغفار کی ضرورت ہے، جہاں قحط پڑا ہوا ہے وہاں کے لئے بھی استغفار کی ضرورت ہے، اور ہم طرح طرح کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے دوچار ہیں اس کے لئے بھی استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم بھی بارش سے محروم ہیں، ہمیں بارش کی سخت ضرورت ہے، اس کے لئے ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے توبہ ان لوگوں کے لئے بھی جو اس وقت اس قحط میں مبتلا ہیں استغفار کریں، اور اپنے لئے بھی استغفار کرنا چاہئے، پہلے ان کے لئے کریں پھر اپنے لئے کریں۔

اپنے ساتھ سب مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

یہ بہت ہی مختصر سا استغفار ہے اس میں اپنے لئے بھی اور تمام مسلمانوں استغفار آجاتا ہے، لہٰذا یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ سارے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما، اور اے اللہ ہم سے جتنے گناہ ہو چکے ہیں ان سب کو معاف فرما، اور ہم پر جو وبال آگیا ہے دشمنوں کی صورت میں، کہیں قحط سالی کی صورت میں، کہیں بارش کے بند ہونے کی صورت میں، کہیں بیماری کی صورت میں، کہیں وباؤں کی شکل میں، کہیں پریشانیوں اور مصیبتوں کی صورت میں، یا اللہ تو ان سب کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما، اور اپنی رحمت سے معاف فرما، اور ہماری کامل مغفرت فرما۔ اور دوسروں کے لئے مغفرت کی دعا

کرنے کے حدیث میں تین فائدے بیان کئے گئے ہیں، یعنی اگر کوئی شخص دوسرے مسلمانوں کے لئے استغفار کرے گا اور ان کی مغفرت مانگے گا تو اس کو تین فائدے حاصل ہوں گے۔

دوسروں کے حق میں دعا کرنے کے تین فائدے

پہلا فائدہ یہ کہ جتنے مسلمانوں کے لئے وہ استغفار کرے گا ہر مسلمان کے بدلے اس کے اعمال نامہ میں ایک نیکی لکھی جائے گی، ذرا سی دیر میں کروڑوں نیکیاں آپ کے نامہ اعمال میں آجائیں گی، اور میں کروڑوں کے بجائے اربوں کھربوں نیکیاں حاصل کرنے کا طریقہ میں بتاتا ہوں، وہ یہ کہ آپ کہیں اے اللہ! آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جو لوگ وفات پاچکے ہیں، اور جو موجود ہیں، اور جو قیامت تک آئیں گے، سب کی مغفرت فرمادے، ان کی بخشش فرما، اور ان کو اور ہم کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا فرما، تو بجائے کروڑوں کے اربوں کھربوں بلکہ لامتناہی تعداد ہوگئی، اللہ تعالیٰ بھی کیسا مہربان ہے وہ اپنی رحمت سے نوازنا چاہتے ہیں کہ تم ان کے لئے استغفار کرلو، ہم تمہارے لئے کردیں گے۔

حالانکہ یہ تو ہمارے ایمان کا تقاضا تھا کہ ہم ان کے لئے دعا کریں اور اگر اس کے بدلہ کوئی اجر نہ ہوتا تب بھی یہ ہمارے ایمان کا تقاضا تھا کہ ہم ان کے لئے دعا کریں، پس اللہ تعالیٰ تو غفور الرحیم ہیں، وہ تو بہانے بہانے سے اپنی رحمتوں کی بارش کرنا چاہتے ہیں، ایک تو یہ فائدہ ہوگیا۔

مستجاب الدعوات بننے کا ذریعہ

دوسرا فائدہ یہ کہ حدیث میں یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے مسلمان کے لئے روزانہ ستائیس مرتبہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنا دیتے ہیں، یعنی اس کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے بنا دیتے ہیں جن کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی ہے، اب یہ اپنے لئے یا کسی کے لئے بھی اللہ کی بارگاہ میں جب دعا کرے گا تو اس کی دعا رد نہیں ہوگی، اللہ اس کی دعا کو قبول فرمائیں گے کیونکہ اس نے دوسرے مسلمانوں کے لئے دعا کی ہے، ایک حدیث میں ستائیس مرتبہ ہے اور ایک میں پچیس مرتبہ ہے، میں نے ستائیس والی روایت لے لی، کیونکہ اس میں پچیس والی بھی آ گئی ہے، تو ایک انعام تو یہ ہوگا کہ اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے۔

تیسرا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان بندوں میں شمار کر دیں گے، جن کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جب اس کی وجہ سے دوسروں کو روزی ملے گی تو کیا یہ محروم رہے گا، جب اس کی وجہ سے قحط دور ہوگا تو یہ خود مال کی فراوانی سے مالا مال ہوگا، اپنا بھی فائدہ اور دوسروں کا بھی فائدہ، دوسروں کے لئے دعا کرنے میں مشغول ہونے میں اللہ نے کتنا فائدہ رکھا ہے، تو ہم کو اس کا ہی احساس کر لینا چاہئے، اور نہیں تو ثواب کا خیال کر لینا چاہئے کہ ہر مسلمان کے بدلے میں ایک نیکی مل رہی ہے، اور روزانہ ہم ستائیس مرتبہ کا معمول بنا لیں گے تو اللہ تعالیٰ دو فائدے اور دیں گے کہ اللہ ہمیں ان لوگوں میں

بنا دیں گے کہ جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور ان لوگوں میں سے کر دیں گے جن کی بدولت مخلوق کو روزی ملتی ہے۔ استغفار کتنی بڑی دولت ہے، بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے استغفار کو ہر تنگی سے نکلنے کا ذریعہ بنانا ہے، ہر مصیبت اور تکلیف سے بچنے کا ذریعہ بنایا ہے، جب بھی کوئی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو تو کثرت سے استغفار شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے اس کی تمام مصیبتیں اور پریشانیاں دور فرما دیں گے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے، مصیبت آئی، پریشانی آئی تو ہمارے گناہوں کے سبب سے آئی، اور جب ہم نے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش مانگ لی تو اللہ نے سب کچھ معاف کر دیں گے، وہ ضرور بخشیں گے، وہ رحیم ہیں، لہٰذا وہ ضرور معاف کریں گے۔

جب کافر ایمان لے آتا ہے تو اس کے کفر اور شرک کو بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں، تو مسلمان کا گناہ تو کفر اور شرک سے کم ہے، اس کو اللہ کیوں نہیں معاف فرمائیں گے، اللہ کا وعدہ ہے اللہ پاک معاف فرمائیں گے، ہمیں یقین رکھنا چاہئے، اور یہ کام ہمیں کرنا چاہئے۔

بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار نوجوان کا واقعہ

دوسرا کام یہ کرنا چاہئے کہ جہاں کہیں بھی نماز استقاء کا اعلان ہو، وہاں ہمیں بڑے اہتمام کے ساتھ جانا چاہئے، اور نماز استقاء ادا کرنی چاہئے، کیونکہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا تو

موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ سب میدان میں جمع ہو جائیں، وہاں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگیں گے، ستر ہزار بنی اسرائیل جمع ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام دعا کرانے والے تھے، اور یہ سب آمین کہنے والے تھے، دیر تک یہ سب دعا کرتے رہے، کرے رہے، لیکن بارش نہیں ہوئی، موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے دن کا اعلان کر دیا، اور طریقہ بھی یہی ہے کہ ایک دن دعا کرے اگر اس دن نہ ہو تو دوسرے دن پھر کرے، اس دن بھی بارش نہ ہو تو تیسرے دن پھر کرے، اور اگر اس دن بھی نہ ہو تو پھر چھوڑ دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام تین دن تک کرتے رہے، اور تیسرے دن بھی دیر تک دعا کرتے رہے، لیکن نہ بارش ہوئی اور نہ بارش کے آثار نمودار ہوئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی کہ اے اللہ! آپ تو غفور رحیم ہیں، آپ تو اپنے بندوں پر رحم کرنے والے ہیں، آپ تو اپنے بندوں کا رونا دھونا دیکھ کر فوراً پانی برسا دیتے ہیں، لیکن تین دن ہو گئے آپ کی مخلوق رو رہی ہے، پانی مانگ رہی ہے لیکن آپ پانی نہیں برسا رہے؟

بنی اسرائیل کے نوجوان کی توبہ اور بارش کا برسنا

اللہ نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ! اس مجمع میں ایک ایسا آدمی ہے جو چالیس سال سے ہماری نافرمانی کر کے ہمارا مقابلہ کر رہا ہے، اس کی وجہ سے بارش رکی ہوئی ہے، لہٰذا اگر وہ اس مجمع سے چلا جائے تو میں بارش برسا دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! اسے اتنے بڑے مجمع میں کیسے تلاش

کروں؟ اس سے کیسے ملوں؟ اس کو کیسے جا کے کہوں؟ مجھے کیا پتہ وہ کون آدمی ہے، اللہ نے فرمایا تم ایسا کرو کہ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ، اور کھڑے ہو کر اعلان کرو کہ اس مجمع میں ایک ایسا شخص موجود ہے جس نے چالیس سال تک اللہ کی نافرمانی کی ہے، اور اللہ سے مقابلہ کیا ہوا ہے، اور اللہ کو ناراض کیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے بارش موقوف ہے، اس کو چاہئے کہ مجمع سے نکل جائے تا کہ بارش ہو جائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کر دیا، اور وہ اعلان اللہ نے اپنی قدرت سے سب تک پہنچا دیا، اس آدمی کے کانوں میں بھی یہ اعلان پہنچ گیا، جب اس کے کانوں میں یہ اعلان پہنچا تو وہ اس پر بجلی بن کر گرا، اب اس کو ہوش آیا اس نے سوچا کہ اب تک تو اللہ نے میرے گناہوں پر پردہ رکھا ہوا ہے، چالیس سال تک کسی کو علم ہی نہیں کہ میں ہی وہ ایسا بد نصیب ہوں، جس کی ناراضگی کے سبب اللہ نے بنی اسرائیل پر پانی بند کیا ہوا ہے، اور تین دن استغفار کے باوجود بارش نہیں ہوئی، اب تک تو اللہ نے پردہ رکھا ہوا ہے، اور اگر آج میں نکلوں گا تو سب کے سامنے رسوا اور ذلیل ہو جاؤں گا، اور اگر نہ نکلوں تو سب کے سب میری وجہ سے باران رحمت سے محروم ہوں گے، اور اگر نکلوں تو میری نسلیں مجھ پر لعنت بھیجیں گی۔

نوجوان کی گریہ زاری اور رحمت الٰہیہ کا جوش میں آنا

لہٰذا اب تو میں پکڑا گیا، اب میں کیا کروں، اور تو اس کو کچھ نہ سمجھ آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، اور اس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی اور ناک

رگڑ دی، اور کہا: اے پروردگار عالم! میں آپ کو آپ کی شان کا واسطہ دیتا ہوں کوئی اور میرا پردہ رکھنے والا نہیں ہے، اور آپ میرے نکلے بغیر اپنی رحمت برسا نہیں رہے، اگر آج آپ نے اپنی رحمت نہیں برسائی تو میں ہمیشہ کے لئے رسوا ہو جاؤں گا، اے کریم! جہاں آپ نے چالیس سال تک میرے گناہوں پر پردہ رکھا، وہاں آج بھی میری لاج رکھ لیجئے، اور مجھے رسوا ہونے سے بچا لیجئے، پس اس نے زمین پر پیشانی رکھ کر رو رو کر اللہ سے عرض کی کہ اے اللہ! میں اپنے گناہوں سے باز آیا، آئندہ نہیں کروں گا، بس آپ نے مجھے آج رسوائی سے بچانا ہے، ذلت سے بچا لیجئے، اب اِدھر وہ دعا کر رہا ہے، اُدھر موسیٰ علیہ السلام دیکھ رہے ہیں کہ کب وہ نکلے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ نکلا تو کوئی نہیں لیکن بادلوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں، اور ذرا سی دیر میں ستر ہزار بنی اسرائیل کے اوپر چھا گئیں، اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں، اور ٹپ ٹپ بارش ہونے لگی۔

زحمت کو رحمت سے بدلنے کا آسان طریقہ

موسیٰ علیہ السلام حیران ہیں کہ یا اللہ! اعلان کچھ اور ہوا تھا، ماجرا کچھ اور ہو گیا، اعلان ہوا تھا کہ وہ بندہ اگر اس مجلس سے نکل جائے تو بارش ہوگی، بندہ تو نکلا نہیں، لیکن بارش ہوگئی، عجیب معاملہ ہو گیا یا اللہ! آپ کی رحمت کا عجیب و غریب معاملہ ہوا ہے، میرے سامنے تو کوئی بندہ نکلا نہیں، اور آپ نے بارش برسا دی ہے یہ کس کی وجہ سے ہوا ہے، اللہ نے فرمایا یہ بارش اسی بندے کی وجہ

سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے رکی ہوئی تھی، اب اسی کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ بندہ ہماری نافرمانی سے باز آ گیا، اور جو بندہ نافرمانی سے باز آ جاتا ہے ہم اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں، اس بندے نے سر رکھ دیا اس نے آنسو بہائے، ہم نے اس کو معاف کر دیا۔

اپنے بندے کے گناہوں پر پردہ ڈالنا

موسیٰ علیہ السلام نے ایک اور درخواست کی کہ یا اللہ! یہ تو بڑا عجیب بندہ ہے، یہ تو دیکھنے کے قابل ہے، ذرا وہ بندہ تو دکھلا دیجئے، جس کی وجہ سے بارش رکی ہوئی تھی اور پھر اس کی وجہ سے آپ نے بارش برسادی ہے، اللہ نے فرمایا کہ چالیس سال تک ہم نے جس کا پردہ رکھا آج تمہیں دکھا کر اس کو رسوا کر دیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں یا اللہ! میں تو اس کی زیارت کرنا چاہ رہا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ ایسے ستار ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں دکھانا چاہ رہے کہ یہ ہے وہ بندہ جس کی وجہ سے اعلان ہوا تھا اور جس کی وجہ سے پھر بارش ہوئی ہے، تو یہ نماز استسقاء انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر بارش ہونا

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی قحط پڑ گیا، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور آپ سے شکایت کی کہ قحط پڑ گیا ہے، جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جہاں پر آج کل مسجد غمامہ ہے وہاں پر سب کو لے کر جمع ہو گئے، اور وہیں پر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم عید کی نماز پڑھا کرتے تھے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء بھی پڑھائی اور دعا بھی فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ابھی لوگ گھروں کو واپس نہیں پہنچے تھے کہ ایک بدلی چھا گئی، اور اتنی زوردار بارش برسی کہ بارش سے بچنے کے لئے صحابہ کرام حفاظت کی جگہوں پر لپکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیکھ کر ہنسی آگئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کھل گئے کہ ابھی تو بارش نہ ہونے کی وجہ سے ایسی تکلیف میں تھے، اور اب جان بچانے کے لئے بھاگ رہے ہیں۔

نماز استسقاء کے چند آداب

لہٰذا جہاں کہیں بھی نماز استسقاء کا اعلان ہو وہاں پر جانا چاہئے، اور عاجزی کے ساتھ جانا چاہئے، اور پیدل جانا چاہئے، ننگے پاؤں جانا چاہئے، جانے سے پہلے صدقہ دینا چاہئے، اور پھر وہاں دل و جان کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے، اور خوب گڑگڑا کر دعا کرنی چاہئے، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے، جب دل و جان سے نماز پڑھی جاتی ہے اور گڑگڑا کر دعا مانگی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت برساتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ

(سورۃ الشوریٰ:۲۸)

اللہ تعالیٰ کی شان رحمت ہے جب انسان مایوس ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش برساتے ہیں، بس ہمارا دل سے مانگنا شرط ہے، دل

سے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔

بے سہارا لوگوں کے لئے ہمارا مذہبی فریضہ

ہمیں اب ان لوگوں کے لئے اپنا مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے جو لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں، ان کے لئے حسب توفیق جس کی جتنی گنجائش ہو اگر کوئی شخص ایک روپیہ بھیج سکتا ہو وہ ایک روپیہ بھیج دے، جو پانچ روپے بھیج سکتا ہو وہ پانچ روپے بھیج دے، جو دس بھی سکتا ہو وہ دس بھیجے، جو سو روپے بھیج سکتا ہو وہ سو روپے بھیجے، جو ہزار روپے بھیج سکتا ہو وہ ہزار روپے بھیج دے، جو لاکھ روپے بھیج سکتا ہو وہ لاکھ روپے بھیج دے اور جو کروڑ روپے بھیج سکتا ہو وہ کروڑ روپے بھیج دے، اللہ کی رضا کے لئے اور ان کی خیر خواہی کے لئے یہ بھی ہمارے دین و ایمان کا ہم سے مطالبہ ہے کہ ہم ان کے احساس کے ساتھ ان کا جو مداوا کر سکتے ہوں، ان کی جو تکلیف دور کر سکتے ہوں، وہ کریں، مال اسی لئے اللہ نے عطا کیا ہے کہ ہم ان کی مدد کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے بھیجیں، اس طرح سے جو لوگ ان کی مدد کر رہے ہیں، ان کے ذریعہ سے ہم بھیج سکتے ہیں، اسی طرح غذائی قلت کے لئے ہم غذا بھیج سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے اپنے لئے بھی، مسلمانوں کے لئے بھی، ان کی تکلیف کا احساس کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کی تکلیف کس طرح سے دور ہوگی، اور نماز استسقاء کی ضرورت ہے، اس میں دل جان سے

شرکت کی ضرورت ہے، اس کو سنت سمجھ کر ادا کریں، توجہ اور دھیان سے شرکت کریں، اور اپنے مال کے ذریعہ حسب استطاعت ان کی مدد کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی اس تکلیف کو دور فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيراً... أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا o صدق اللّٰه العظيم.

(الاحزاب: ۵۸)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے بیٹے کو وصیت کرنا

میرے واجب الاحترام بزرگو اور محترم سامعین! گذشتہ اتوار کو میں نے آپ کی خدمت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ نصیحت اور وصیت جو انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کو فرمائی تھی، اس کا ایک حصہ اور ایک حدیث بیان کی تھی، امام صاحب نے فرمایا کہ پانچ لاکھ حدیثوں میں سے میں نے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں، میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان پانچ حدیثوں پر اپنا عمل رکھنا، ان پانچ حدیثوں میں سے پہلی حدیث یہ ہے:

پہلی وصیت

انما الاعمال بالنیات و انما لامرمانوی

''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور آمی کے لئے وہی ہے جو اس کی نیت ہے''

اس کی وضاحت آپ کے سامنے بیان کی گئی تھی، آج ان پانچ حدیثوں میں سے دوسری حدیث آپ کی خدمت میں بیان کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ بڑی اہم حدیث ہے، اور وہ اسلام کے پانچ شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ کی بنیاد ہے، اگر اس حدیث پر ہمارا عمل درست ہو جائے اور صحیح ہو جائے تو دین کا مستقل شعبہ ہمارے اندر آجائے گا، جس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

حقیقی مسلمان کون؟

وہ حدیث یہ ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده او كما قال صلى الله عليه و سلم

''مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، یعنی نہ اس کی زبان سے دوسروں کو تکلیف پہنچے اور نہ اس کے ہاتھوں سے دوسروں کو تکلیف پہنچے'' اس کو مسلمان کہتے ہیں، یہ حدیث اسلام کے اہم شعبہ معاشرت کی بنیاد ہے۔

اہم شعبے پانچ ہیں

ہمارے دین کے اندر پانچ شعبے ہیں۔ا۔عقائد۔۲۔عبادات۔۳۔معاملات۔ ۴۔معاشرت۔۵۔اخلاقیات۔ یہ پانچ شعبے ہیں، ہر شعبہ میں فرائض بھی ہیں، واجبات بھی ہیں، سنن بھی ہیں، مستحبات بھی ہیں اور حرام و ناجائز بھی ہیں۔ فرائض و واجبات کو اپنانے کا حکم ہے، حرام اور ناجائز سے بچنے کا حکم ہے، عقائد میں بھی، عبادات میں بھی، معاملات میں بھی، معاشرت میں بھی، اخلاقیات میں بھی اور قرآن وحدیث ان پانچوں شعبوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

صرف عقائد اور عبادات کا نام دین نہیں

اب کچھ عرصے سے بے حسی اور بے عملی کی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دین صرف عقائد اور عبادات کا نام ہے، عقائد درست کر لئے جائیں، صحیح کر لئے جائیں، اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج پر عمل کیا جائے اور ان کو اپنایا جائے اور ان کو اہتمام سے پورا کیا جائے، بس اس کا

نام مسلمانی اور دینداری ہے، معاملات کس کو کہتے ہیں؟ تجارت کس طریقہ سے کررہا ہے؟ ملازمت کے فرائض انجام دے رہا ہے یا نہیں؟ زراعت کے اندر حرام وحلال کی تمیز ہے یا نہیں؟ معاشرت اس کی کیسی ہے؟ اخلاق واعمال اس کے کیسے ہیں؟ اس کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں ہے، حالانکہ جیسے عبادت میں فرائض وواجبات ہیں اوران کا سرانجام دینا ضروری ہے، اسی طرح باقی شعبوں میں بھی فرائض و واجبات ہیں، جن کا انجام دینا ضروری ہے، صرف عقائد و عبادات میں دین کو محدود کرنا اور معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کو دین سے خارج سمجھنا نادانی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض لوگ عقائد وعبادات کے بڑے پکے ہیں، لیکن جب وہ تجارت گاہ پہنچتے ہیں تو وہ لوٹ بھی رہے ہیں، دھوکے بھی دے رہے ہیں، حرام بھی کھا رہے ہیں، رشوت بھی لے رہے ہیں، ناجائز معاملات بھی کررہے ہیں، معاشرت درست نہیں، خلاف شرع معاملات اپنائے ہوئے ہیں، بس چند اخلاق کے پابند ہیں، ورنہ متعدد بداخلاقیوں میں مبتلا ہیں، اس لئے کہ ان کو ہم نے دین نہیں سمجھا، جب ان کو دین نہیں سمجھا تو ان کی طرف توجہ نہیں کی، تو اس کے نتیجے میں ان تین شعبوں میں دین سے بہت دور ہیں۔

اللہ کی رضا پورے دین پر عمل کرنے سے ملے گی

یاد یہ رکھنا چاہئے کہ صحیح معنوں میں مسلمان ہونے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پانے کے لئے ضروری ہے کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں پانچوں شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام بجا

لائیں، جو شخص ان پانچوں شعبوں کو اللہ کے احکام کے مطابق اختیار کرے گا، اور اس میں حرام و ناجائز سے بچے گا تب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے گا۔

معاشرت کا خلاصہ ''کسی کو تکلیف نہ دو''

پانچوں شعبوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں احکام موجود ہیں، اسی طرح معاشرت کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام موجود ہیں، میں نے اس لئے اس حدیث کا انتخاب کیا ہے تاکہ معاشرت کے بارے میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں وہ ہمارے سامنے آجائیں، اور ان تعلیمات میں جن سے بچنے کا حکم ہے اس سے پرہیز کریں، اور جن کو ادا کرنے کا حکم ہے ان کو ہم بجالائیں۔ جو آیت میں نے تلاوت کی اس کا اور اس حدیث کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمان کو چاہئے وہ مرد ہو یا عورت دنیا میں اس طرح رہے کہ اس کی جانب سے کسی کو ناحق تکلیف نہ پہنچے۔

دنیا میں بے ضرر بن کر رہو

جہاں شریعت کا حکم ہو سزا دینے کا تو وہاں سزا دینا ضروری ہے کیونکہ یہ شریعت کا حکم ہے، ناحق بغیر کسی شرعی وجہ کے یہ جائز نہیں ہے کسی بھی مسلمان کو تکلیف دے، بس یہ ایک بنیادی تعلیم بیان فرمائی۔ اس کی بہت سی تفصیلات ہیں، اور جزئیات ہیں، جو پورے معاشرت کے اندر کئی طرح پھیلے ہوئے ہیں، بس بنیادی بات ذہن میں بیٹھ جائے کہ میں نے دنیا میں ایسے رہنا ہے کہ میری وجہ سے کسی دوسرے مسلمان کو ناحق تکلیف نہ پہنچے، اس لئے کہ صحیح معنوں میں

وہی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ہماری دنیا جنت بن سکتی ہے

ہر شخص اس اصول کو اپنا لے تو پھر دنیا ہی جنت کا نقشہ بن جائے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں ایک شعر ہے کہ:

بہشت آنجا کہ آزارے
کسے را با کسے کارے

بہشت اسے کہتے ہیں جہاں کسی کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو، اور کسی کو بھی کسی سے کوئی غرض نہ ہو، تو جنت ایسی جگہ کا نام ہے، جہاں کسی کو بھی کوئی تکلیف نہیں، اگر دنیا میں بھی ہمیں ایسا رہنا آجائے اور ایسا رہنا سیکھ جائیں کہ کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو جنت کی جھلک یہیں ہمیں نظر آئے گی۔

اس وقت ساری دنیا پریشان ہے سوائے اہل اللہ کے

اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ راحت اور سکون جس کا نام ہے وہ ہمارے گھروں سے مفقود ہو گیا، نہ گھر میں سکون ہے نہ باہر سکون ہے، جہاں جاتے ہیں وہاں بے سکونی، بے قراری پائی جاتی ہے، اب انسانیت بے چین ہے، بے تاب ہے، بہت ہی زیادہ کرب کے اندر مبتلا ہے۔

احکام خداوندی پر نہ چلنے کا انجام

اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اس حکم پر جس کا اس آیت میں اور اس حدیث میں ذکر ہے اس پر عمل پیرا نہیں ہیں، عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح کا طرز اپنائے ہوئے ہیں کہ اس سے تکلیف پہنچ رہی ہے، گھر کے افراد گھر میں ایک دوسرے کو تکلیف اور ایذا پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں، محلّہ والے بھی ایک دوسرے کی ایذا رسانی کا سبب بنے ہوئے ہیں، شہر والے بھی اسی طرح لگے ہوئے ہیں، ملک والے بھی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پورا ملک اس کرب اور بے چینی میں مبتلا ہے۔

جانور کی تین اقسام کا تذکرہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی کہ جانوروں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ بعض جانور تو ایسے ہیں کہ ان سے تکلیف پہنچتی ہی نہیں، اگر پہنچتی ہے تو برائے نام شاذ و نادر، جو نہ ہونے کے برابر ہے، مگر ان سے نفع لوگوں کو عام طور پر پہنچتا ہے، جیسے حلال جانور گائے، بھیڑ، بکری، بیل اور اونٹ وغیرہ، اب انسان کو ان سے فائدہ ہی پہنچتا ہے، ان پر سواری کرتا ہے جیسے اونٹ ہے، ان پر سامان بھی لادتا ہے اور بوقت ضرورت ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت استعمال کرتا ہے، اور ان کی کھال بھی استعمال کرتا ہے، ان کے جسم کی کوئی چیز ضائع نہیں

ہوتی، اکثر اعضاء ان کے انسان کے کسی نہ کسی کام میں آجاتے ہیں، تو یہ جانور زندہ رہیں تب انسان کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے اور ذبح کرلیں تب بھی انسان کو ان سے فائدہ ہی پہنچتا ہے۔

۲۔ بعض جانور ایسے ہیں جن سے انسان کو تکلیف ہی پہنچتی ہے، جیسے سانپ، بچھو، درندے ہیں، یہ انسان کو تکلیف ہی پہنچاتے ہیں، ان سے انسان کو کوئی نفع نہیں پہنچتا، اس لئے انسان ان سے بہت بچتا ہے، اور ڈرتا ہے، اور بڑے احتیاط سے رہتا ہے، اور کہیں نظر آجائیں تو سب کے سب فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہ سانپ ڈسے گا، لہٰذا اس کو ماردو، اور اگر نہیں مارو گے تو وہ تمہیں ڈس لے گا، یہ دوسری قسم ہوگئی جانوروں کی جو تکلیف ہی پہنچاتے ہیں، راحت ان سے نہیں پہنچتی۔

۳۔ تیسری قسم جانوروں کی وہ ہے جو نہ نفع پہنچاتے ہیں نہ ہی نقصان پہنچاتے ہیں، جیسے بلی ہے، بندر ہے، چھوٹے کتے جو حملہ نہیں کرسکتے، ایسے ہی گیدڑ، یہ جانور ایسے ہیں جو عام طور پر نہ کسی کو نفع پہنچاتے ہیں، نہ نقصان۔

حضرت فرماتے ہیں یہ تین قسم کے جانور ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اشرف المخلوقات ہے، لہٰذا تو اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے۔

انسان اشرف المخلوقات ہی بن کر رہے

اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنے، تیری فرمانبرداری اور اطاعت دین کے سارے شعبوں کے اندر ہو تو تو اشرف

المخلوقات میں سے ہے، اور اگر تو اشرف المخلوقات میں سے نہیں بننا چاہتا، جانور بننے کا ہی ارادہ کرلیا ہے، اللہ نے تجھ کو انسان بنایا ہے، تو انسان بن، لیکن اگر تو انسانیت سے نیچے ہی گرنا چاہتا ہے تو جانوروں کی جو پہلی قسم ہے اس میں شامل ہو جا، تاکہ دوسروں کو نفع پہنچانے والا بن جائے، اپنی ذات سے، اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچا، نقصان نہ پہنچا، جیسے گائے، بیل، بھینس، بھیڑ وغیرہ کہ تم ان کا دودھ استعمال کرتے ہو، مکھن استعمال کرتے ہو، نفع ہی نفع پہنچا رہے ہیں، اور اگر تم اس سے بھی نیچے گرنا چاہتے ہو تو پھر تم تیسری قسم میں شامل ہو جاؤ، جانوروں کی اس قسم میں شامل ہو جاؤ جن سے نہ تو نفع پہنچتا ہے اور نہ نقصان، تو کم از کم تم ایسے بنو کہ تم سے اگر کسی کو فائدہ نہ پہنچے تو تکلیف بھی نہ پہنچے، اس طرح سے رہو جس طرح سے یہ جانور رہتے ہیں، جن سے کسی کو نہ تو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچتا ہے، لہٰذا ان جانوروں کی طرح ہو جاؤ۔

انسان بنو، جانور نہ بنو

لیکن کم از کم جانوروں کی دوسری قسم میں تو مت داخل ہو، جن سے انسان کو تکلیف ہی تکلیف پہنچتی ہے، راحت اور آرام نہیں پہنچتا۔ شیر اور بھیڑیا مت بنو، کاٹنے والا کتا مت بنو، جانوروں کی اس قسم میں اپنے آپ کو مت داخل کرو۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم پہلی اور تیسری قسم میں رہو، لیکن دوسری قسم میں مت رہو۔

لہٰذا انسان پہلی اور تیسری قسم میں اسی وقت آسکتا ہے جب انسان حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا، اور اگر انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ہدایات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائے (اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین) تو پھر انسان جانوروں سے بالا اشرف المخلوقات میں سے ہوجاتا ہے، جس کا بہت ہی اونچا مقام ہے۔ (اللہ تعالیٰ اسی میں ہمیں شامل فرمائے، آمین) تو مسلمان ہونے کے لئے انسان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں انسانیت ہو، اور انسانیت اسی کا نام ہے کہ اس کے قول وفعل سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو علم مثالی عطا فرماتے ہیں

اسی حقیقت کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے، ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے، اور یہ دونوں بزرگ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ پاک نے دین کے حقائق اور تعلیمات اور دین کے احکامات مثالوں کے ذریعہ ذہن نشین کرنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے، جو کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں، اس کے نتیجے میں وہ مشکل سے مشکل بات کو مثال کے ذریعہ سے بیان کرکے آسانی سے ذہن نشین کردیتے ہیں، ہمارے زمانے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ضرب الامثال کا علم عطا فرمایا تھا، کہ حضرت کے مواعظ اور ملفوظات میں عجیب عجیب بے شمار مثالیں ملیں گی، جن کے ذریعہ سے مشکل مسائل کو آسانی سے حل فرمادیا، تو مثال کے ساتھ

آسانی سے بات ذہن اور دل میں اتر جاتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی شخصیت ہیں، جنہوں نے مثنوی کے اندر دین کے احکامات کو مثالوں کے ذریعہ ذہن نشین فرمایا، کہیں احکامات ہیں، کہیں واقعات ہیں، کہیں مثالیں ہیں، یہ حکایات و واقعات فرضی بھی ہو سکتے ہیں، اور حقیقی بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کو پڑھ کر سن کر ان کو سمجھ کر دین کی بات دل میں نقش ہو جائے اور اس پر عمل ہو جائے۔ مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان باتوں کو اپنائے، اور اس کے اندر اچھے اخلاق ہوں، بداخلاقی اس میں نہ ہو، اصل بات یہی ہے کہ دوسروں کو راحت پہنچانے والا ہو، تکلیف پہنچانے والا نہ ہو، تو وہ مسلمان کہلانے کے لائق و مستحق ہے، اور نہیں تو پھر انسانیت سے خارج ہے، انسان کہلانے کے لائق بھی نہیں، اور مسلمان کہلانے کا بھی مستحق نہیں ہے۔

سورج کی روشنی میں چراغ جلانا

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مثال کے طور پر دوپہر کے وقت جب سورج زمین اور آسمان کے بیچ میں ہے اور بازار میں ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی ہے، بازار کا گوشہ گوشہ دھوپ کی روشنی سے واضح اور نمایاں ہے، کوئی چیز مخفی نہیں ہے، کہیں بھی اندھیرا نہیں ہے، بازار میں دکاندار اپنی دکانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور اپنا مال خرید و فروخت کر رہے ہیں، لوگ آ رہے ہیں، جا رہے ہیں، اور خریداری ہو رہی ہے،

اور بازار خریداروں سے بھرا ہوا ہے، اس وقت میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ چراغ لے کر بازار میں کوئی چیز ڈھونڈ رہا ہے، کسی نے اس سے پوچھا کہ اللہ کے بندے دوپہر کا وقت ہے، سورج نکلا ہوا ہے، دھوپ ہے، روشنی ہے، اور بازار کا کوئی گوشہ بھی تاریک نہیں ہے، ایسی وہ کون سی باریک چیز ہے جو تم اس چراغ سے تلاش کر رہے ہو، اور سورج کی روشنی بھی کافی نہیں ہے، اور اپنا چراغ جلائے ہوئے ہو، حالانکہ وہ مدھم ہے، دھوپ کے آگے اس کی کوئی طاقت نہیں ہے، مگر تم نے مزید روشنی کو حاصل کرنے کے لئے اس چراغ کو جلا رکھا ہے، آخر وہ کون سی چیز ہے جو تم اس چراغ کی روشنی میں تلاش کر رہے ہو، سورج کی روشنی بھی تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟

چراغ والے کو آدمی کی تلاش

اس شخص نے بڑا عجیب جواب دیا اور کہا کہ میں اس بازار میں آدمی تلاش کر رہا ہوں، جب اس نے یہ کہا کہ میں آدمی تلاش کر رہا ہوں تو پوچھنے والا اور حیران ہو گیا، اور اس نے کہا کہ بھائی عجیب بات کہہ رہے ہو کہ میں آدمی تلاش کر رہا ہوں، یہ جو آدمی بازار میں اتنی بھیڑ کے ساتھ چل پھر رہے ہیں، کندھے سے کندھا ٹکرا رہا ہے، دکاندار دکانوں پر ہیں، یہ تمہیں نظر نہیں آتے؟ بڑے عجیب آدمی ہو کہہ رہے ہو آدمی تلاش کر رہا ہوں، آدمیوں سے بازار بھرا ہوا ہے، جدھر دیکھو آدمی ہی آدمی نظر آ رہے ہیں، اور تم کہہ رہے ہو آدمی تلاش کر رہا ہوں، تو کیسا آدمی تلاش کر رہے ہو؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس چراغ کے ذریعہ تلاش کرنے والے نے جواب دیا، بہت پیارا جواب دیا، جو سونے کے قلم سے لکھنے کے قابل ہے، اس نے کہا: ''کہ بھائی یہ جو بے شمار آدمی تمہیں بازار میں نظر آرہے ہیں، یہ تو ظاہری شکل وصورت سے انسان ہیں، حقیقت کے اعتبار سے انسان نہیں ہیں، حقیقت میں تو یہ روٹی اور خواہشات نفسانی کے مارے ہوئے انسان ہیں، ان کے اندر کوئی اخلاق نہیں ہے، ان کے اندر کوئی انسانیت نہیں ہے، لہٰذا میں تو اصلی اور حقیقی انسان کو تلاش کررہا ہوں، جو اس بازار میں نہیں ہے، اور جن آدمیوں کی طرف تم اشارہ کررہے ہو تو یہ انسان کی شکل میں ہیں، حقیقت میں انسان نہیں ہیں''۔

انسان نما جانور

ایک فارسی کے شعر کا مفہوم ہے کہ جو انسان تم بازاروں میں دیکھ رہے ہو یہ انسانوں کے لباس میں ہیں، درحقیقت یہ انسان نہیں ہیں، جیسے انسان کی شان ہے یہ ایسے نہیں ہیں، یہ انسانیت کے غلاف میں ہیں انسان نہیں ہیں، ان میں آدمیت اور انسانیت نہیں ہے، کیونکہ انسان ہونا اور ہے، اور انسانیت ہونا اور ہے، آدمی اور ہے اور آدمیت اور چیز ہے، آدمی ہوسکتا ہے لیکن اس میں کوئی انسانیت نہ ہو یہ بھی ہوسکتا ہے، انسانیت بھی ہو اور انسان بھی ہو تو یہ مطلوب ہے۔ لیکن انسان ہو اور انسانیت نہ ہو یہ اسی قسم کے لوگ ہیں جو ان بازاروں میں چل پھر رہے ہیں، اور میں تلاش کررہا ہوں اس آدمی کو جس میں انسان اور اور انسانیت دونوں ہوں، اس کے اندر اخلاق ہوں، اور اس میں انسانیت ہو کہ

وہ دوسروں کو راحت پہنچانے والا ہو۔

جس میں انسانیت نہیں وہ انسان نہیں

پھر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر میں ایک بہت ہی پیاری مثال بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ دیکھو عود ایک خوشبودار لکڑی ہے، اس کو پیسو اور گھر میں رکھو تو پورا گھر خوشبودار بن جائے، اس کو تیل میں ڈالو تو وہ خوشبودار بن جائے، اپنی ذات کے اعتبار سے وہ لکڑی ہے لیکن دوسری لکڑیوں سے زیادہ ممتاز ہے، اس لئے ممتاز ہے کہ اس میں خوشبو ہے، لیکن اگر وہ لکڑی تو عود کی ہو مگر اس میں خوشبو نام کی بھی نہیں ہو تو پھر اس کو جلانے کا ایندھن کہنا چاہیے۔ جیسے اور لکڑیاں آگ جلانے کے کام آتی ہیں، وہ بھی آگ جلانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا انسان ہونے کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس میں انسانیت ہو، تب تو وہ انسان کہلانے کے لائق ہے، ورنہ تو وہ ایسے ہیں جیسے جانور ہیں، جیسے اور حیوان ہیں یہ بھی ایک حیوان ہے، بس اتنا ہے کہ وہ بولتے نہیں، یہ بولتا ہے، یہ بولنے والا حیوان ہے۔

انسان اور آدمی کی تعریف

پھر آگے فرمایا انسانیت گوشت پوست کا نام نہیں ہے، دو آنکھ دو پاؤں وغیرہ کا نام انسان نہیں ہے، اس کا نام انسانیت اور آدمیت نہیں ہے۔ انسان تو اس کو کہتے ہیں جس کے اندر اچھے اچھے اخلاق اور اچھے اچھے اعمال ہوں، جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے، وہ اخلاق اور اعمال اس کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنادیں، اور ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی رضا جب ہی حاصل ہوگی جب اس کی

عبادات صحیح ہوں، عقائد صحیح ہوں، وہاں معاشرت بھی درست ہو کہ اس کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو، جس کو یہ کیفیت حاصل ہوگی اس کو رب کی رضا نصیب ہوگی، اور اسی کو پھر انسانیت اور آدمیت کہا جائے گا، اور جس کے اندر یہ صفت نہیں ہے اور اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے، چاہے وہ دوسرے اپنے گھر کے اندر رہنے والے ہوں، جیسے بیوی کو شوہر سے، شوہر کو بیوی سے، والدین کو اولاد سے، بہن بھائیوں کو ایک دوسرے سے، پڑوسیوں کو ایک دوسرے سے، جہاں بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے تکلیف پہنچ رہی ہو تو سمجھو کہ وہ آدمیت اور انسانیت سے خالی ہے، اس کی یہ ایذا رسانی ہرگز اللہ کی رضا کا باعث نہیں بن سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا سبب اور باعث ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

انسانیت کے اعلیٰ منصب پر فائز انسان

پھر آخر میں ایک مثال کے ذریعہ سے دو انسانوں کی مثال دیتے ہیں، ان میں سے ایک انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے، اور دوسرا انسانیت سے خارج ہے، ظاہر میں دونوں کا جسم ایک جیسا ہے، لیکن ان دونوں میں بڑا فرق ہے، جیسے ایک لکڑی وہ ہے جس میں خوشبو نہ ہو، تو وہ دوسری لکڑیوں کی طرح ہے، اور دوسری لکڑی وہ ہے جس میں عود کی خوشبو ہے، وہ دوسری لکڑیوں سے ممتاز ہے، اگر صرف ظاہری شکل وصورت سے انسان، انسان ہوا کرتا، ظاہری آنکھ، ناک، کان دیگر اعضاء کا نام انسان ہوتا ہے، تو پھر رحمت کائنات سرور کونین صلی اللہ

علیہ وسلم اور ابوجہل برابر ہو جاتے، یہ سب جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کے سردار ہیں، اور پھر ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا فرعون ہے، جو بدترین انسان ہے، بدترین خلائق میں سے ہے، انسانیت کے دائرے سے خارج ہے، لہٰذا حقیقت میں اس کا اعتبار ہے کہ کون اللہ کی رضا کا حامل ہے، اور ایسے اخلاق اپنائے ہوئے ہے، جس سے اللہ کی رضا اس کو حاصل ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو ایسے اعمال سے بچایا ہوا ہے جس سے اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انك لعلى خلق عظيم (القلم: ٤)

یعنی آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، یہ وہ مقام ہے جس کو انسان بیان ہی نہیں کرسکتا، صرف اللہ ہی بیان کرسکتا ہے۔

حضرت انسؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ

معلوم ہوا کہ بہترین انسان اور آدمی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر انسانیت اور آدمیت ہو، اسی کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، جس کی بہت سی مثالیں ہیں، جس میں سے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال بیان کرتا ہوں، یہ وہ صحابی ہیں جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، دس سال کی مدت کوئی چھوٹی نہیں ہوتی، دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ دس سال کے

طویل عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مجھے مارا، نہ ڈانٹا، اور نہ کبھی مجھ پر غصہ کیا، اور نہ کبھی کہا کہ میں نے تمہیں فلاں کام کرنے کا کہا تھا، وہ تم نے کیوں نہیں کیا، جس سے منع کیا وہ کام کیوں کیا، یہ دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں کہا، وہ اپنا قصہ سناتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا، میں جب گیا تو راستے میں بچے کھیل رہے تھے، میں ان کو دیکھنے لگا اور جس کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا میں نے وہ نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا انتظار فرمار ہے تھے کہ میں واپس آؤں اور آپ کو اس کام کے متعلق بتاؤں۔ لیکن جب بہت دیر ہوگئی اور میں واپس نہ لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دیکھیں انسؓ کہاں ہیں، میں کھیل دیکھ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور پیچھے سے پکڑا، میں نے جب دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرار ہے ہیں اور فرمایا کہ انسؓ جس کام کا میں نے کہا تھا وہ کیا؟ تو میں نے کہا کہ ابھی جارہا ہوں، یہ موقع ڈانٹنے کا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ ذرا اندازہ کریں کہ دس سال کے عرصے میں کبھی بھی غصہ نہیں کیا، حالانکہ بہت سے مواقع ایسے آتے رہتے ہیں جب ماتحت پر غصہ بھی آتا ہے، ڈانٹنا بھی پڑتا ہے، لیکن قربان جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر ایسے حوصلے والے اور بردبار تھے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیوی کے ساتھ برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شب برأت میں رات کو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر مبارک سے آہستہ سے اٹھے تا کہ عائشہؓ کو تکلیف نہ ہو، اور ان کے آرام میں خلل نہ آئے، حالانکہ عبادت کی رات ہے آپ خود اٹھ رہے ہیں، لیکن چونکہ نفلی عبادت ہے، اور نفلی عبادت میں دوسروں کو تکلیف پہچانے سے ممانعت ہے، اس لئے آہستہ سے بستر پر سے اٹھے تا کہ عائشہؓ کی نیند میں خلل نہ آئے، آہستہ سے آپ نے نعلین مبارک پہنے، آہستہ سے دروازہ کھولا، آہستہ سے باہر نکل گئے، اور پھر آہستہ سے اس کو بند کر دیا، تا کہ کسی قسم کی کوئی آواز پیدا نہ ہو، آپ اندازہ لگایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آرام کا کتنا خیال رکھا، بس ہم بھی اپنا جائزہ لے لیں کہ ہم بھی کسی سونے والے کا اتنا خیال رکھتے ہیں، چاہے ہمارے والدین ہوں، ہمارے بہن بھائی ہوں، چاہے ہماری بیوی ہو، شوہر ہو، چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو، کیا ہم اس کا خیال رکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو یہ ہے جس کو ہمیں اپنانا چاہیے، یہ آدمیت ہے، یہ انسانیت ہے کہ ہمارے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بولنے سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں کے آرام کو مدنظر رکھنا

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان تھے، اور آپ کے گھر میں مقیم تھے، ہم عشاء کے بعد سو جاتے تھے، آپ صلی علیہ وسلم دیر سے معاملات نمٹا کر تشریف لاتے اور آرام سے داخل ہوتے، اور اتنی آواز سے سلام کرتے کہ اگر کوئی جاگ رہا ہو تو جواب دیدے،

اور اگر کوئی سو رہا ہو تو اس کی نیند خراب نہ ہو، آپ کا یہ حسن اخلاق ہے، یعنی آپ گھر والوں کا اور مہمانوں کا کتنا خیال رکھتے تھے، اور سلام اتنے زور سے نہیں کرتے تھے کہ نیند سے بیدار ہو جائیں اور سلام چھوڑ بھی نہیں رہے تا کہ گھر میں داخل ہونے کا علم بھی ہو جائے کہ کوئی داخل ہوا ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پیاری تعلیم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق ہے، اور وہ تعلیم سکھائی جارہی ہے کہ اس طرح سے رہنا چاہیے کہ کسی کو بھی زبان سے یا ہاتھ سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے، لہذا ایسی طرز عمل والی زندگی گزارنی چاہیے کہ کسی کو بھی ادنیٰ سے ادنیٰ قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے، اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آ گیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے اس وصف میں بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے۔

حضرت تھانویؒ کا اپنے متعلقین کو معاشرت کا پابند کرنا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جو تجدیدی کارنامہ ہے، اس میں سرفہرست یہ کارنامہ بھی ہے کہ آپ نے زندگی بھر اپنے متعلقین کو ہمیشہ معاشرت سدھارنے کی تعلم دی، اور اس بات کے اہتمام کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ تم دنیا میں اس طرح رہو کہ تمہاری طرف سے ناحق کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی اس کا اہتمام فرمایا، ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں، اور ان کے پیچھے چلنے والے ہیں، تو یہ طریقے ہم بھی اپنائیں۔ ہم اپنائیں گے تو ہمارے اندر بھی انسانیت اور آدمیت آئے گی، اور نہیں تو بھائی! خالی

روزے، نماز کا نام تو دین نہیں ہے، دین تو ان پانچ شعبوں پر عمل کرنے کا نام ہے، جن پر ہم عمل کریں گے تو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی، ایک بزرگ کا شعر ہے کہ:

تمام عمر اسی اہتمام میں گزری
کہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

''میری زندگی اس فکر میں گزری کہ میں کسی کے لئے بوجھ نہ بن جاؤں، میری وجہ سے کسی کو ناحق تکلیف نہ پہنچے''

رمضان کی موت بڑی سعادت کی بات ہے

یہ قصہ میرے شیخ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے ڈیڑھ دو مہینے پہلے کا ہے، رمضان شریف میں عام طور پر چھٹیاں ہو جاتی ہیں، طلبہ اور اساتذہ عام طور پر گھروں کو چلے جاتے ہیں، چنانچہ اساتذہ اور طلبہ سب اپنے اپنے گھروں کو جارہے تھے، اور حضرت سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوتے تھے، میں نے بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دی، حضرت ان دنوں میں صاحب فراش تھے، اس کے بعد رمضان کا مہینہ شروع ہوگیا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ کا رمضان میں انتقال ہوگیا، تو ان کے انتقال کا حضرت پر بڑا اثر ہوا تھا، لیکن ساتھ ہی خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رمضان میں اپنے پاس بلالیا، رمضان شریف میں مرنا اس کی بڑی بشارتیں آئی ہیں، چنانچہ اس مہینے میں جس کا انتقال ہو جائے اس کا حساب وکتاب نہیں ہوتا، جیسے

جمعہ اور شب جمعہ کی یہ فضیلت ہے، تو اس لئے حضرت اس پر مسرور تھے کہ چلو بڑی بات ہے کہ اللہ نے رمضان میں اپنے پاس بلالیا ہے، اس کے بعد حضرت نے ایک بڑی عجیب بات کہہ دی جو یاد رکھنے کی ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا رمضان میں موت کی دعا نہ کرنا

فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں اپنے پاس بلا لے، اس لئے کہ رمضان شریف کی موت مبارک موت ہے، اس میں حساب کتاب نہیں ہوتا، لیکن کیا بتاؤں مجھے میری طبیعت یہ مجبور کرتی ہے کہ میں رمضان شریف میں مرنے کی دعا نہ کروں۔ اس لئے کہ اگر رمضان شریف میں میرا انتقال ہوگیا تو جو رشتہ دار ہیں، اور مجھ سے محبت کرنے والے ہیں، خاندان والے بھی ہیں، عزیز واقارب بھی ہیں، دوست واحباب بھی ہیں، اور بہت سے وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کے لئے مجھ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو سحری کی تکلیف ہوگی، افطاری کی تکلیف ہوگی، روزے میں ہونے کی وجہ سے آنے جانے میں تکلیف ہوگی، گرمی کا موسم ہے تو مجھے متعلقین اور لواحقین کی اس تکلیف کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ یا اللہ رمضان شریف میں میرا انتقال فرما، سبحان اللہ، یہ ہیں اللہ والے کہ زندگی میں تو کسی کو کیا تکلیف پہنچائیں گے، وہ اپنے مرنے سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے، اور لوگوں کی تکلیف کی وجہ سے اپنی آرزو کو بھی دعا کے ذریعہ سے پورا نہیں فرمارہے ہیں کہ یا اللہ مجھے رمضان شریف میں موت عطا فرمادے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

چنانچہ ان کی آرزو پوری ہوئی، اور ان کا انتقال رمضان میں نہیں ہوا، بلکہ غالباً دس شوال کو ہوا، رمضان شریف بھی گزر گیا، عید بھی گزر گئی، لوگوں کی خوشیاں بھی پوری ہوگئیں، اور تعلیمی سال کا آغاز بھی ہوگیا، اور آپ پھر اللہ کو پیارے ہوئے، اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں ایسی فکر پیدا فرمادے کہ ہم بھی اس طرح دنیا میں رہنے والے بن جائیں، گھر میں ہوں، باہر ہوں، ہماری طرف سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ پڑوسیوں کے بارے میں دو عجیب واقعات میری نظروں سے گزرے، ایک حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اور دوسرا اسی سے ملتا جلتا حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

حضرت حسنؓ کا یہودی پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ یہ ہے کہ ان کے مکان کے اوپر ایک یہودی رہتا تھا، اس یہودی کے مکان میں بیت الخلا تھا، کسی طرح سے اس میں سوراخ ہوگیا، اور اسکی گندگی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گرنے لگی، لیکن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اطلاع نہیں دی کہ تمہارا بیت الخلا ٹوٹ گیا ہے، لہٰذا اس کو ٹھیک کروالو، کیونکہ مجھے اس سے تکلیف ہو رہی ہے، اس دوران اس یہودی کی بیوی حضرت کی بیوی سے ملنے آئی تو اس نے دیکھا کہ پورا کمرہ بدبو سے بھرا ہوا ہے، اس نے اندر دیکھا تو پورا کمرہ پاخانے سے بھرا ہوا ہے، اور پاخانہ چھت سے گر رہا ہے، وہ جلدی سے حضرت کی بیوی سے مل کر

اپنے خاوند کے پاس گئی، اور اس سے کہا کہ فوراً جاؤ اور حضرت سے معذرت کرو، حضرت کو اتنی تکلیف پہنچ رہی ہے، اور حضرت نے ہمیں اطلاع تک نہیں دی، وہاں تو بیٹھنا مشکل ہو رہا ہے، اور حضرت وہیں رہ رہے ہیں، اور پاخانہ گر رہا ہے، وہ فوراً حضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں معذرت کرنے آیا ہوں، ہمیں نہیں معلوم کہ یہ ٹوٹ گیا، اور پاخانہ گر رہا ہے، اور آپ کو تکلیف پہنچ رہی ہے، لہٰذا میں آپ سے معذرت کرنے آیا ہوں، آپ معاف فرما دیجئے۔

یہودی کا اسلام قبول کرنا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے نانا جان یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت اللعالمین ہیں، انہوں نے ہمیں پڑوسی کے اکرام کا درس دیا ہے، پڑوسی کے احترام اور اکرام کا حکم دیا ہے، اس لئے میں نے تمہیں باخبر نہیں کیا کہ تمہاری طرف سے مجھے یہ تکلیف پہنچ رہی ہے، کیونکہ یہ اکرام کے خلاف ہو جائے گا، پھر اس یہودی نے یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ آپ ہاتھ بڑھایئے، میں مسلمان ہوتا ہوں، اسلام قبول کرتا ہوں، اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا کہ جس مذہب میں پڑوسیوں کے احترام کا اتنا خیال ہے تو وہ مذہب سچا ہی ہو سکتا ہے، جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

حضرت سہلؒ کا مجوسی پڑوسی کے ساتھ نیک برتاؤ

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، ان کے مکان کے اوپر کوئی مجوسی رہتا تھا، اس کا بھی بیت الخلا ٹوٹ گیا، اور گندگی ان کے گھر

میں گرنے لگی، انہوں نے اس جگہ پر ایک بہت بڑا برتن رکھ دیا، گندگی اس میں گرتی اور جمع ہوتی، روزانہ شام کو جب اندھیرا ہو جاتا تو اس کو اٹھا کر باہر جا کر پھینک آتے، ایک طویل عرصے تک یہی ہوتا رہا، اور اس مجوسی کو پتہ نہیں چلا، اور وہ اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجوسی کو بلایا اور کہا کہ میرے انتقال کا وقت قریب ہے، اور تم دیکھ رہے ہو کہ اس کونے میں کیا ہے، تمہارا بیت الخلا ٹوٹ گیا ہے، جس کی گندگی ایک طویل عرصے سے یہاں گر رہی ہے، اور میں روزانہ اس برتن میں جمع کر کے شام کو باہر پھینک آتا ہوں، اب چونکہ میرے انتقال کا وقت قریب ہے، اور نہ جانے میرے بعد اس تکلیف کو کوئی برداشت کر سکے یا نہ کر سکے، اس لئے میں نے آپ کو بلایا ہے، اگر میری اور زندگی ہوتی تو میں کبھی آپ کو نہیں بلاتا، اور باخبر نہ کرتا کہ مجھے یہ تکلیف پہنچ رہی ہے، میں طویل عرصے سے برداشت کر رہا ہوں، آئندہ بھی برداشت کرتا رہتا، لیکن مجھے اپنے بعد کسی اور سے یہ تکلیف اور یہ مصیبت برداشت کرنے کی امید نہیں ہے، اس لئے میں نے آپ کو بلا کر باخبر کیا، اور وہ بھی اس لئے کہ بعد میں کوئی ایسی صورت حال نہ ہو جو آپ کے لئے ناگواری کا باعث بنے۔

مجوسی کا اسلام لانا

جب اس نے دیکھا کہ ایک دن نہیں، دو دن نہیں، بلکہ ایک طویل عرصے سے آپ اس تکلیف کو برداشت کر رہے ہیں، تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا

کہ حضرت میں آپ کے اس طرز عمل سے بہت متاثر ہوا ہوں، بس آپ ہاتھ بڑھایئے، میں اسلام قبول کرتا ہوں، اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے جیسے ہی اسلام قبول کیا حضرت کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔

ہمیں اپنے اسلاف کی زندگیوں کو نمونہ بنانا چاہیے

آج ہم اپنے پڑوسیوں کا بالکل ہی خیال نہیں رکھتے، ان کو ہم سے کتنی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، ہمیں اس کا کوئی علم ہی نہیں، اور نہ ہی اس کی کوئی پرواہ ہے، لیکن ہمارے اسلاف نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کر کے دکھایا، اب ہم اپنا جائزہ لے لیں۔ حدیث میں بیان فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

زبان کا صحیح استعمال کریں

سب سے پہلے یہ زبان ہے، زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ اگر صحیح استعمال ہو تو انسان کو نہ جانے کیا سے کیا بنا دے، اور اگر غلط استعمال ہو تو پھر نہ جانے کتنوں کے دل پھاڑ دے، اور تیر و تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے، مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا، مثلاً طعنہ زنی ہے، بعض مسلمان مردوں اور عورتوں میں یہ بری عادت پائی جاتی ہے (اللہ اس سے معاف فرمائے) بعض لوگوں کی زبان میں ڈنگ ہوتے ہیں، جیسے بچھو کا ڈنگ ہوتا ہے، بعض لوگوں کی طرز گفتگو میں ایسا ڈنگ ہوتا ہے کہ جس سے سننے والے کا دل پھٹتا ہے، ان کے جملے کا انداز ہی ایسا ہوتا ہے

کہ ان کی باتوں میں کسی پر طعنہ ہوتا ہے، کسی پر تہمت، کسی پر الزام، کسی کو برا بھلا، کسی کو کیا کہہ دیا، گفتگو بھی کر رہے ہیں، اور اگلے کا دل بھی پھاڑ رہے ہیں، سننے والا سن رہا ہے، کوئی جواب ہی نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ زبان کے ایسے ماہر ہیں کہ دس جملے بولیں گے تو دس طعنے بھی دیدیں گے۔

ساس بہو کا قصہ

ہمارے حضرت ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک صاحب اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ ساس بیٹھی ہے اور بہو بہت سخت غصہ میں ہے، اور ناراض ہے اور ناچی ناچی پھر رہی ہے، جا کر ساس سے پوچھا کہ کیا بات ہے، کہنے لگی کوئی بات نہیں، میں نے تو بس دو باتیں کہی ہیں، اس پر ناچی ناچی پھر رہی ہے، پوچھا کہ تم نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگیں میں نے تو صرف یہ کہا کہ تمہارا باپ غلام ہے، اور تمہاری ماں لونڈی ہے، ان صاحب نے کہا کہ یہ تم نے کچھ نہیں کہا، ارے یہ ایک جملہ ہی اتنا بڑا ہے کہ جو ہزاروں جملوں پر بھاری ہے، اس جملہ پر بہو ناراض ہے، اور ساس کہہ رہی ہے کہ میں نے کچھ نہیں کہا۔ ساس بہو کے جھگڑوں میں یہ بات کثرت سے پائی جاتی ہے کہ کہیں ساس طعنہ دیتی ہے، ملامت کرتی ہے، اور کہیں اس کا الٹا معاملہ ہوتا ہے، بہو زبان دراز ہوتی ہے اور وہ اپنی زبان درازی کی وجہ سے سارے گھر کو جہنم بنا دیتی ہے، یہی حال مردوں کا بھی ہے کہ گفتگو کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا، ایک دوسرے کے اوپر تہمت لگانا، ملامت کرنا، اور ایسی ایسی باتیں کرنا جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچے اور نا اتفاقی ہو جائے اور جھگڑا

ہو جائے یہ زبان کا گناہ ہے، جس سے بچنے کی ضرورت ہے، عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔

زبان سے دینی امور میں بھی احتیاط

اسی طرح بعض لوگ زبان سے ذکر کریں گے، تسبیح کریں گے، تلاوت کریں گے، اور اتنی آواز سے کریں گے کہ برابر میں کوئی تسبیح کر رہا ہو، ذکر کر رہا ہو، تلاوت کر رہا ہو، یا سو رہا ہو تو اس کے ذکر واذکار میں یا آرام میں خلل واقع ہو رہا ہوگا۔ اتنی آواز سے ذکر کرنے کی اجازت نہیں ہے، جس سے دوسرے کے ذکر یا آرام میں خلل واقع ہو۔ لہٰذا جب بھی کوئی ذکر واذکار، تلاوت کرے تو اپنے اردگرد دیکھ لے کہ کوئی آرام تو نہیں کر رہا ہے یا پھر مطالعہ تو نہیں کر رہا ہے، کوئی نماز تو نہیں پڑھ رہا ہے، کسی کام میں مصروف تو نہیں ہے، جس کی وجہ سے اونچی آواز سے ذکر کرنے سے یا تلاوت کرنے سے حرج واقع ہو، اور اس کے آرام میں خلل آئے، ذکر تو کر رہا ہے اللہ کے واسطے، مگر اس کے ذریعے سے دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے، اور اس طرح دوسروں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے، گناہ کبیرہ ہے، اور ذکر، تسبیحاور تلاوت یہ نفل ہیں، فرض واجب نہیں، نفل اور مستحب عمل کے ذریعے کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔

لاؤڈ اسپیکر کا صحیح استعمال کریں

اسی طریقہ سے بعض مسجدوں میں وعظ اور تقریر ہوتی ہے، اور وعظ اور تقریر کے لئے اذان والا لاؤڈ اسپیکر کھول دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس درس

و وعظ کی آواز پورے محلّہ میں گونجتی ہے، دور دراز تک کوئی بھی آدمی سو نہیں سکتا، مطالعہ نہیں کرسکتا، عبادت نہیں کرسکتا، شب قدر میں اور دوسری بڑی راتوں میں یہ عام رواج بن گیا ہے، مسجد میں جاکر دیکھ لو تو سننے والے ڈھائی آدمی بھی نہیں ہیں، بلکہ بعض جگہوں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیسٹ ہی لگی ہوئی ہے، سننے والا کوئی آدمی ہی نہیں ہے، مسجد میں کسی کو سنا نہیں رہے، بلکہ محلّہ میں جو لوگ کھیل رہے ہیں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، آرام کررہے ہیں، ان کو سنا رہے ہیں، یہ کتنی بدتمیزی ہے، ایذا رسانی کا ایک نیا ڈھنگ ہے۔

ہر کام میں نبوی نقش کی اتباع کریں

بھائی اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چاہتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تو یہ ہے کہ گھر میں آرہے ہیں تو سلام بھی آہستہ کررہے ہیں، تہجد کے لئے، یا شب برأت میں جنت البقیع میں جانے کے لئے بیدار ہورہے ہیں تو اس میں بھی اس بات کا اہتمام فرمارہے ہیں کہ کسی کے آرام میں خلل واقع نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عمل یہ ہے، جبکہ یہ ہے کہ پورے محلے کو جگانا، ان کے آرام میں خلل ڈالنا، ان کو زبردستی تکلیف دینا، بہرحال! اگر درس وغیرہ ہو تو اس کی آواز سامعین تک محدود ہو، کسی کو زبردستی سنانا جائز نہیں، جس کو سننا ہوگا وہ خود آئے گا، جس میں طلب نہیں، اس کو زبردستی سنانے کا کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا زبردستی سنانا جائز نہیں۔

ٹیلی فون کا بے جا استعمال

ٹیلی فون جہاں ایک بڑی نعمت ہے، وہاں اس کا غلط استعمال بہت بڑی اذیت کا باعث ہے، بعض لوگ کسی کے پاس ٹیلی فون کرتے ہیں تو اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اس کو ٹیلی فون کرنے کا یہ مناسب وقت بھی ہے یا نہیں، ہر آدمی کے اپنے الگ الگ معمولات ہوتے ہیں، کچھ اوقات کسی کے فراغت کے ہوتے ہیں، کچھ اوقات مصروفیت کے ہوتے ہیں، کچھ اوقات کھانے اور آرام کرنے کے ہوتے ہیں، ٹیلی فون کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جب کسی کو فون کیا جائے تو پہلے اس بات کو معلوم کرلیا جائے کہ اس کے فون سننے کے کیا اوقات ہیں، جس میں ہم فون کر سکتے ہیں، اور ٹیلی فون پر لمبی گفتگو بھی بعض اوقات ایذا کا باعث بن جاتی ہے، کسی کو جلدی ہو رہی ہے، کہیں جانا ہے، مثلاً بیت الخلا جانا ہے، یا کہیں اور اس کو جلدی جانا ہے، اور پوری داستان لے کر بیٹھ گئے، وہ کہہ رہا ہے جلدی ہے، یہ کہہ رہے ہیں بس ذرا ایک بات اور سن لیجئے، اس کو زبردستی روکنے میں لگے ہوئے ہیں۔

موبائل فون بھی مصیبت ہے

جب سے موبائل فون آیا ہے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے، جب بھی کسی کو فون کرنا ہوتا ہے تو ڈرتے کرتا ہوں، کیونکہ یہ موبائل ایسا ہے کہ گاڑی میں بھی بیٹھا ہے تب بھی اس کی گھنٹی بج رہی ہے، اور اگر جیب میں لے کر بیت الخلا میں بیٹھا ہے تب بھی اس کی گھنٹی بج رہی ہے، اور کھانا کھا رہا ہے وہاں بھی

گھنٹی بج رہی ہے، لہٰذا مجھے بڑا ڈر لگتا ہے، اس لئے میں پہلے معلوم کر لیتا ہوں کہ
بھائی کس حالت میں ہو، میں بات کرسکتا ہوں یا نہیں کرسکتا، اگر وہ کہتا ہے کہ میں
ٹھیک حالت میں ہوں بات کر سکتے ہیں تو پھر بات کرنے کا جی کرتا ہے، اور اگر
نہیں تو پھر بڑا ڈر لگتا ہے کہ خدانخواستہ کہیں گاڑی نہ ٹکرا جائے، کیونکہ ایک ہاتھ
سے سنے گا، دوسرے ہاتھ سے گاڑی چلائے گا، کوئی سامنے سے گاڑی آجائے تو
اس میں خطرہ رہتا ہے کہ کہیں گاڑی نہ ٹکرا جائے۔ تو بھائی موبائل میں اور ہوشیار
رہنے کی ضرورت ہے، لہٰذا موبائل اور ٹیلی فون پر بات کرنے سے پہلے آدمی
پوچھ لے کہ ابھی بات کروں یا نہ کروں، اگر وہ اجازت دیدے تو ٹھیک ہے،
ورنہ نہ کرے۔

سلام کے چند آداب

اسی طریقہ سے سلام کے چند آداب ہیں، مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ جو
سلام میں پہل کرے گا، وہ تکبر سے پاک ہو جائے گا، لیکن اس کے اندر ہی بھی
حکم ہے کہ اگر کوئی ذکر کر رہا ہو، تلاوت کر رہا ہو تو اس وقت سلام نہ کرے، اور اگر
کوئی کر دے تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے، اسی طرح کوئی کھانا کھا رہا ہو،
لقمہ چبا رہا ہو، ایسے وقت میں بھی سلام کرنے کی ممانعت ہے، اور اس موقع پر
سلام کا جواب دینا واجب نہیں، اب اگر اس کو مسئلہ معلوم نہ ہو اور وہ سلام کا
جواب دے اور جواب دینے کے نتیجے میں لقمہ اس کے حلق میں پھنس جائے تو اس
کو تکلیف ہوگی، اس لئے اگر کوئی لقمہ کھا رہا ہو، سلام مت کرو، کوئی تلاوت کر رہا

ہے، ذکر کر رہا ہے، اس کو سلام مت کرو تا کہ اس کو اتنی سے بھی تکلیف نہ پہنچے کہ وہ آپ کا سلام سن کر آپ کی طرف متوجہ ہو تو اس صورت میں اس کو تکلیف تو ہوگی، تو اتنی سی تکلیف بھی پہچانے سے اسلام نے منع کیا ہے، ایسے ہی درس ہو رہا ہے، وعظ ہو رہا ہے، تو آنے والوں کو سلام کرنے کی ممانعت ہے، ان کو چاہیے کہ خاموشی سے آکر بیٹھ جائیں۔

مصافحہ کے چند آداب

ایسے ہی مصافحہ کے چند آداب ہیں، مثلاً یہ کہ پہلے دیکھ لو کہ تمہارے مصافحہ کرنے سے اس کو تکلیف تو نہیں پہنچے گی، اگر مصافحہ سے تکلیف پہنچ رہی ہو تو بھائی مصافحہ کرنا فرض نہیں ہے، لیکن تکلیف سے بچانا فرض ہے، لہٰذا اسے مصافحہ مت کرو۔ آج ہمارے معاشرے میں مصافحہ کی ایک بدترین شکل رائج ہو رہی ہے، وہ یہ کہ کسی محفل میں کئی لوگ بیٹھے ہیں، اب نیا آنے والا آدمی سلام تو کرلے گا، لیکن ساتھ میں ہر ایک سے مصافحہ کر رہا ہے، جتنے بھی آدمی بیٹھے ہیں سب سے مصافحہ کر رہا ہے، چاہے کسی سے جان پہچان ہو یا نہ ہو، اور پھر مصافحہ بھی برائے نام ہو رہا ہے، بے تکا سا ہوتا ہے، تھوڑا سا ہاتھ ملاتا ہے، کیونکہ سب کو نمٹانا ہوتا ہے، اب وہ سب سے بے تکا مصافحہ کر رہا ہے، اب کوئی مصروف ہے، کوئی گفتگو کر رہا ہے، سب سے ہاتھ ملاتا جا رہا ہے، سب کو اس نے تکلیف میں مبتلا کر دیا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع کیا ہے، بس پوری مجلس کو ایک ہی مرتبہ سلام کرنا کافی ہے، اور ایک سے مصافحہ کرلیا تو سب کے

لئے کافی ہے، البتہ اگر کسی سے خصوصی ملاقات ہو رہی ہے، اس کو الگ سے سلام بھی کرسکتا ہے، اور اس سے مصافحہ بھی کرسکتا ہے، لیکن رسم کے طور پر پوری مجلس سے جو مصافحہ کرنے کا طریقہ ہے یہ غلط ہے، اس سے بچا جائے۔ تو بہر حال یہ زبان کے بارے میں چند باتیں ہیں جن سے دوسروں کو بہت تکلیف پہنچتی ہے، تفصیلات کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کی کتاب ہے "آداب معاشرت" اس کا مطالعہ کریں، اس کا ہم سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو مطالعہ کرنا چاہیے، اس میں حضرت نے بڑی تفصیل کے ساتھ ہر بات بیان فرمائی ہے، اس میں مصافحہ کا مسئلہ بھی حضرت نے بیان فرمایا ہے۔

گاڑی صحیح رُخ پر چلائیں

اب چند مثالیں میں بیان کر دیتا ہوں، جن میں انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے، اس میں سب سے اہم صورت یہ ہے کہ جس کی طرف سے ہم سب کو فوری توجہ کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ گاڑی اس طریقے سے چلانا ضروری ہے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اور گاڑی کھڑی بھی اس طریقے سے کی جائے کہ اس سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔

مفتی محمد حسن کا گاڑی چلانے پر ترجمانی

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کے شیخ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں، ان کے ایک خادم ہیں بٹ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بٹ صاحب

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی گاڑی میں پہنچاتے تھے، اور واپس لاتے تھے، روزانہ ان کا یہ معمول تھا، ایک دن مفتی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، بٹ صاحب آپ کو گاڑی چلانی آتی ہے؟ وہ سوچ میں پڑ گئے کہ روزانہ میں حضرت کو لے جاتا ہوں، چلانا جانتا ہوں، تب ہی ان کو لے جاتا ہوں، انہوں نے بڑا اچھا جواب دیا، کہنے لگے! حضرت کچھ کچھ آتی ہے، یہ نہیں کہا کہ حضرت آتی ہے، بلکہ کہا کہ کچھ کچھ آتی ہے، اور آپ فرمادیں کہ گاڑی کس طرح چلاتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی گاڑی اس طرح چلانی چاہیے کہ کسی گزرنے والے کو تمہاری وجہ سے ادنیٰ تکلیف بھی نہ ہو، تم اس طرح سے گاڑی چلاؤ کہ دوسرے لوگ جو تمہارے قریب سے گزر رہے ہیں، گاڑیوں والے، موٹر سائیکل والے، سائیکل والے، پیدل چلنے والے ان سب کو تمہاری وجہ سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

گاڑی کھڑی کرنے کے اصول

اور ٹریفک کے جو اصول ہیں اس کی پابندی کی جائے، اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ بے موقع گاڑی روکنے سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے، گاڑی کھڑی کریں لیکن دیکھ کر کریں کہ کہیں اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو، ہم گاڑی کسی ایسی جگہ کھڑی کردیں جس کی وجہ سے دوسری تمام گاڑیاں بند ہو جائیں اور پھر ہارن بج رہے ہیں، اور ہم آرام سے اندر بیٹھے ہیں، گپ شپ لگا رہے ہیں، کھارہے ہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

تکلیف والی جگہ نماز نہ پڑھیں

اسی طرح بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسی جگہ نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے جہاں سے لوگوں کے نکلنے کی جگہ ہے، جیسے جمعہ کی نماز میں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے، اس کا خیال رکھا جائے، اب جہاں سے لوگ نکلتے ہیں، وہاں یہ کھڑا ہے، اب لوگ جلدی میں ہیں، اگر جاتے ہیں تو گناہ گار ہو جاتے ہیں، اور اگر رک جاتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ کھڑے ہوں جہاں سے لوگوں کا گزر نہ ہو، لہٰذا نیت باندھنے سے قبل اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم یا تو کسی ستون کے پیچھے ہوں یا کسی دیوار کے پیچھے ہوں، لیکن کسی ایسی جگہ پر نہ ہوں جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

گھر میں بھی نظم و ضبط رکھیں

اسی طرح گھر میں بھی اس بات کا اہتمام رکھنا چاہیے کہ جس گھر میں متعدد افراد رہتے ہوں اس میں ہر چیز رکھنے کی الگ جگہ مقرر ہونی چاہیے، یہ گھر میں نظم رکھنا چاہیے کہ جو چیز مشترکہ طور پر استعمال ہوتی ہے، اس کی الگ جگہ مخصوص ہو، اور مخصوص ہونے کے بعد اب ہر فرد کی ذمہ دار ہے کہ جب اس چیز کو استعمال کے لئے اٹھائے تو فراغت کے بعد اس کو اسی جگہ پر واپس رکھے، یہاں تک کہ اگر کسی کو اندھیرے میں بھی اس چیز کی ضرورت پڑ جائے تو وہ وہاں ہاتھ بڑھائے تو اس کو وہ چیز مل جائے، لیکن لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مثلاً ماچس ہے، وہ جہاں رکھی جاتی ہے وہاں سے غائب ہے، نمک رکھنے کی جگہ مخصوص ہے لیکن نمک وہاں

سے غائب ہے، چھری جہاں پر استعمال کی وہیں رکھ دی، اب جناب چولہا جلانے کے لئے ماچس نہیں، پھل کاٹنے کے لئے چھری نہیں ہے، تولیہ غائب، صابن غائب، لوگ اس کو کچھ نہیں سمجھتے، کہتے ہیں گھر ہی تو ہے، سب ایک ہی تو ہیں، تو یہ سب بھی ایذارسانی کے اسباب ہیں، چاہے گھر میں ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان تمام باتوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی آداب معاشرت والی زندگی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
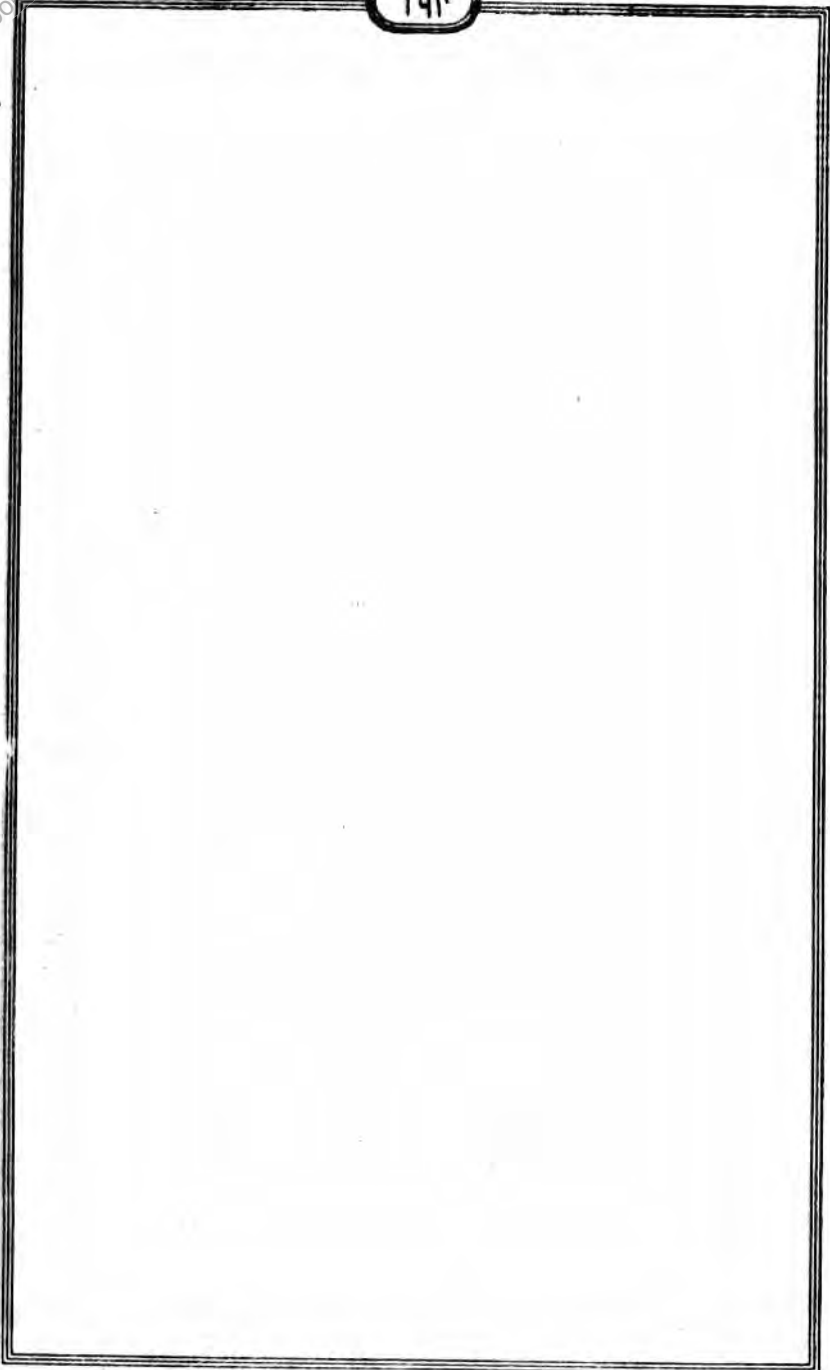
مخلوق پر رحم اور شفقت

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخلوق پر رحم اور شفقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ و رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيراً كَثِيْرًا۔

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یّوق شح نفسہ فاو لٓئك ھم المفلحون۔ صدق اللّٰہ العظیم

(سورۃ الحشر: ۹)

اللہ کی صفت حلم کا تذکرہ

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! اللہ جل شانہ کی بہت سی صفتیں ہیں جیسے رزاق ہونا، غفار ہونا، ستار ہونا، حاجت روا اور مشکل کشا ہونا، ان صفات میں سے ایک صفت حلیم اور بردبار ہونا ہے، اللہ تعالیٰ حلیم بھی ہیں اور بردبار بھی ہیں اور بہت ہی تحمل سے کام لینے والے ہیں اور بہت ہی درگزر سے کام لینے والے ہیں اور اپنی مخلوق پر بہت ہی مہربان اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔

حلم اور بردباری کی صفت پیدا کریں

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا:

تخلقوا باخلاق اللہ ''اللہ کے جو اخلاق ہیں اور جو عادات ہیں ان کو اپناؤ''

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ حلیم اور بردبار ہیں اسی طرح ہم بھی اپنے اندر حلم اور بردباری کی صفت پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ:

سبقت رحمتی علی غضبی

''میری رحمت میرے غصے سے آگے''

یعنی میں بہت کم غصہ کرتا ہوں اور وہ بھی کسی کسی پر کرتا ہوں، زیادہ تر تو میرا برتاؤ اپنے بندوں کے ساتھ رحمت کا ہوتا ہے، معافی کا ہوتا ہے، درگزر کا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اصل عادت معاف کرنے کی ہے، درگزر کرنے کی ہے اور بندوں پر غصہ نہ کرنے کی ہے، کبھی کبھی بندے جب حد سے گزر جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ پکڑتے ہیں اور سزا دیتے ہیں، ان کو پکڑنا اور ان کو سزا دینا اصل میں ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا، خود کلام پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وماظلمنٰهم

''ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا''

یعنی جو قومیں تباہ ہوگئیں، ہلاک ہوگئیں، اللہ تعالیٰ کے قہر میں مبتلا ہوئیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں **وماظلمنٰهم** ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

ولکن کانوا انفسهم یظلمون

''اور لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''

یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے، زیادتی کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے، اور جب بندوں کی یہ ظلم و زیادتی اور بداعمالیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے، جیسا عمل ویسا ہی اثر، جیسے اعمال ویسے ہی ان کا انجام، تو جیسے ان کے کام تھے، ویسے انجام کو وہ پہنچ گئے، وہی ان کا انجام

ہوا، وہی ان کا حشر ہوا، اللہ پاک نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا، ایسا نہیں ہوا کہ وہ فرمانبردار تھے، تابعدار تھے، کہنا مانتے تھے، گناہوں سے بچتے تھے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا، ایسا نہیں ہوا، بلکہ خود انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قہر میں مبتلا کیا اور خود ہی اپنے آپ کو مستحق عذاب بنایا۔

اس لئے ان کے اوپر عذاب آیا ورنہ اصل عادت اللہ پاک کی معاف کرنے کی ہے، درگزر کرنے کی ہے اور برداشت وتحمل کرنے کی ہے، لہٰذا حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ تم بھی اپنے اندر اصل عادت یہی بناؤ، اپنے اندر برداشت کرنے کی، درگزر کرنے کی اور معاف کرنے کی عادت بناؤ، یہ ہے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی مخلوق پر شفقت

خود حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب پر مخلوق کی شفقت، نرمی، تحمل اور بردباری کا اس قدر غلبہ تھا کہ انسان تو انسان موذی جانور ں تک کو مارنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مثلاً بچھو کو دیکھ لیجئے، یہ انسان کو تکلیف دینے والا جانور ہے، لیکن حضرت کی یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس بچھو کو ماردیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کا حال

ایک مرتبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ نے اپنا حال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، حضرت! میرا حال یہ ہے کہ میں جب کسی موذی جانور کو بھی

دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے مارنے کو جی نہیں چاہتا، اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، بس میری کچھ عجیب طبیعت ہے، حالانکہ اس کو مارنے کی شرعاً اجازت ہے، ایذا دینے والی چیز ہے، اس کو مارنا جائز ہے، لیکن میری طبیعت پر اس قدر شفقت کا غلبہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو بھی مارنے کو جی نہیں چاہتا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ اگرچہ ایسے موقع پر خود تو نہ مارو مگر دوسروں کو بتادو تاکہ وہ ماردیں، تم اگر اپنی طبیعت کی وجہ سے مارنا نہیں چاہتے تو نہ مارو لیکن دوسروں کو بتادو، تاکہ وہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے اور دوسرے کے لئے مارنا کوئی قباحت نہیں ہے، تاکہ وہ خود بھی بچ جائے اور دوسرے بھی اس کی ایذا سے بچ جائیں۔

حتیٰ کہ حضرت کھٹمل کو بھی نہیں مارتے تھے جس کے مارنے کے لئے سب لوگ تیار رہتے ہیں مگر حضرت اپنی طبیعت کی وجہ سے اس کو بھی نہیں مارتے تھے۔

مخلوق پر شفقت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی مخلوق پر شفقت کا ایک قصہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت کے جسم میں کوئی زخم ہوگیا، تازہ زخم ہوتا ہے تو مکھیاں آتی ہیں اور بیٹھتی ہیں اور زخم کو چوستی ہیں، اس سے آدمی کو بہت تکلیف ہوتی ہے، مکھیاں زخم کی بہت شوقین ہوتی ہیں،

جتنا بھی اُڑالو پھر آ کر بیٹھ جاتی ہیں، جتنا بھگاؤ اتنی آئیں گی، ہمارا حال تو یہ ہوتا ہے کہ بھگانے میں ہی لگے رہتے ہیں۔

لیکن کسی نے حضرت کو دیکھا کہ حضرت کے زخم پر مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور حضرت کو تکلیف بھی ہورہی ہے، لیکن حضرت اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، مکھیوں کو اُڑا ہی نہیں رہے، اس دیکھنے والے کو بڑا احساس ہوا کہ یہ مکھیاں حضرت کے جسم سے چمٹی ہوئی ہیں، کس قدر حضرت کو اس سے تکلیف ہورہی ہوگی، تو اس نے کہا کہ حضرت! آپ تو مکھیاں نہیں اُڑا رہے، میں اُڑا دوں؟ حضرت نے فرمایا کہ رہنے دو بھائی! یہ اپنا کام کررہی ہیں اور میں اپنا کام کررہا ہوں، ان کو اپنا کام کرنے دو میں اپنا کام کررہا ہوں۔

اللہ اکبر! کیا شان ہے بزرگوں کی، بعض لوگوں پر ایسا شفقت کا غلبہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ

اس لئے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! اللہ کی اصل عادت ہے برداشت کرنے کی اور درگزر کرنے کی اور معاف کرنے کی، نرمی کی، رحمت کی اور شفقت کی، تم بھی اپنی یہی عادت بناؤ، جب تم یہ عادت بنالوگے تو تم پر بھی اللہ تعالیٰ کی یہی رحمت برسے گی، پھر تمہارے ساتھ بھی وہ درگزر والا معاملہ فرمائیں گے، شفقت والا معاملہ فرمائیں گے، رحمت والا معاملہ

فرمائیں گے، اس لئے کہ اب تم نے بھی وہی کام شروع کردیے جو اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں اور جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی پیاری پیاری اور مقدس عادات ہیں، انہیں اپنانے کا ہمیں حکم ہے۔

ہماری عادات

لیکن ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارے اندر غصہ کا غلبہ ہے، طبیعت میں سختی ہے، بات بات میں غصہ، بات بات میں جھنجلاہٹ، بات بات میں شدت، بات بات میں ڈانٹنا، لڑنا، جھگڑنا اور ذرا ذرا سی بات پر چراغ پا ہونا، یہ بدترین عادتوں میں سے ایک عادت ہے، ساری خوبیاں ایک طرف، یہ بری خصلت ایک طرف۔

ایک بری خصلت سو اچھی عادات کو مٹا دیتی ہے

اگر کسی مرد و عورت کے اندر خدانخواستہ یہ عادتیں ہوں تو اس کا غصہ ناک پر رکھا ہوتا ہے کہ ذرا سا اس کی مرضی کے خلاف ہوا اور پارہ چڑھا، ذرا سا طبیعت کے خلاف ہوا اور وہ وقابو سے باہر ہوا۔ اگر اس کے اندر سو خصلتیں اچھی ہوں اور ایک یہ بری خصلت اس کے اندر پائی جاتی ہو تو یہ ساری خوبیوں پر پانی پھیرنے والی ہے۔ اس کی طرف ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ یہ بری عادت نہ ہم میں ہو اور ہماری خواتین میں ہو۔ جب دیکھو غصہ ہی غصہ، ناراضگی ہی ناراضگی، جب دیکھو لڑائی جھگڑا اور بات بات پر لڑنا جھگڑنا، مارنا پیٹنا، نا اتفاقی، قطع تعلقی، قطع رحمی، یہ سارے گناہ غصہ سے پیدا ہوتے ہیں، غصہ سے نہ جانے کتنے گناہ

انسان کے اندر پرورش پاتے ہیں اور کتنے گناہ اس کی وجہ سے صادر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

غصہ برائیوں کا پٹارا ہے

ظلم اس کی وجہ سے ہوتا ہے، غیبت اس کی وجہ سے ہوتی ہے، حسد اس کی وجہ سے ہوتا ہے، بغض اس کی وجہ سے ہوتا ہے، نفرت اس کی وجہ سے ہوتی ہے، حقارت اس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، نفرتیں اس کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں، لعن طعن، ملامت، بہتان، الزام تراشی، یہ ساری چیزیں غصہ کی پیداوار ہیں، برداشت نہ کرنے کی پیداوار ہیں، تحمل نہ کرنے کی پیداوار ہیں، لہذا ہمیں اپنی اصل عادت برداشت کرنے کی بنانی چاہئے، اس کے لئے حدیث شریف میں بڑی پیاری دعا آئی ہے:

قوت برداشت کی ایک خاص دعا

اللّٰھم اغنی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوی وجملنی بالعافیة

''اے اللہ علم کے ذریعے میری مدد فرما اور حلم اور بردباری سے مجھ کو مزین فرما اور تقویٰ سے مجھ کو عزت عطا فرما اور عافیت کے ساتھ مجھ کو جمال عطا فرما''

اچھی عادات بنانے کی آسان ترکیب

کسی اچھی عادت کو اپنانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک محنت اور کوشش اور دوسری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرنا، لہٰذا اگر ہماری طبیعت میں غصہ ہے اور حلم نہیں ہے، بردباری نہیں ہے، تحمل نہیں ہے، تو پھر اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائیں گے، اس نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں یا اللہ! ہمارا غصہ اعتدال میں آجائے جو حد سے بڑھا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے میں مصیبت میں مبتلا ہوں اور ہر شخص میری وجہ سے پریشان اور نالاں ہے، یا اللہ! میرا یہ غصہ دور فرما کر اس کو اعتدال عطا فرما دیجئے اور یا اللہ! میں حلم سے محروم ہوں، بردباری میرے اندر نہیں ہے، درگزر کرنے اور معاف کرنے کی عادت میرے اندر نہیں پائی جاتی، یہ صفت میرے اندر پیدا کر دیجئے۔ جب ہم اس طرح دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمت بھی دیں گے، توفیق بھی دیں گے، اور اس نعمت سے سرفراز بھی فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا نام حلیم سن کر عذاب کو دور فرما دیا

اللہ تعالیٰ کی شان حلم پر ایک عجیب وغریب واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے کسی بستی پر اپنا عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتوں کو روانہ فرمایا اور حکم

دیا کہ یہ عذاب لے جاؤ اور فلاں بستی کو اس عذاب میں مبتلا کر دو۔ فرشتے آسمان سے، عذاب لے کر روانہ ہوئے اور ان بستی والوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے والا ہے، قہر اترنے والا ہے، وہ اسی طرح اپنے دن کے کاروبار میں مشغول تھے جیسے لوگ مشغول ہوا کرتے ہیں، بازار کھلے ہوئے تھے اور لوگ آرہے تھے اور جارہے تھے، فرشتے عذاب لے کر آسمان سے نیچے اترے تو لوگ اپنے اپنے کاموں کے اندر مشغول تھے، انہیں پتا ہی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

ایک خاتون اپنے گھر کے اندر دوپہر کے کھانے کے لئے آٹا گوندرہی تھی اور اس کے برابر میں اس کا دودھ پیتا بچہ لیٹا ہوا تھا اور وہ دودھ پینے کے لئے بے چین اور بے قرار تھا، وہ جب بھی روتا تو ماں اس کو تسلی دے کر کہتی کہ بیٹا تھوڑی دیر ٹھہر، ابھی میں دودھ پلاتی ہوں وہ تسلی دیتی تو وہ دو چار لمحے خاموش ہو جاتا، پھر رونا شروع کر دیتا، بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے، وہ روتا رہا اور ماں اس کو تسلی دیتی رہی کہ میں ابھی فارغ ہوتی ہوں اور تجھ کو دودھ پلاتی ہوں، بچہ کے رونے کے دوران یکایک اس کی زبان سے نکل گیا:

اُسْکُتْ یَابُنَیَّ اِنَّ رَبِّیْ حَلِیْمٌ

”میرے پیارے بیٹے! خاموش ہوجا میرا پروردگار بڑا ہی حلیم اور بردبار ہے اور درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے“

فوراً اللہ پاک نے ان فرشتوں کو جو آسمان اور زمین کے درمیان تھے، وہیں روک لیا اور کہا کہ واپس آجاؤ، اس لئے کہ اس بستی میں ایک عورت نے ہمیں حلیم کہہ دیا ہے اور اب اس بستی پر عذاب نازل کرنا ہماری شان حلم کے خلاف ہے، ایک عورت نے ہماری تعریف کر دی اور اس نے ہمیں حلیم کہہ دیا ہے، جب اس نے حلیم کہہ دیا ہے تو حلیم کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اس کو عذاب دے۔ اللہ اکبر! حالانکہ اس نے کوئی عذاب روکنے کے لئے یا اللہ کی تعریف کرنے کے لئے باقاعدہ نیت کر کے کوئی جملہ نہیں کہا تھا، اس نے تو بچے کو تسلی دینے کے لئے بے ساختہ یہ جملہ کہا ''اے میرے پیارے بچے! ذرا خاموش ہو جا، میرا رب بڑا حلیم ہے'' تو بھی حلم سے اور بردباری سے کام لے، کیونکہ میرا اللہ بھی بڑا حلیم ہے اور بردبار ہے۔

اتنی چھوٹی سے بات پر اللہ تعالیٰ نے اس بستی سے عذاب ہٹا لیا، کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کے حلم کی، بردباری کی، اور درگزر کرنے کی۔

پہلے سے ذہن بنالیں

ہمارے اندر بھی یہ عادت ہونی چاہئے کہ ہم بہت ہی برداشت کرنے والے ہوں۔ اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے، کوشش اس طرح کرنی پڑتی ہے کہ پہلے سے اپنا ذہن بنانا پڑتا ہے کہ جب کوئی ایسا موقع آئے گا جہاں مجھے غصہ آئے اور میری طبیعت مشتعل ہو یا کوئی ایسا موقع آئے گا جس کی وجہ سے میری

طبیعت میں تغیر واقع ہوتو میں اس موقع پر برداشت کروں گا، ہمت سے کام لوں گا، ہرگز ہرگز میں اس وقت غصہ کا اظہار نہیں ہونے دوں گا، اپنی طبیعت کو مشتعل نہیں ہونے دوں گا، میں برداشت سے کام لوں گا۔

پہلے سے اپنے ذہن میں ان باتوں کو سوچنا پڑے گا، سوچنے کے بعد اور ذہن کو اس کے لئے تیار کرنے کے بعد پھر اگر خدانخواستہ کوئی ایسا موقع آجائے تو بس سوچا ہوا منصوبہ اب پورا کرنے کا وقت آگیا، اب اس سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کرنے کا وقت ہے، فوراً سنبھل جائیں، دوسرا شخص غصہ میں کیسی ہی بات کررہا ہو، ناراضگی کا اظہار کررہا ہو، ایسی باتیں کررہا ہو جس سے طبیعت میں اشتعال پیدا ہورہا ہو، لیکن آپ اپنی طبیعت کو مجبور کرکے دبائیں، تحمل کریں، برداشت کریں، غصہ نہ کریں، غصہ کا اظہار نہ ہونے دیں، غصہ کو پی جائیں اور اگر طبیعت کو دبانے سے کام نہیں چل رہا ہے تو پھر غصہ ٹھنڈا کرنے کے طریقے جو احادیث طیبہ سے اور بزرگان دین سے ثابت ہیں، ان پر عمل کریں۔

غصہ ٹھنڈا کرنے کے کئی طریقے

ا۔غصہ ٹھنڈا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آرہا ہے اس سے الگ ہوجائیں، جب کسی شخص کی کوئی بات برداشت سے باہر ہورہی ہو اور صبر کا پیمانہ چھلکنے والا ہو تو فوراً اس شخص سے الگ ہوجائیں، الگ ہونے سے بہت فرق پڑے گا۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ٹھنڈا پانی پی لیں۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر لیں۔

۴۔ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں، بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں، کیونکہ غصہ کے وقت انسان کے جسم میں دورانِ خون بڑھتا ہے، اس وقت اگر انسان لیٹا ہوا ہو تو بیٹھ جاتا ہے، بیٹھا ہوا ہو تو کھڑا ہو جاتا ہے، کھڑا ہوا ہو تو چلنے لگتا ہو، چل رہا ہو تو دوڑنے لگتا ہے، لہٰذا اس کا علاج ہونا چاہئے، یعنی اگر چل رہے ہوں تو کھڑے ہو جائیں، کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں اور بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں۔

۵۔ پانچواں طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے، اس سے غصہ کافور ہو جاتا ہے، طبیعت کا اشتعال ختم ہو جاتا ہے اور غصہ کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

مکھی پر شفقت مغفرت کا سبب بن گئی

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی عالم کا یہ واقعہ سنایا کہ ایک بہت بڑے عالم تھے، ساری عمر ان کی علوم شرعیہ پڑھنے پڑھانے میں، درس وتدریس میں، وعظ وتقریر میں اور اصلاحِ خلق میں گزری، ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں، تبلیغ میں، تعلیم میں، تصنیف وتالیف میں گزر گئی، جب ان کا وصال ہو گیا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے

پوچھا حضرت! اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا کہ میں جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں بخش دیا اور پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے، ہم نے کس وجہ سے تمہیں بخش دیا؟ میرے ذہن میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے دنیا میں اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشی تھی، شاید اس کی بنیاد پر اللہ پاک نے میری بخشش فرمائی، میرے وعظ وتقریر، میری تصنیف وتالیف اور تدریس سب انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگئی ہیں، اس کے بدلے اللہ پاک نے میری مغفرت فرمائی ہے،

لیکن حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ یہ تمہارے ذہن میں جو آرہا ہے، اس کی وجہ سے ہم نے نہیں بخشا ہے، بلکہ اس لئے بخشا ہے کہ ایک دن تم کوئی کتاب لکھ رہے تھے (اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوتے تھے اور روشنائی میں قلم ڈال کر اس کو تر کرکے اس سے مضمون لکھا جاتا تھا، جب روشنائی ختم ہو جاتی تو دوبارہ اس کو روشنائی سے تر کرلیا جاتا پھر لکھنا شروع کردیتے تھے) تو ایک مرتبہ تم اسی طرح کوئی کتاب لکھ رہے تھے اور لکھنے کے دوران تم نے اپنا قلم روشنائی میں ڈالا اور پھر اس کو باہر نکالا، ابھی تم لکھنا ہی چاہتے تھے کہ اچانک اس قلم کی نوک پر ایک مکھی آکر بیٹھ گئی اور سیاہی چوسنے لگی، اس وقت تم نے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے مکھی پیاسی ہے، اس لئے یہ اس قلم کی روشنائی کو چوس رہی ہے پھر تم نے ہماری خاطر اس قلم کو چند لمحوں کے لئے اس نیت سے روک لیا کہ یہ مکھی اپنی

ضرورت پوری کر لے، پیاسی ہے تو اس کی پیاس دور ہو جائے، بھوکی ہے تو اس کی بھوک دور ہو جائے، تم نے اس وقت تک اپنے ہاتھ کو لکھنے سے روکے رکھا اور قلم کو اس وقت تک چلانے سے روکے رکھا جب تک کہ وہ مکھی اس پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی، جب وہ سیاہی چوس کر اُڑ گئی تو تم نے اپنا کام شروع کر دیا، تمہارا یہ عمل ہمارے واسطے تھا ہمیں بہت پسند آیا، اس وجہ سے ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

احادیث طیبہ میں یہ واقعہ بہت ہی مشہور و معروف ہے۔ دیکھیں! اخلاص کے ساتھ انہوں نے ایک مکھی کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا معاملہ کیا تو ان کے لئے ذریعہ نجات بن گیا۔

کتے کے بچے کو پانی پلانے پر فاحشہ کی بخشش ہو گئی

ایک فاحشہ کا عمل دیکھیں کہ ایک عورت ہے، ساری عمر اس کی بدکاری میں گزری، فاحشہ ہے، بے حیا عورت ہے، ایک دن وہ کہیں جنگل سے گزر رہی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک کتے کا بچہ پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا ہے، مٹی ذرا گیلی تھی اور وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے مٹی چاٹ رہا تھا، قریب میں ایک کنواں تھا، اس کے اوپر کوئی ڈول رسی نہیں تھی جس سے پانی نکالا جا سکے، اس فاحشہ عورت کو بڑا ترس آیا اور بہت ہی رحم آیا کہ ہائے یہ بے زبان جانور بے چارہ کتنا پیاسا ہے اور کیسی تکلیف میں ہے، تو اس نے اس کنویں کے ارد گرد رسی ڈول تلاش کیا تو اس کو کچھ نہ ملا، آخر اس نے اپنا دوپٹہ اتارا اور پاؤں سے اپنے

چمڑے کا موزہ اتارا پھر دوپٹہ سے اس موزے کو باندھا اور پھر اس کو کنویں میں لٹکایا اور اس سے پانی نکالا، اس طرح اس نے کنویں میں سے پانی نکال کر کتے کے بچے کو پلایا۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اسی پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔

جانوروں کے ساتھ رحم کرنا بھی اجر کا باعث ہے

اگر ہمارے اندر تحمل اور بردباری کی صفت پیدا ہو جائے تو اس سے انسان تو انسان جانوروں کے لئے بھی ہمارے اندر شفقت آسکتی ہے، جانوروں کے ساتھ بھی ہم رحم کر سکتے ہیں، ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کر سکتے ہیں، یہ اچھا سلوک اور نرمی والا سلوک ایسا ہے کہ اگر جانوروں کے ساتھ بھی کیا جائے تو موجب اجر ہے اور کبھی کبھی یہ بھی باعث نجات بن جاتا ہے۔

ہمیں عمدہ اخلاق وعادات اپنانے چاہئیں

انسانوں کے ساتھ اور انسانوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور ان کے کام آنا یہ بہت اونچا عمل ہے اور یہ جب ہی ہمارے اندر آسکتا ہے جب ہم اس عادت کو اپنے اندر پیدا کریں گے، جب یہ عادت پیدا ہو جائے گی تو یہ کام ہمارے لئے بالکل آسان ہو جائے گا اور جب تک یہ عادت پیدا نہیں ہوگی، اس وقت تک مشکل ہے کہ ہم کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرسکیں اور اچھا

سلوک کرسکیں، لہٰذا ہمیں یہ عادت ڈالنی چاہئے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ مخلوق کے ساتھ قصداً شفقت کا، احترام کا، اکرام کا اور نرمی کا معاملہ کرنا چاہئے اور حسب توفیق حسب ہمت اور حسب استطاعت ان کی خدمت میں بھی ہمیں لگنا چاہئے۔

ہر کام کرنے سے آتا ہے

کام کرنے سے آتا ہے، جیسے نماز پڑھنے سے نماز پڑھنی آتی ہے، روزہ رکھنے سے روزہ رکھنا آتا ہے، تسبیح پڑھنے سے تسبیح پڑھنی آتی ہے، لکھنے سے لکھنا آتا ہے، اسی طرح تمام کارہائے خیر کی عادت ڈالنے سے عادت پڑتی ہے، کام کرنے سے کام آتا ہے، خالی سوچنے سے نہیں آتا، سوچنے سے معاونت تو ہوتی ہے لیکن کام قدم آگے بڑھانے سے آئے گا۔

ہم ہر عمل اللہ کی رضا کے جذبہ کے ساتھ کریں

البتہ جس کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کریں اور اچھا سلوک کریں تو پہلے اپنا قبلہ ٹھیک کریں اور اپنے دل کا رخ صحیح کریں اور محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کریں، نہ مخلوق کو دکھانے کے لئے ہو، نہ نام وری کے لئے ہو، نہ اس لئے کہ لوگ ہماری تعریف کریں، نہ اس وجہ سے ہو کہ ہماری شان بڑھے، نہ اس وجہ سے ہو کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا سخی ہے، فلاں تو بڑا ہی ہمدرد ہے، فلاں تو بڑا ہی خیر خواہ ہے، ہر چھوٹے بڑے کے کام آتا ہے۔ یہ تعریفی جملے سننے کی بھی ہماری کوئی نیت

نہ ہو اور نہ ادلے بدلے کی نیت ہو۔

احسان جتلانا نیکی کو برباد کرنا ہے

نہ یہ نیت ہو کہ فلاں ہمارے کام آتا ہے، لہٰذا ہم بھی اس کے کام آتے ہیں، جو ہمارے کام نہیں آتا ہم بھی اس کے کام نہیں آتے، ہم نے کبھی غلطی سے دو چار مرتبہ کسی کی خدمت کر دی یا کسی کے کام آ گئے یا ہمدردی کر دی یا مدد کر دی، پھر جب ہمیں مدد کی ضرورت پیش آئی اور اس نے ہماری مدد نہ کی تو اس وقت پتہ چلتا ہے کون کتنے پانی میں ہے۔ اکثر ہماری زبان سے یہ نکل جاتا ہے کہ اس کمبخت کو دیکھو! ہم دس دفعہ اس کے کام آئے، ہم نے دس مرتبہ اس کی خدمت کی، ہمدردی کی، خیر خواہی کی، لیکن جب ہمارا کام پڑا تو یہ ایک مرتبہ بھی کام نہ آیا، صرف اتنا کہنے سے ہم نے تمام نیک کاموں کو پانی کر دیا، ملیا میٹ کر دیا، ضائع کر دیا، ہم نے اس کو یہ کہہ کر احسان جتادیا۔

ہم ہر ایک کے ساتھ اللہ کے لئے اچھائی کریں

اللہ بچائے! یہ کہنا بالکل غلط ہے اور احسان جتانا ہے کہ ہم تو رشتہ داروں بڑے کام آئے، گھر والوں کے بڑے کام آئے، پڑوسیوں کے بڑے کام آئے اور جب ہمارا موقع آیا تو انہوں نے ہمیں دیکھا تک نہیں، ہم نے احسان جتادیا، ہم نے فلاں موقع پر یہ کیا تھا اور فلاں موقع پر یہ کیا تھا، لیکن انہوں نے ان احسانات کا یہ بدلہ دیا، بھائی! آج کل کسی سے اچھا سلوک کرنے کا زمانہ نہیں

ہے، اچھا سلوک کرو اور بدسلوکی پاؤ، لہٰذا کسی سے اچھا سلوک ہی نہیں کرنا چاہئے، آج ہمارا حال یہ ہے کہ نیک سلوک کر کے احسان جتلاتے ہیں، اور شکوہ شکایت کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔ اس لئے ضروری ہے پہلے اپنا قبلہ درست کرلو، قبلہ یہ ہے کہ کوئی ہمیں بدلہ دے یا نہ دے، تعریف کرے یا نہ کرے، بلکہ برا کہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے ساتھ نیکی کریں اور وہ اس کے بدلے میں چاہے ہمارے ساتھ بدسلوکی ہی کیوں نہ کرے۔ ہم جو کچھ کریں اللہ کے لئے کریں، اللہ ہی کی رضا مقصود ہو اور کوئی مقصود نہ ہو، ہر کام خدا کے واسطے کرنے کے عادی بنیں۔

دینی امور میں رسم و رواج کو ترک کردیں

دوسرے یہ کہ جو کام ہم کریں وہ شریعت کے مطابق ہو، ہمارے معاشرے کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور تعاون کے طریقے تو موجود ہیں، لیکن کچھ تو بدعات ہیں کچھ رسومات ہیں، کچھ ناجائز طریقے ہیں، کچھ خلاف شرع طور وطریقے ہیں ہم لوگ اپنے ذہن میں سمجھ رہے ہیں کہ ہم بڑی عالی شان اور بہت عمدہ خدمت انجام دے رہے ہیں، بہت سے لوگوں کو ہماری مدد سے فائدہ پہنچ رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ ناجائز اور خلاف شرع ہیں۔

ہر عمل میں نیت اور طریقہ دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے

میرے بھائیو! اگر نیت صحیح ہوئی، لیکن طریقہ غلط ہوا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مرتب نہیں ہوسکتی اور اگر طریقہ صحیح ہو، لیکن نیت غلط ہوئی تو بھی اللہ تعالیٰ

کی رضا مرتب نہیں ہوئی، اس لئے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور وہ ثواب عظیم چاہتے ہیں جو مخلوق خدا کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ملتا ہے، اس کے لئے دونوں باتوں کا اہتمام ضروری ہے، نیت بھی صحیح ہو، طریقہ بھی صحیح ہو، شریعت کے مطابق ہو اور سنت کے مطابق ہو۔

اپنے بڑوں سے پوچھ کر عمل کریں

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو بھی کام کرنا ہو، جو بھی سلوک کرنا ہو، ہمدردی کرنی ہو، پہلے معلوم کرلیں یہ میں جو سلوک کرنا چاہتا ہوں یہ اس طریقہ سے درست ہے یا نہیں، اگر وہ کہیں کہ ہاں درست ہے تو کرلو، اگر وہ منع کردیں تو پوچھ لو کس طریقے سے کروں؟ جو وہ طریقہ بتائیں اس طرح سے کرو۔ بس پوچھ کر کرنا یہ ایسا گر ہے کہ اگر آدمی اس کو اپنے دامن میں باندھ لے تو عمر بھر انشاء اللہ آدمی سے کبھی خطا نہیں ہوگی۔

مسلمان کی پریشانی دور کرنے کا اجر

مخلوق خدا کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے اتنے فضائل ہیں کہ ایک حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''جو شخص کسی مسلمان کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی بے چینیوں میں سے ایک بے چینی دور کردے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبتوں میں سے ایک

مصیبت دور کردے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی کوئی تنگی دور کردے اور اس میں اس کو سہولت اور آسانی دیدے تو اللہ پاک اس آخرت کی تنگیوں کے اندر سے کوئی تنگی دور فرمادیں گے اور اس کے ساتھ سہولت اور نرمی کا معاملہ فرمائیں گے"

کسی کے کام آنا انسانیت ہے

بھائی جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں تو ہم عافیت کے ساتھ اور راحت کے ساتھ رہتے ہیں، صحت کے ساتھ رہتے ہیں، اور ہمیں کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا کسی حادثے اور سانحے سے دوچار ہوجاتے ہیں، اس وقت ہم ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، ضرورت پڑتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے کام آئیں، ایسے موقع پر دو شرطوں کے ساتھ دوسروں کے کام آنا شروع کردیں، ایک تو اللہ کی رضا کے لئے تعاون کریں، دوسرے شریعت کے مطابق، سنت کے مطابق تعاون کریں، اگر ہم نے کسی کی پریشانی پر اس کی مالی مدد کردی اور اس کی پریشانی دور ہوگئی، اس پر ہمیں کتنا بڑا اجر مل گیا۔

جہنم کا ایک لمحہ ساری زندگی کی نعمتوں کو بھلادے گا

ایک حدیث ہے کہ جس شخص کو دنیا میں ساری نعمتیں ملی ہوں اور ہمیشہ دنیا میں وہ آرام و راحت میں رہا ہو کبھی اس نے کوئی غم نہیں دیکھا، کوئی صدمہ نہیں

دیکھا، کوئی پریشانی نہیں دیکھی، ہمیشہ آرام وسکون، چین وراحت سے رہا، اگر اس کو ایک لمحے کے لئے جہنم میں داخل کیا جائے اور فوراً نکال دیا جائے تو وہ کہے گا کہ میں نے کبھی بھی کوئی راحت نہیں دیکھی، زندگی بھر کی ساری راحتیں بھول جائے گا، ساری عافیتوں کا نقشہ اس کے ذہن سے اوجھل ہو جائے گا، وہ سمجھے گا میں تو ہمیشہ مصیبتوں میں ہی رہا ہوں، ہمیشہ مصیبت ہی مصیبت میں میری زندگی گزری ہے، میں نے کبھی راحت کا دروازہ نہیں دیکھا، ذرا سا جہنم کا منہ دیکھنے سے اس کا یہ حال ہو جائے گا۔ (اللہ بچائے)

جنت کا ایک لمحہ ساری زندگی کے غموں کا مٹا دے گا

اور ایک شخص جس نے دنیا میں کبھی راحت نہیں دیکھی، سکون نہیں دیکھا، آرام نہیں دیکھا، سکون اس کو نصیب نہ ہوا، جب سے اس نے دنیا میں آنکھ کھولی، غم کے اندر اس نے آنکھ کھولی، غموں کے اندر ہی دنیا سے چلا گیا، آرام وراحت اس کے پاس سے بھی نہ گزرے، جب اس کو آخرت میں ذرا سی دیر کے لئے جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو وہ ساری عمر کے رنجوں کو، غموں کو اور پریشانیوں کو بھول جائے گا اور وہ یہ کہے گا کہ مجھے تو زندگی بھر کوئی غم پیش ہی نہیں آیا، کوئی صدمہ لاحق ہی نہیں ہوا، میرے پاس سے کبھی کوئی آفت گزری ہی نہیں، میں تو آج تک کبھی کسی حادثے سے دوچار ہی نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ ساری زندگی مصیبتوں میں گزار کر آیا ہے۔ بہرحال، آخرت کی نعمتیں بھی ایسی زبردست

ہیں اور وہاں کی راحتیں بھی ایسی زبردست ہیں کہ دنیا کے سارے غموں کو بھلانے والی ہیں، دنیا میں اگر ہم کسی کے کام آگئے اور اگر ہماری وجہ سے اس کی تکلیف دور ہوگئی تو اس کے طفیل اللہ تعالیٰ ہماری آخرت کی پریشانی اپنے فضل وکرم سے دور فرمادیں گے اور یہ تو آخرت کے فائدے کا بیان تھا اور دنیا کا فائدہ اس کے علاوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے کام میں لگ جاتے ہیں

چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے کام میں لگ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس مؤمن بندے کا کام پورا کرنے میں لگ جاتے ہیں یعنی ہم دوسرے کے کام کریں گے ہمارے بھی جو کام اٹکے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنا شروع فرمادیں گے کہ اس کا یہ کام بھی ہوجانا چاہئے، یہ بھی ہوجانا چاہئے اور جب اللہ پاک ہمارے کام پورا کا کرنے میں لگ جائیں تو پھر کوئی روک نہیں سکتا ہے پھر تو وہ ساری بندشیں ختم ہوجائیں گی اور جتنے کام ناممکن تھے سارے ممکن ہوجائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کرنے والے ہیں۔ اندازہ کرو! اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے کام آنا کتنی بڑی عبادت ہے اور کیسا اس کے اوپر اجر وثواب ہے۔

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مؤمن کی تنگی اور دشواری میں سہولت اور

آسانی پیدا کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی دشواریوں اور تنگیوں میں سہولت اور آسانی پیدا فرمادیں گے۔او کماقال علیه الصوۃو السلام

مثلاً کوئی آدمی مقروض ہے۔دنیا ایسی ہے کہ اس میں آدمی کو قرض لینا بھی پڑتا ہے،دینا بھی پڑتا ہے،تو جب آدمی مقروض ہو،اور قرض کے ادا کرنے کی تاریخ آجائے تو مقروض ذرا پریشان ہوتا ہے اور جس نے قرض دیا ہے اس کو حق ہوتا ہے کہ اپنا حق وصول کرلے،اگر نہیں دیتا تو اس سے مطالبہ بھی کرسکتا ہے، مطالبہ پر بھی نہ دے تو عدالت میں بھی جاسکتا ہے۔ایک طرف شریعت نے اس کو یہ حق بھی دیا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر اللہ کی رضا کے لئے اس کو کچھ مہلت دیدے اور یہ کہدے کہ اچھا بھائی جب تمہارے پاس ہوں تو دیدینا،تو اس کا یہ ثواب ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی دشواریوں میں اس کی تنگیوں میں سہولت عطا فرمادیں گے۔

ایک تاجر کا غلاموں کو نرمی کرنے کا حکم

ایک عجیب وغریب واقعہ یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک تاجر کا معاملہ پیش ہوا تو اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے نامۂ اعمال میں تلاش کرو کہ کیا کیا ہے،کیا کیا نیک کام اس نے کیے ہیں،اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے مگر دوسروں پر ظاہر کرنے کے لئے ایسا انداز اختیار فرماتے ہیں تو جب فرشتوں نے اس کا نامۂ اعمال دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار اس کے نامۂ اعمال

میں تو نہ نماز ہے نہ روزہ نہ حج ہے نہ زکوۃ، یہ تو تاجر اور دوکاندار آدمی تھا، کاروبار کرتا تھا، نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا، نہ حج کرنے جاتا تھا نہ زکوۃ ادا کرتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ نہیں، دیکھو کچھ نہ کچھ تلاش کرو، اچھی طرح دیکھو، اور دیکھو، کوئی نیک کام اس نے کیا ہو تو بتاؤ، فرشتوں نے اچھی طریقے سے نامۂ اعمال کی جانچ پڑتال کر کے عرض کیا کہ:

اے پروردگار! بس ایک چیز ہمیں اس کے نامۂ اعمال مین نظر آرہی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے کارندوں کو اور اپنے غلاموں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ دورانِ کاروبار تمہارا جب لوگوں کے ساتھ معاملہ ہو اور تم کسی کو مال دو، ان کی طرف پیسے رہ جائیں ادھار یا کسی اور وجہ سے تم کسی کو قرض دو، اور ان کی طرف تمہارا قرض نکلتا ہو تو ایسی صورت میں جب تم ان سے لینے کے لئے پہنچو، تو اس وقت سختی کا معاملہ نہیں کرنا، لینے مین تم معاملہ نرمی کا برتنا، نرمی کا معاملہ کرنا، اگر آسانی سے دیدیں تو آسانی سے لے لینا، اور اگر وہ اس وقت دینے کی حالت میں نہ ہوں، مہلت کے طلبگار ہوں تو تم مہلت دیدینا، ڈانٹنا نہیں، سختی نہیں کرنا، وصول کرنے کے اندر درشتی سے کام مت لینا، یہ اس نے اپنے غلاموں کو تاکید کر رکھی تھی۔ فرشتوں نے کہا کہ حضور یہ نیکی ہمیں نظر آرہی ہے، چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عادت کو استعمال کیا اللہ پاک نے بھی اپنی عادت کو استعمال فرمادیا اور درگزر سے کام لیا اور اس کو معاف کردیا۔

ایک عمل کرنے سے دوسرے عمل کی چھٹی نہیں ہو جاتی

اور ان واقعات کے اندر ایک اور بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس قسم کے جتنے واقعات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے واقعات ہیں، درگزر کے واقعات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی قاعدے یا قانون کی پابند نہیں ہے، جس کام پر چاہیں اپنا فضل فرمادیں، اپنی رحمت فرمادیں، مغفرت فرمادیں، بخشش فرمادیں اور واقعات کو سن کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدانخواستہ نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ روزہ رکھنے کیا ضرورت ہے؟ دن بھر خوب گناہ کرو اور رات بھر ڈاکے ڈالو، اللہ تعالیٰ کی ذات کسی نہ کسی عمل پر مہربان ہو جائے گی۔

نیکی کرتے رہو ڈرتے رہو

اللہ تعالیٰ کا اصل قانون یہ ہے، جو زیادتی کرے گا اس کی پکڑ دھکڑ ہوگی، جو اطاعت و فرمانبرداری کرے گا اس کے ساتھ مغرت اور بخشش والا معاملہ فرمائیں گے، اس لئے عام قواعد وضوابط کے مطابق اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کی پابندی کرنی چاہئے اور جو حرام و ناجائز کام ہیں ان سے بچتے رہنے کی کوشش کرنی چاہئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنی چاہئے کہ وہ کسی نہ کسی عمل پر اپنی مغفرت کا فیصلہ فرمادیں گے اور رحمت کا معاملہ فرمادیں گے۔

کسی کو خوش کرنے پر کم سے کم اجر جنت ہے

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی

مسلمان گھرانے کو مصیبت و تکلیف اور پریشانی میں دیکھے پھر ان کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی کا معاملہ کرے جس کے نتیجے میں اس کے پریشانی دور ہوجائے اور وہ لوگ خوش ہوجائیں تو ایسا کرنے والے کے لئے قیامت کے دن کم سے کم اس کی خدمت کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت ہے۔ بہرحال، ایک دوسرے کے کام آنا، مخلوق کی خدمت کرنا، ان کے ساتھ اچھا سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا، ایک دوسرے کے کام آنا کتنی بڑی عبادت ہے اور ہمارے لئے کتنے بڑے ثواب کا باعث ہے، کسی خدمت کر کے جنت کا حاصل ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں کتنی بڑی کامیابی ہے!

ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی ہیں

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان کا کام کرانے کے لئے کسی کے پاس اس کے ساتھ چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جانے والے کے ہر قدم پر ستر نیکیاں عطا فرماتے ہیں، ستر گناہ صغیرہ اس کے معاف فرما دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسی جگہ واپس آجائے جہاں سے وہ اس کے ساتھ گیا تھا، گھر سے صبح نکلے شام کو واپس لوٹے تو صبح سے شام تک جتنے قدم اس نے اٹھائے ہر قدم پر ستر نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی اور ستر گناہ صغیرہ اس کے نامۂ اعمال میں سے معاف ہوتے رہیں گے۔

مسلمان کی پریشانی کو دور کرنے کا اجر

پھر اگر اس کے ساتھ جانے کی وجہ سے، کوشش کرنے کی وجہ سے اس کا کام بن گیا تو جو کام کرانے کے لئے اس کے ساتھ گیا ہے وہ صغیرہ گناہوں سے پاک صاف ہو جائے گا اور کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے۔ اور حدیث شریف کے آخر میں یہ ہے کہ اگر اس روز اس کا انتقال ہو گیا تو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائے گا، اس کا حساب و کتاب نہیں ہوگا۔

ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں

میرے عزیزو! ایک دوسرے کے کام آنا کتنی بڑی عبادت ہے، بس ساری قیمت اس عمل کی ہے جو اللہ کے لئے ہو، دکھاوے کے لئے نہ ہو، نمود نمائش کے لئے نہ ہو، برادری کی بنیاد پر نہ ہو، خاندان کی بنیاد پر نہ ہو، اس بناء پر نہ ہو کہ ہم نہیں کریں گے تو ہماری ناک کٹ جائے گی، اس لئے جو کچھ بھی ہو بس اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے ہو، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کے کام کرانے کے لئے اس کے ساتھ جائے اور ساتھ جانے کی وجہ سے اس شخص کا وہ کام ہو گیا جس کام کے کرانے کے لئے وہ گیا تھا، تو اگر وہ صبح کے وقت اس کے ساتھ گیا تھا تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرنے کے لئے مقرر فرما دیتے ہیں، اور شام کو اگر گیا تھا تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے اور رحمت کی دعا مانگنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں،

برابر صبح تک اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں، ایک فرشتے کی دعا بھی ہمارے لئے بہت ہے، بھائی! اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے کہ تم نے اللہ کی مخلوق کی اللہ واسطے مدد کی، اللہ تعالیٰ تم پر اتنے مہربان ہوئے کہ اپنے ستر ہزار فرشتے دعا کے واسطے مقرر کر دیے۔

کسی مسلمان کے لئے کوشش کرنا دس سال اعتکاف سے افضل ہے

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: جو شخص کسی مسلمان کی کسی کام کے اندر کوشش کرے تو اس کا یہ کوشش کرنا اور جدو جہد کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں دس سال کے اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

ایک دن کے اعتکاف کا ثواب

اور ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دیتے ہیں اور ایک خندق اتنی لمبی اور چوڑی ہے جیسے مشرق سے مغرب کا فاصلہ، مشرق سے مغرب تک بڑی بڑی خندقیں ایک دن کا اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل کر دیتے ہیں، یعنی اس کو جہنم سے بے انتہا دور کر دیتے ہیں اور جو کسی کے کام آجائے اور کسی کی کسی دشواری میں، کسی مشکل میں، کسی پریشانی میں اس کی مدد کر دے اور اس کے لئے کوشش شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس سال کے اعتکاف کا ثواب عطا فرماتے ہیں، دس سال کے اعتکاف کے نتیجے میں ایک لاکھ

سے زائد خندقیں بن جائیں گی۔

تحمل سے محبت پیدا ہوتی ہے

جب ہمارے دل میں تحمل و بردباری اور شفقت و محبت کی عادت پیدا ہوگئی تو اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں محبت ہوگی اللہ تعالیٰ کے رسول کی بے پایاں محبت ہوگی تو ان دونوں محبتوں کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق پر بھی ہمارے اندر شفقت و نرمی اور محبت پیدا ہو جائے گی اور جب مخلوق کی محبت و شفقت اور نرمی پیدا ہوگی تو ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک، اچھا برتاؤ کرنے کو طبیعت چاہے گی اور جب یہ طبیعت ایسی بن جائے گی تو پھر انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کو جی چاہے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسروں کے لئے اچھا راستہ چھوڑنا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب راستے پر چلتا ہوں تو میں راستے سے ایک طرف ہو کے چلتا ہوں اور دوسرے گزرنے والوں کے لئے اچھا راستہ چھوڑ دیتا ہوں ۔ یہ ہیں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب راستے سے گزرتے ہیں تو اچھا راستہ دوسروں کے لئے چھوڑتے ہیں اور خراب اور برا اور کنارے کا راستہ اپنے لئے اختیار فرماتے ہیں، بلکہ یہاں تک حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ میں بعض دفعہ جانوروں کے لئے بھی اچھا راستہ چھوڑ دیتا ہوں اور برا راستہ اپنے لئے اختیار کر لیتا ہوں ،اور یہ

ایک دفعہ کی بات نہیں بلکہ حضرت کی عادت تھی یہ تو آخر میں حضرت نے اس کو چھوڑا کیونکہ فرمایا کہ میں جب کمزور ہو گیا تو کنارے میں چلنے کی وجہ سے ایک دفعہ میرا پاؤں پھسلا اور میں نالی میں گر گیا تو پھر میں نے ذرا سی ہمت کر کے نالی کا راستہ چھوڑ کر چلنا شروع کر دیا، پھر جب دیکھا کہ معذور ہو گیا ہوں، کنارے پر چلنے میں گرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا، لڑکھڑانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو پھر حضرت نے ذرا سی اس میں ترمیم فرمالی ،تو ترمیم وقتی اور عارضی ہے ،اصل عادت نہیں ہے، اصل عادت تو یہ ہے کہ راستے میں بھی اس کا خیال رکھ رہے ہیں کہ اچھا راستہ دوسروں کے لئے ہو،خراب راستہ میں برداشت کرلوں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے اِدھر اُدھر سے گزریں ،ہم بیچ میں سے سینہ تان کر گزریں (العیاذ باللہ) یہ بری خصلت ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں انسانیت کا درد

مسلمانوں کے حال پر تو حضرت کی شفقت کا یہ حال تھا کہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی حالت زار مجھے یاد آتی ہے، مسلمانوں پر مصیبتیں اور تکلیفیں اور جو پریشانیاں آئی ہوئی ہیں مجھے کیسی شدید بھوک کی حالت میں اگر ان کا خیال آجاتا ہے تو میری بھوک اُڑ جاتی ہے اور اگر مجھے نیند کے وقت ان کا خیال آجاتا ہے تو میری نیند اُڑ جاتی ہے۔ یہ دیکھو کتنا احساس ہے مسلمانوں کی تکلیف کا، یہ احساس اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب قلب کے اندر شفقت پیدا ہوتی ہے، نرمی

ہوتی ہے اور محبت ہوتی ہے۔

اچھے اخلاق اپناؤ

میرے عزیزو! بس میرے کہنے کا منشاء یہی ہے کہ:

تخلقوا باخلاق اللّٰہ

اللہ تعالیٰ کے جو اخلاق ہیں وہ ہمیں اختیار کرنے چاہئیں، اللہ تعالیٰ کی عادات طیبہ میں سے حلم ہے، بردباری ہے، تحمل ہے، شفقت ہے، درگزر ہے، یہ عادات ہمیں بھی اپنانی چاہئیں، ہمارے اندر بھی یہ عادات ہونی چاہئیں کہ ہم غصہ کو پینے والے ہوں، برداشت کرنے والے ہوں، نرم رویہ اختیار کرنے والے ہوں، اور مخلوق خدا کے ساتھ اگر ہم خدمت کا برتاؤ کریں تو خدا کے واسطے، یہ بھی بڑے اجر وثواب والا عمل ہے، یہ عادت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو کھینچنے والی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

کھوٹ قبول کرنے والے تاجر کی بخشش کا واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا، ایک تاجر تھے، ان کی زندگی بھر کا یہ معمول تھا وہ اچار بیچا کرتے تھے، جو بھی ان کی دکان پر آجاتا اور اچار طلب کرتا کہ مجھے آدھا کلو یا ایک کلو یا ایک پاؤ یا ایک چھٹانک اچار دیدو، جتنا بھی اچار چاہئے ہوتا وہ اچار دیدیا کرتے تھے، بس انہوں نے اپنا معمول یہ بنایا تھا کہ جو آجائے جتنا مانگے اس کو اتنا اچار دیدیا جائے لیکن اس سے پیسے نہیں مانگتے تھے کہ لاؤ بھئی پیسے دو، یہ ان کی

عادت تھی، جو پیسے دیدیتا اس سے لے لیتے، پیسے لے کر بھی گنتے نہیں تھے اور اس زمانے میں گلٹ کا روپیہ ہوتا تھا جس کو مار کر اس کی آواز سے پرکھتے تھے کہ یہ کھوٹا ہے یا کھرا ہے، وہ تاجر پرکھتے بھی نہیں تھے، جتنے بھی اس نے دیدیے اتنے ہی لے کر چپکے سے گلے میں ڈال دیے، ہاتھ کھول کر بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اس نے کھوٹے دیے ہیں یا کھرے دیے ہیں، پورے دیے ہیں یا تھوڑے دیے ہیں، یہ عادت تھی ان کی۔ جب انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ کہو کہ کیا حال ہوا، کہا کہ اللہ کی بارگاہ میں میری پیشی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بارگاہ میں حاضر فرمایا اور اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے تمہارے نامۂ اعمال میں کیا کیا ہے، اور تم کیا کر کے آئے ہو اور کیا لے کر آئے ہو، سب ہمیں معلوم ہے لیکن جب تم نے ہماری مخلوق کا کھرا کھوٹا رکھ لیا، ہم آج تمہارا کھرا کھوٹا بھی رکھ لیتے ہیں، جب تم نے ہماری مخلوق کا کھرا کھوٹا نہیں دیکھا تو آج ہم بھی نہیں دیکھتے کہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے، معلوم تو ہمیں سب کچھ ہے، کھرا کتنا ہے کھوٹا کتنا ہے، تم نے نہیں دیکھا ہم بھی نہیں دیکھتے۔ ایسے اللہ تعالیٰ مہربان ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مخلوق کے ساتھ شفقت والا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مدینے میں رہنے کے فائدے

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مدینے میں رہنے کے فائدے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤۡمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ،وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ،وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ،صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسۡلِیۡماً کَثِیۡراً۔

أَمَّا بَعۡدُ ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ وَالۡعَصۡرِ ○ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ○ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ○ صدق اللّٰہ العظیم ۔

مدینہ کا مسکن اور مدفن دونوں اعلیٰ ہیں

میرے قابل احترام بزرگو! نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں مدینہ طیبہ میں رہنے اور وہاں مرنے کی ترغیب اور فضیلت بیان فرمائی ہے، مدینہ طیبہ کا قیام اور ایمان کی حالت میں وہاں کی موت اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے ہے، جس کی ہمارے دل میں تمنا اور آرزو بھی ہونی چاہئے، اور دعا بھی ہونی چاہئے، اور کوشش بھی ہونی چاہئے، اور اگر دل میں واقعی اس کے لئے آرزو اور دعا ہے تو پھر اس کو انشاء اللہ یہ سعادت بھی نصیب ہو جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کی موت کی آرزو

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ: اے اللہ! مجھ کو اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما، اور اپنے رسول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مرنا نصیب فرما، حضرت کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔

شہادت بھی اللہ پاک نے آپ کو اس طرح عطا فرمائی کہ عین نماز کی حالت میں ابولؤلؤ کافر نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، اور اس قاتلانہ حملہ کے نتیجے میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور پھر مدینہ طیبہ میں دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن ہونے کی دولت میسر آئی جہاں نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کا گھر ہے، اسی کمرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کی خاص شان

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ جس جگہ ان کا انتقال ہوتا ہے، وہیں ان کو دفنا دیا جاتا ہے، اس لئے اسی حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنایا گیا، ان کے برابر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے، پھر ان کے برابر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، لہٰذا جو مؤمن دل سے دعا مانگے گا، وہ انشاء اللہ محروم نہیں ہوگا، بہت سے لوگوں کے واقعات مجھے معلوم ہیں کہ انہوں نے دل وجان سے اللہ پاک سے یہ نعمت مانگی، ان کو یہ نعمت مل گئی۔

علمائے دیوبند کے کئی مشائخ مدینہ میں مدفون ہیں

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ کے استاد ہیں اور ہم سب کے اکابر اور بزرگوں میں سے ہیں، وہ بھی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں، اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے قدموں میں ہیں، یہ کتنی بڑی دولت، کتنی بڑی سعادت ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں ملتزم سے چمٹ کر جو دعائیں فرمایا کرتے تھے ان میں ایک دعا یہ بھی ہوا کرتی تھی کہ: یا اللہ! مجھے اپنے محبوب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے شہر میں مرنا نصیب فرما، ملتزم کی دعا تو خالی جاتی نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار ملتزم سے چمٹ کر دعائیں مانگنا نصیب فرمائے۔ آمین،

ملتزم کون سی جگہ ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیت اللہ کا جو دروازہ ہے اس کا نام ملتزم ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، ملتزم اس جگہ کا نام ہے جو بیت اللہ کے دروازہ کی چوکھٹ اور حجر اسود کے درمیان خانہ کعبہ کی جو دیوار ہے اس کا نام ملتزم ہے، دروازہ دائیں طرف رہ جائے گا، حجر اسود بائیں طرف رہ جائے گا، اور دونوں کے درمیان جو دیوار ہے خانہ کعبہ کی اس کو کہتے ہیں ملتزم۔

ملتزم پر کی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی

یہ ملتزم سب سے زیادہ خاص الخاص جگہ ہے، یہاں کی مانگی ہوئی دعائیں نقد ملتی ہیں، دنیا وآخرت کی کوئی سی بھی دعا بندہ وہاں مانگے تو وہ قبول ہوگی، آخرت کی تو انشاء اللہ آخرت کے اندر ہی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے، دنیا کی مانگی ہوئی دعائیں بھی آنکھوں کے سامنے ان کی قبولیت نظر آجاتی ہے، حاجی محسوس کرتا ہے کہ واقعی میں نے یہ دعا مانگی تھی تو میری یہ دعا قبول ہوکر سامنے آگئی، فلاں کام کے لئے مانگی تھی فلاں کام کے لئے دعا قبول ہوگئی، اس لئے جو بھی عمرہ کرنے جائیں تو ان کو چاہئے کہ اس مقام پر آرام سے پہنچنے کی کوشش کریں، دھکا دینا اور لوگوں کو تکلیف دینا تو ٹھیک نہیں ہے، لیکن کچھ اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں زیادہ ہجوم نہیں ہوتا، ان اوقات میں وہاں جانے کی کوشش کریں، البتہ حالت احرام میں ملتزم سے

نہ چمٹے، کیونکہ حالت احرام میں خوشبو منع ہے، ملتزم پر خوشبو ملی ہوتی ہے، اور حالت احرام میں خوشبو سے بچنا ضروری ہے، تو حالت احرام میں نہ ہو اور پھر ایسے وقت میں جائے جب زیادہ ہجوم اور رش نہ ہو، دھکم دھکا نہ ہو، تو ایسے وقت میں وہاں چمٹنے کا موقع مل جائے تو دعا مانگے اور اس مانگنے کو بہت ہی غنیمت سمجھے۔

ملتزم پر جانے کا آسان اور مجرب نسخہ

ایک بزرگ نے ملتزم پہ جانے کی عجیب ترکیب بھی بتلائی ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ ملتزم سے چمٹ جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ملتزم کے قریب جہاں لوگ بہت زیادہ جمع ہوتے ہیں، وہاں کھڑا ہو کر تیسرا کلمہ پڑھتا رہے، تھوڑی دیر پڑھنے میں گزرے گی کہ آدمی سامنے سے ہٹنا شروع ہو جائیں گے، وقفے وقفے سے کبھی کوئی ہٹ گیا، کبھی کوئی ہٹ گیا، آپ آرام آرام سے آگے بڑھتے رہیں، ان کو ہٹانے کی بھگانے کی کوئی ضرورت نہیں اور کہنا یہ ہے کہ دس پندرہ منٹ میں آپ کا سینہ ملتزم پر ہوگا، بعض دوستوں نے اس کو آزمایا، بالکل صحیح پایا، تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ملتزم پر دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے اپنے محبوب کے شہر میں مرنا نصیب فرما، خدا نے وہیں پر ان کو مرنا نصیب فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں، وہ بھی ہمارے اکابرین میں سے ہیں (لا الہ الا اللہ) حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی ہمارے اکابر میں سے ہیں، انہوں نے حدیث کی بڑی عجیب و غریب کتاب اردو زبان میں لکھی ہے، اس کا نام ہے ''ترجمان السنۃ'' یہ بھی

وہاں جنت البقیع میں آرام فرما ہیں، حضرت کے عجیب عجیب واقعات بھی ہیں، جن میں سے دو واقعے اس وقت میرے ذہن میں آئے، ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ:

مولانا بدر عالمؒ کی دنیا سے دوری آقا سے حضوری

ایک مرتبہ حضرت وعظ فرما رہے تھے، دوران وعظ آپ نے فرمایا کہ دنیا کمانا مجھے بھی آتی ہے اور مجھ کو دنیا کمانے کے ایسے ایسے طریقے معلوم ہیں کہ اگر میں مدینہ میں رہ کر وہ طریقے اختیار کرلوں تو کروڑ پتی بن سکتا ہوں، اس کے بعد پھر سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ لیکن میں تو شاہی قدموں میں پڑا ہوا ہوں، کسی دن ان کی نظر کرم ہو جائے اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو جائے اس لئے یہاں رہتا ہوں، آخر دم تک وہیں رہے، وہیں حضرت کا وصال ہوا، جنت البقیع میں آرام فرما ہیں، تو دیکھئے! ان کے دل میں یہ آرزو تھی، جب آرزو ہوگی تو کیا دعا نہیں کرتے ہوں گے، دعا بھی کی، کوشش بھی کی اور تمنا بھی کی، اور وہ تمنا پوری ہوگئی۔

خود کو نہ دیکھیں بلکہ اس کریم ذات کو دیکھیں

اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہم تو کسی حالت میں بھی وہاں جانے اور وہاں رہنے کے قابل نہیں، ہم تو صرف مدینہ طیبہ کی زیارت کرنے کے قابل بھی نہیں، ہماری تو آنکھیں بھی اس قابل نہیں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضرا دیکھ سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں اور بڑے ہی کرم نواز ہیں، ان کی ساری

عنایتیں تو ہمارے لئے ہی خاص ہیں، اول تا آخر جو بھی ان کی نوازشیں ہیں جو بھی ان کی عنایتیں ہیں، مہربانیاں ہیں، چاہے وہ حرمین شریفین کی حاضری ہو، چاہے وہ عمرے کے لئے ہو یا حج کے لئے ہو، کبھی کبھی ہو، اللہ تعالیٰ اپنے احکام پر عمل کرنے کی جو توفیق عطا فرماتے ہیں، درود شریف پڑھنے کی جو توفیق عطا فرماتے ہیں، یہ سب ان کے کرم ہیں اور ان کی عنایتیں ہیں، ورنہ تو نہ ہماری آنکھیں اس قابل ہیں کہ روضہ اقدس کی زیارت کریں، نہ زبان اس لائق ہے کہ ان کا نام لیں، ہم تو بس نالائق ہیں لیکن ان کے الطاف وعنایات دیکھیں اور ان کی مہربانی پر نظر ڈالیں تو پھر بس حوصلہ ہوتا ہے کہ بھئی دعا مانگنے میں کیا حرج ہے، تمنا کرنے میں کیا خرچ ہوتا ہے، کرلیں اور وہ اپنی رحمت سے یہ دولت بھی عطا فرمادیں تو ان کے ہاں کیا مشکل ہے۔

مولانا بدر عالمؒ اور زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت عجیب واقعہ یاد آیا کہ: ایک مرتبہ انہوں نے خود ہی یہ فرمایا کہ پہلے میں لوگوں کو بہت تنبیہ کیا کرتا تھا اور میں لوگوں پر بہت ناراض اور خفا ہوا کرتا تھا کہ تم لوگ کیسے نالائق اور گستاخ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر کے زور زور سے چیخ چیخ کر سلام پیش کرتے ہو، تم کو ذرا بھی ادب نہیں، ادب کے ساتھ سلام پیش کیا کرو، یہ تو سوچو کس کے دربار میں کھڑے ہو، دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تم حاضر ہو۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے خواب دیکھا اور خواب میں آقائے دوجہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے خود حضور کی خدمت میں عرض کیا حضور جو لوگ آپ کے دروازے پر سلام پیش کرنے آتے ہیں وہ تو آپ کو بہت ستاتے ہیں اور بڑی گستاخیاں کرتے ہیں، وہ زور زور سے چیخ چیخ کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں، آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی، آپ نے فرمایا کہ نہیں بھائی محبت میں کرتے ہیں، محبت میں کرتے ہیں اور بے چاروں کو سمجھ ہے نہیں، محبت میں یہ سب ایسی باتیں کرتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو میں نے منع کرنا ہی چھوڑ دیا کہ بھائی میں کون سا داروغہ ہوں جو ان کو منع کروں، وہ جانیں ان کے امتی جانیں، جب وہ ان پر ایسے مہربان ہیں تو میں بیچ میں کون سا منع کرنے والا ہوں وہ رحمت اللعالمین ہیں، ان کی شان ہے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ، وہ تم پر بہت ہی زیادہ حریص ہیں وہ تو بہت ہی رحمت اللعالمین ہیں۔

مدینے کے رہنے والوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مدینے کے اندر مدینے کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کر کے رہ سکتا ہے، وہ رہے اس لئے کہ میں ایسے شخص کے حق میں سفارشی اور گواہ بنوں گا۔

مدینے کے راستوں پر فرشتوں کا حفاظتی دستہ

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینے کے راستوں پر فرشتوں کو مقرر کیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے نہ طاعون مدینے میں پھیلے گا نہ دجال اندر داخل ہو سکے گا، یعنی مدنہ طیبہ کے رہنے والے دجال کے فتنے سے بھی محفوظ رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ حدیث شریف کی برکت کی رو سے، اور طاعون کی بیماری بھی جو خطرناک بیماری ہے، محفوظ رہیں گے، فرشتوں نے مدینہ کو اپنی حفاظت میں لیا ہوا ہے، اس کے راستوں پر وہ مقرر ہیں، وہ دجال کو بھی اندر جانے نہیں دیں گے، دجال آئے گا لیکن اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔

مدینہ اور اس کی ہر چیز کا ادب ضروری ہے

اللہ تعالیٰ جس کو وہاں رہنا نصیب فرمادیں تو پھر ادب کے ساتھ رہنا ضروری ہے وہاں ادب کے ساتھ رہے، سنت کے مطابق رہے، وہاں کے لوگوں کا بھی احترام کرے، اکرام کرے، اور وہاں کے لوگوں کو نہ ستائے اور نہ پریشان کرے، اس لئے کہ وہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب شہر ہے۔

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے گھر کے اندر نماز پڑھے تو اس کو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلے کی مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھے تو

پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھے تو پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد وہ ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، اور جو شخص بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھے تو اس کو ایک ہزار گنا نماز کا ثواب ملتا ہے، جو مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، اور جو مسجد الحرم میں نماز پڑھے تو اس کو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملنا کوئی معمولی بات ہے؟ کتنی بڑی سعادت ہے، کتنی بڑی دولت ہے تو جو عمرہ کرنے جاتے ہیں حج کرنے جاتے ہیں تو عام طور پر آٹھ دن تو ملتے ہی ہیں جس میں عام طور پر چالیس نمازیں ہوتی ہیں۔

مسجد نبوی کی ہر نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر

تو بھئی! ہر نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے، جو لوگ مدینہ کے رہنے والے ہیں ان کے لئے کتنی بڑی سعادت ہے کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھیں، ہر نماز کے بدلے میں پچاس ہزار نمازوں کے پڑھنے کے برابر ثواب ملے۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کی فضیلت

جو آدمی مسجد نبوی میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ کوئی رکعت اس کی فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تین چیزوں سے برأت عطا فرما دیتے ہیں۔

۱۔ دوزخ سے برأت عطا فرما دیتے ہیں۔

۲۔ عذاب سے برأت عطا فر دیتے ہیں۔

۳۔ نفاق سے برأت عطا فرد یتے ہیں۔

یعنی لکھ کر دے دیتے ہیں کہ یہ شخص نفاق سے بھی پاک ہے، دوزخ سے بھی بری ہے اور عذاب سے بھی بری ہے، اللہ اکبر! کتنی بڑی سعادت ہے، حج وعمرہ والوں کو تو عام طور پر یہ سعادت نصیب ہو جاتی ہے، لیکن جولوگ مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں ان کی تو سیکڑوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا ہوسکتی ہیں، اس طریقے سے ہر دم ان کو یہ دولت نصیب ہے، لیکن میں نے عرض کیا کہ وہاں رہنے کے لئے بھی ذرا حوصلہ چاہئے، وہ حوصلہ یہ ہے کہ وہاں رہ کر وہاں کا ادب واحترام ملحوظ رکھے۔

بعض لوگ حاضر ہو کر بھی غیر حاضر ہوتے ہیں

بعض لوگ رہتے تو مدینے میں ہیں لیکن مسجد سے محروم، صلوٰۃ وسلام پیش کرنے سے محروم، روضہ اقدس کی حاضری سے محروم، بالکل دل میں بھی مدینے کا ادب ختم، احترام ختم اور وہ مدینے میں رہتے ہیں، لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مدینے سے کوئی واسطہ نہیں، اللہ بچائے ایسی صورتحال سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، ایسی صورت میں تو یہی بہتر ہے کہ مدینے سے باہر رہے، اور مدینے کی یاد دل میں رہے، والد صاحب کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ:

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینے پھر جاؤں

الٰہی عمر اسی میں تمام ہو جائے

دل تو مدینے میں رہے، لیکن خود مدینے میں ہو اور دل مدینے سے باہر ہو، یہ

خطرناک بات ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر اور یاد آیا، وہ فرماتے ہیں:

یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے　　یہی تو سنانے کو جی چاہتا ہے

مدینے کو جاؤں پلٹ کر نہ آؤں　　یہیں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے

سلام علیک نبی مکرم　　سلام نبی معظم

قسم تیرے روزے پہ آکر　　ہر دم یہ سنانے کو جی چاہتا ہے

سیاہ کاریوں کی فراوانیاں ہیں　　پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں

جبیں تیرے قدموں میں اک روز رکھ کر　　گناہ بخشوانے کو جی چاہتا ہے

زمین پر جنت کا ٹکڑا

ایک اور سعادت جو مدینے کے رہنے والوں کو ہر وقت حاصل ہے اور حج عمرہ کرنے والوں کو حاضری کے موقع پر حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے درمیان کی جگہ ہے وہ جنت کا باغیچہ ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین روضتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

''میرے روضے اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے''

یہ جگہ پوری مسجد نبوی میں سب سے ممتاز ہے، اس کا قالین بھی سفید اور سبز رنگ کا ہوتا ہے تا کہ پہچان میں آ جائے۔

باغ کے مطلب میں تین اقوال

اب جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہونا اس کا کیا مطلب ہے؟اس کے بارے میں علمائے کرام کے تین اقوال ہیں۔ **پہلا قول**: جیسے جنت میں ہر دم اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں، اس لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جیسے جنت کے باغوں میں اللہ کی رحمتیں برستی ہیں، یہ بھی ایسی جگہ ہے کہ جہاں ہر دم اللہ کی رحمتیں برستی ہیں۔ **دوسرا قول**: اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حصہ جنت سے آیا ہے اور آخر میں واپس جنت میں چلا جائے گا، تو انشاء اللہ تعالیٰ امید کی جاتی ہے کہ جو آدمی یہاں پہنچ جائے گا تو وہ بھی انشاء اللہ جنت میں پہنچ جائے گا، اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ اس کا یہی مطلب صحیح ہے کہ یہ جنت سے آیا ہے، جنت میں چلا جائے گا جیسے حجر اسود جنت سے آیا ہے، جو خانہ کعبہ کے اندر لگا ہوا ہے، اور مقام ابراہیم پر جو پتھر ہے، جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشانات بنے ہوئے ہیں، وہ بھی جنت سے آیا ہے وہ بھی جنت میں واپس چلا جائے گا۔ **تیسرا قول**: یہ ہے کہ ریاض الجنۃ میں جو شخص عبادت کرے گا اس کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ دیا جائے گا (اللہ اکبر) اور حقیقت یہ ہے کہ ساری مسجد میں یہ جگہ خاص الخاص ہے، اس وجہ سے بھی خاص الخاص ہے کہ یہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی مسجد کا بالکل خاص حصہ ہے، حضور کے زمانے کی جو مسجد تھی وہ مسجد کا یہی حصہ ہے اور بھی اس کے اردگرد اور جگہ بھی ہے، ترکی کی عمارت کے اندر نشان

لگے ہوئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی مسجد کہاں سے کہاں تک تھی، اس حد کے اندر یہ اس کا دل ہے۔

ریاض الجنۃ سے آپ کو ہمیشہ سے پیار رہا ہے

بعض علماء نے فرمایا کہ جب سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو شروع شروع میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں تھا، تو آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، وہ جگہ کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر کے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے وہ جگہ بھی ریاض الجنۃ میں ہے، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی، اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا تو وہ جگہ جہاں سب سے پہلے اس حکم کے نازل ہونے کے بعد خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی اور بعد میں بھی نماز ادا کرتے رہے اور اس کے بعد دوبارہ حضور کے زمانے میں مسجد کی کچھ توسیع ہوئی اور اس توسیع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہی توسیع شدہ حصہ برقرار رہا اور اس میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے وہ جگہ بھی اس ریاض الجنۃ میں ہے، تو یہ وہ جگہ ہے جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھائی بھی ہیں، نمازیں پڑھی بھی ہیں، اور وہ ستون ہائے رحمت بھی اسی کے اندر ہیں جن کی خاص خاص فضیلتیں ہیں، اور کچھ روضہ مبارک کے اندر ہیں، جیسے استوان عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا، استوان ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، استوان افواد، یہ سارے کے سارے ستون ہائے رحمت کہلاتے ہیں، یہ بھی ریاض الجنۃ کے اندر ہیں۔

عاشق کی حاضری محبوب کے در پر

اس کے بعد پھر جو سب سے بڑی دولت ہے، جو سب سے بڑی سعادت زیارت کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے، وہ دولت اور سعادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی سعادت ہے کہ ایک امتی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے مزاروں کے اندر حیات ہیں اور ان کی خدمت میں جب کوئی سلام پیش کرتا ہے تو وہ سلام سنتے ہیں۔ تو اتنی بڑی سعادت اتنی بڑی دولت اور نعمت کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیں۔

دور سے سلام پہنچایا جاتا ہے

اور جگہ جب کوئی درود پڑھے تو فرشتے جا کر کے درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اور درود شریف پڑھنے والے کا نام اس کے باپ کا نام لے کر پیش کرتے ہیں اور وہاں تو بندہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں، اس لئے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ نفلی عبادتوں میں سے سب سے افضل، سب سے اعلیٰ

عبادت مدینہ طیبہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوکر کے سلام پیش کرنا ہے۔

ادب کے ساتھ مختصر سلام عمدہ ہے

لیکن ادب واحترام سے سلام پیش کرنا چاہئے، اپنی طرف سے کوئی بے ادبی یا گستاخی نہیں کرنی چاہئے، نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچنے دینا چاہئے، یعنی ایسا طرز اختیار نہ کرے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، مثلاً بہت زیادہ جب ہجوم ہوتا ہے تو اس وقت وہاں کھڑا نہیں ہونا چاہئے، ایسی صورتُ میں مختصر سلام پیش کرنا چاہئے، اور مختصر سلام پیش کرنا بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، خاص طور پر حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے وہ سلام جب پیش کرتے تھے تو بس السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته کہتے اور آگے چلے جاتے، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں السلام علیك یا ابابکر الصدیق کہتے، پھر اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہتے: السلام علیك یا ابی یا ایسے ہی کچھ کلمات کہتے، بس یوں کہتے ہوئے چلے جاتے جس طرح آج کل وہاں ٹھہر کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے اس طرح وہ ٹھہرتے نہیں تھے۔

جب زیادہ ہجوم ہو تو کھڑے ہونے سے آنے جانے والوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور انتظام میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہمارے لئے یہی ہے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو، ہم کسی کی تکلیف کا ذریعہ

نہ بنیں، لہٰذا جب مختصر سلام پیش ہوسکتا ہے تو مختصر سلام ہی پیش کرتے ہوئے چلے جائیں، اور جب ہجوم نہ ہو، رش نہ ہو، فرصت کا وقت ہو، فراغت کا وقت ہو، پھر سکون سے کھڑے ہو جائیں، کھڑے ہوکر طویل سلام پیش کرسکتے ہیں، بہرحال مدینہ طیبہ کے اندر یہ جو بہت بڑی نعمت ہے وہ خود حاضر ہوکر سلام عاجزانہ پیش کرنا ہے۔

مدینہ کی حاضری پر دو مقبول حج کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص حج کرے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ کی خدمت میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دو مقبول حج کا ثواب عطا فرماتے ہیں، اور ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے حج کیا پھر حج کے بعد میری زیارت کی نیت سے میرے روضہ پر حاضر ہوا تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی (اللہ اکبر) کتنی بڑی دولت ہے، کتنی بڑی سعادت ہے۔

بے وفا وہ ہے جو مدینے نہ آئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا:

من حج فلم یزرنی فقد جفابی

او کما قال علیہ السلام

''جس نے حج کیا اور میری زیارت کے لئے
نہ آیا اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی''

دیکھیں اس سے بڑی بے وفائی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دونو جہاں کے سردار اور آقا کہ جو بہت ہی زیادہ مسلمانوں کے اوپر مہربان اور شفیق ہیں، یہ کیسا امتی ہے کہ حج تو کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، اس سے بڑھ کر کیا بے وفائی ہوگی، اس سے بڑھ کر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جفا ہوگی کہ مدینہ طیبہ نہ گیا، خالی مکہ مکرمہ سے ہو کر آ گیا تو بھائیو! جو لوگ مدینہ طیبہ کے اندر رہنے والے ہیں ان کو تو یہ سعادت کتنی زبردست حاصل ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمائے، آمین)

امام مالکؒ نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا تو!

حضرت امام مالک جنت البقیع کے اندر آرام فرما ہیں، اور چار اماموں میں سے دوسرے نمبر پر مشہور و معروف امام ہیں، وہ آخری عمر میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے پھر وہیں رہے، وہیں ان کا وصال ہوا۔

امام مالکؒ کا خواب

ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ کے اندر رہتے ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بار بار یہ تمنا اور آرزو اٹھتی تھی کہ میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کر کے آؤں، لیکن عمرہ کرنے اس وجہ سے نہیں جاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ طیبہ سے باہر میرا انتقال ہو جائے اور جنت البقیع میں دفن نہ ہو سکوں، اس لئے عمرہ کے لئے جاتے نہیں تھے اور بے چین بھی رہتے تھے۔

ایک دن خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو

عرض کیا کہ حضور آپ کو معلوم ہے میں مدینہ منورہ میں کس غرض سے آیا ہوں اور ساتھ ہی میرا یہ جی چاہتا ہے کہ مکہ مکرمہ جاؤں، طواف یا عمرہ کر کے واپس آجاؤں، لیکن اس وجہ سے نہیں جاتا کہ وہاں چلا گیا، وہاں انتقال ہو گیا تو کیا ہوگا، حضور مجھے یہ بتا دیجئے کہ میری عمر کتنی باقی ہے، تاکہ اسی حساب سے میں پھر آنا جانا رکھوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھولا، اور پانچ انگلیوں سے اشارہ فرمایا، زبان سے کچھ نہیں فرمایا، آپ کا خواب ختم ہو گیا، لیکن سویرے اٹھے تو سوچنے لگے اس کی تعبیر کیا ہوگی، معلوم نہیں کہ آپ کے اشارے سے پانچ سال مراد ہیں، پانچ مہینے مراد ہیں یا پانچ ہفتے مراد ہیں یا پانچ دن یا پانچ گھنٹے، سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

خواب کی تعبیر کا مسئلہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی کے ذریعے بھجوا دیا کہ جاؤ، جا کر ان کو یہ خواب بیان کرو اور تعبیر پوچھو، لیکن میرا نام مت بتانا کہ اس نے دیکھا ہے چنانچہ جس کو بھیجا تھا، اس نے جا کر عرض کیا کہ ایک صاحب نے یہ خواب دیکھا ہے، لیکن یہ سمجھ نہیں آرہا کہ پانچ انگلیوں سے کیا مراد ہے، انہوں نے کہا کہ یہ خواب کس نے دیکھا ہے؟ اس کا نام بتاؤ پھر تعبیر بتائیں گے، ان صاحب نے امام صاحب سے اجازت لے کر نام بتا دیا، امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام مالکؒ سے جا کر عرض کر دو کہ پانچ انگلیوں سے مراد نہ پانچ سال ہیں، نہ پانچ مہینے، نہ پانچ ہفتے، نہ پانچ گھنٹے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیوں سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تمہاری عمر کا معاملہ

غیب کی ان پانچ باتوں میں سے ہے کہ جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، نہ کسی فرشتے کو، نہ کسی ولی کو، نہ کسی نبی، کو کسی کو اللہ پاک نے وہ علم نہیں عطا فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، ان پانچ باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کہاں مرے گا؟ کب مرے گا؟ یہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیوں سے غیب کی پانچ باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے نہ کہ پانچ مہینے کی طرف نہ پانچ سال کی طرف۔ بہر حال! امام مالک رحمۃ اللہ آخر تک مدینہ طیبہ میں رہے، اللہ تعالیٰ نے وہیں ان کو بھی مرنا نصیب فرمایا اور جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

جنت البقیع محبان رسول کا خاص مدفن

اس قبرستان کے اندر حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما ہیں، سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تھوڑے سے فاصلے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آرام فرما ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں، جن میں سے دو کے علاوہ سب جنت البقیع میں آرام فرما ہیں، جن میں بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما ہیں، آپ کی تین پھوپھیاں وہیں آرام فرما ہیں، اور بھی دوسرے اہل

بیت یہاں آرام فرما ہیں، تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہاں پر آرام فرما ہیں، بے شمار تابعین تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء، صلحاء، اولیاء، شہداء، یہاں پر آرام فرما ہیں، اس طرح سے پورا قبرستان قبہ نور ہے، بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنت البقیع ایک قبہ کی طرح ہے اور فرشتوں کی ایک جماعت اس پر مقرر ہے ان کو یہ حکم ہے کہ جب یہ بھر جائے جنت میں الٹ دو۔

قیامت کے دن جنت البقیع کے لوگ

ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت برپا ہوگی تو سب سے پہلے میں اپنے مزار سے نکلوں گا، پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلیں گے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلیں گے، پھر میں ان کو لے کر جنت البقیع میں آؤں گا اور اہل بقیع کو اپنے ساتھ لوں گا اور ان سب کو لے کر میں مکہ مکرمہ کی طرف چلوں گا، تاکہ جنت المعلی کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے لوں، آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہوں گے کہ وہ بھی آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں گے، پھر سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے، اس سے بڑی کیا سعادت ہوگی (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے، آمین)

جنت البقیع کے لوگوں میں شامل ہونے کے لئے آپ کی عنایات

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے ام قیس! تم نے جنت البقیع کا مقبرہ دیکھا ہے؟ وہ بولیں حضور میں دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جنت البقیع میں سے قیامت کے

دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور وہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے، تو ایک صحابی حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم بھی ان میں سے ہو، پھر ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان میں سے میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بھائی عکاشہ تم سے بازی لے گئے، تو یہ ایسا مبارک قبرستان ہے، اس لئے اس کی دعا بھی کرنی چاہئے، کوشش بھی کرنی چاہئے، کوشش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ایسے اسباب عطا فرمادیں کہ وہ اپنی زندگی ادب واحترام کے ساتھ مدینہ طیبہ میں گزار سکے، وہ اسی طرح کرے، وہیں رہے اور وہیں دعا کرتا رہے اور نیکیوں میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاتمہ ایمان پر فرمادیں اور جنت البقیع عطا فرمادیں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین میں ایک بزرگ گزرے ہیں مولانا محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی یہ عجیب دعا تھی، وہ یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ رمضان شریف کا مہینہ ہو، آخری عشرہ ہو، طاق رات ہو، دن جمعہ کا ہو اور خاتمہ ایمان پر ہو، اور نماز جنازہ مسجد نبوی میں ہو، دفن ہونا جنت البقیع میں نصیب ہو، آمین، کیسی جامع اور پیاری دعا (سبحان اللہ) اور اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے وہ تو رحمتوں والے ہیں، سب کچھ کرسکتے ہیں، بس طلب ہونی چاہئے اور دعا ہونی چاہئے، جس کو طلب اور دعا ہوگی تو اس کو انشاء اللہ تعالیٰ یہ

دولت نصیب ہو جائے گی، اب دعا فرما لیجئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت اور سعادت نصیب فرمادے۔

دعائیہ کلمات

اللّٰهم لك الحمد لا نفسى ثناءً عليك،انت كما اثنيت على نفسك، اللّٰهم صل علىٰ سيدنا و مولانا محمد وعلى ال سيدنا و مولانا محمد وبارك و سلم ،ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنكونن من الخسرين ،ربنا اتنافى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ،اللّٰهم اغفرلنا وارحمناوعافناواعف عنا،اللّٰهم ارزقنا شهادتنا فى سبيله و اجعل موتنا فى بلد رسولك صلى اللّٰه عليه وسلم، اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضىٰ،اللّٰهم انانسئلك من خير كله آجله وعاجله ماعلمنامنه و مالم نعلم ونعوذبك من شر كله عاجله و آجله ما علمنا منه ومالم نعلم،اللّٰهم اعنا بالعلم وزينا بالحلم و اكرمنا بالتقوىٰ وجملنا بالعافية،اللّٰهم اهدنا باالصبر والاخلاق فانه لا يهدى لصالحهاالاانت،اللّٰهم كن لناوجعلنا لك اللّٰهم ياحى يا قيوم برحمتك استغيث اصلح لنا شألناكله ولا تكلناالىٰ انفسنا طرفة عين ياارحم الرّاحمين يارب العالمين ياحى يا قيوم يا ذا الجلال و الاكرام۔

یا اللہ! ہمارے والدین، ہمارے سارے اساتذہ، اکابر، مشائخ، ہمارے احباب، جملہ متعلقین اور ہمارے اہل وعیال کی اپنے کرم سے بخشش فرما، یا اللہ تمام

حاضرین کی اور حاضرات کی اپنے کرم سے بخشش فرما، یا اللہ ہماری مغفرت فرما، یا اللہ ہم سب کی کامل مکمل بخشش فرما، مکمل مغفرت فرما اور اپنے راستے میں ضرور بضرور عافیت کے ساتھ شہادت نصیب فرما، اور اپنے فضل سے ہمیں ایمان کے ساتھ یا اللہ مدینہ میں مرنا نصیب فرما، اور عافیت کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب فرما، ہم کو ہمارے گھر والوں کو ہمارے احباب کو یہ دولت عطا فرما اور اپنے فضل سے ضرور نصیب فرما، یا ارحم الراحمین ہماری ساری بیماریوں کو دور فرما، ہر حال میں صحت کاملہ نصیب فرما، یا اللہ جو لوگ بچوں اور بچیوں کے رشتوں کے سلسلے میں پریشان ہیں غیب سے ان کی مدد فرما، ان کی اس پریشانی کو دور فرما، اور ان کو ان کی توقع سے بڑھ کر بہتر سے بہتر اعلیٰ سے اعلیٰ رشتے عطا فرما، جو مقروض ہیں ان کے قرضوں کو ادا کرنے کا سامان مہیا فرما، جو بے روزگار ہیں ان کو روزگار عطا فرما، دین کی سمجھ عطا فرما۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

فتنہ دجال اور نزول مسیح

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فتنہ دجّال اور نزولِ مسیح

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه،ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا،من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له،واشهدان لااله الاالله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا و نبينا ومولانامحمدًا عبده ورسوله،صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا۔

امابعد ! فاعوذ بالله من الشيطٰن الرّجيم بسم الله الرّحمٰن الرّحيم ربنالاتجعلنافتنة للقوم الظالمين ونجنا برحمتك من القوم الكٰفرين ـ صدق الله العظيم

چار چیزوں سے پناہ مانگیں

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین ! آج میں آپ کی خدمت میں

ایک حدیث شریف کا خلاصہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان کروں گا، جس میں نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے اوران چار چیزوں کی وضاحت کرنے کے بعد چوتھی چیز جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے اس کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

قبروں کو دیکھ کر خچر کا بدکنا

ایک حدیث جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں انصار کے ایک قبیلے بنو نجار کے کسی باغ میں تھے اور خچر پر سوار تھے اور ہم بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر بدک کر اچھل گیا اور قریب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گرا دیتا، یعنی اچانک وہ خچر ایسا اچھلا کہ قریب تھا کہ اس کے اچھلنے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گر جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچایا اور پھر ہم نے دیکھا کہ وہاں چھ یا پانچ قبریں ہیں انہیں دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کوئی شخص ان قبروں کو پہچانتا ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ اور کس حالت میں مرے؟ آیا زمانہ جاہلیت میں مرے، شرک کی حالت میں مرے، کس حالت میں ان کا انتقال ہوا؟ کوئی شخص جانتا ہے تو بتائے؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو پہچانتا

ہوں اور جانتا ہوں یہ حالت شرک میں مرے ہیں۔

قبر میں صاحب قبر کا امتحان

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے لوگوں کو ان کی قبروں کے اندر آزمایا جاتا ہے، یعنی قبر کے اندر ان کا امتحان ہوتا ہے، جو شخص اس امتحان کو پاس کر لیتا ہے تو اس کے لئے نعمتیں اس کی قبر میں پہنچادی جاتی ہیں، اور جو اس امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمنو! قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے، مؤمنو! قبر کے اندر امتحان پاس کرنے کی وجہ سے راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔

اگر تم عذاب قبر دیکھ لو تو اپنے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ ان قبر والوں کو جو عذاب ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ وہ تم کو سنا دیں جس طرح میں ان قبر والوں کو ہونے والے عذاب کو سن رہا ہوں، لیکن میں اس لئے دعا نہیں کرتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عذاب سن کر اپنے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے کیونکہ ان کے مرتے ہی تم کو اتنا خوف آئے گا کہ تم اس کے پاس ہی نہ جاؤ گے، اور اس کے نتیجے میں دفن بھی نہیں کرو گے۔

ہر مخلوق عذاب قبر سنتی ہی سوائے انس و جن کے

اللہ تعالیٰ انسانوں کو تو قبر کا عذاب نہیں دکھلاتے، لیکن انسانوں اور جنات

کے علاوہ جو دوسری مخلوق ہے اللہ تعالیٰ اس پر ظاہر کر دیتے ہیں، جیسے خچر کو قبر کا عذاب سنائی دیا اور ڈر کی وجہ سے وہ اچھل گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے سنوا دیا اور آپ آگاہ ہو گئے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی اور آپ حضرات کو سنانے کا بھی یہی مقصد ہے کہ ہم بھی ان چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا معمول بنائیں وقتاً فوقتاً ان چار باتوں کو یاد رکھیں پھر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر پناہ مانگتے رہا کریں۔

پہلی چیز عذاب قبر سے پناہ مانگو

پہلی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، صحابہ کرام نے آپ کا ارشاد سنتے ہی کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں، بلا شبہ عذاب قبر ایسی چیز ہے کہ یہ بالکل برحق ہے اور قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے

اسی لئے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی قبر کے پاس سے گزرتے یا کسی قبر پر جاتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ روتے روتے آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، لوگ ان سے کہتے کہ حضرت آپ جنت اور جہنم کے تذکرے پر اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر روتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بھائی! یہ آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر کوئی شخص یہاں سلامتی سے گزر گیا تو آگے بھی سلامتی سے گزر جائے گا اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص اس منزل میں پھنس گیا یعنی قبر کے عذاب میں مبتلا ہو گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس کے لئے اور مشکل اور دشوار ہو سکتی ہیں اس لئے مجھے یہاں آکر فکر ہوتی ہے اور رونا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منزل کو بخیریت گزار دیں۔

دوسری چیز دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اللہ تعالیٰ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگی۔ ہر مؤمن جانتا ہے کہ جہنم کا عذاب کتنا خوفناک ہے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے کرم سے جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے، آمین۔ اور اس سے محفوظ ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہماری دعاؤں میں جہنم سے پناہ مانگنے کا بھی حصہ ہونا چاہئے، جہاں اور دعائیں ہوتی ہیں وہاں یہ دعا بھی ہونی چاہئے کہ یا اللہ ہم کو اپنے فضل سے جہنم کے عذاب سے بچانا، یا اللہ اپنے فضل سے ہمیں قبر کے عذاب سے بچانا، دوزخ کے عذاب سے بچانا۔

تیسری چیز ظاہر و باطن کے فتنے سے پناہ مانگو

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ظاہر اور باطن کے فتنوں

سے اللہ کی پناہ مانگو تو صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ظاہر اور باطن کے فتنوں سے پناہ مانگی اور ظاہر و باطن کے فتنے کے دو مطلب علمائے دین نے بیان فرمائے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ ظاہر کے فتنوں سے مراد وہ ہیں جو عام طور پر ہماری آنکھوں کے سامنے نظر آتے ہیں، جو حادثات واقعات مصیبتیں پریشانیاں اور گناہ آلود زندگیاں اور باطن کے فتنے وہ ہوتے ہیں جو نظروں سے مخفی ہوتے ہیں اندر ہی اندر وہ برپا ہوتے رہتے ہیں اور ان پر عام طور پر لوگوں کی نظر نہیں جاتی اور لوگ اس میں بعض دفعہ مبتلا ہو جاتے ہیں تو ظاہر کے فتنوں سے مراد وہ ہیں جو نظر آنے والے ہیں اور باطن کے فتنوں سے مراد وہ ہیں کہ جو نظر نہیں آنے والے، جو پوشیدہ اور مخفی ہیں۔ دونوں قسموں کے فتنوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کا مشورہ دیا ہے۔

ظاہر کے فتنے کیا ہیں؟

اور بعض علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ظاہر کے فتنوں سے مراد وہ ہے جو انسان کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کسی گناہ میں مبتلا ہونا، کسی آفت میں مبتلا ہونا، کسی حادثے سے دوچار ہونا، کسی واقعے سے دوچار ہونا، انسان کے ظاہر کا وجود کسی حادثے کا شکار ہو جائے، کسی سانحے کا شکار ہو جائے، چاہے وہ دین کا ہو، چاہے دنیا کا ہو، جانی ہو، مالی ہو، مگر وہ حادثہ ایک فتنہ ہے۔

باطن کے فتنے کیا ہیں؟

اور باطن کے فتنے وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے دل سے ہو جیسے دل کے اندر حسد کا ہونا، بغض کا ہونا، ریا کاری کے اندر مبتلا ہو جانا، لوگوں سے بدگمانی کے اندر مبتلا ہو جانا، یہ وہ ہیں جو دل کے اور باطن کے فتنے ہیں۔ اور فتنے کے معنی امتحان کے ہوتے ہیں اور اسی طرح فتنہ کہتے ہیں ہر مصیبت کو، ہر پریشانی کو، ہر حادثے کو، ہر سانحے کو، کیونکہ اس کے اندر بھی ہر مؤمن مرد وعورت کی آزمائش ہوتی ہے، بہر حال! فتنہ چاہے ظاہر کا ہو یا باطن کا ہو، آنکھوں سے نظر آنے والا ہو یا نظر نہ آنے والا ہو، اس میں ہر مؤمن مرد وعورت کی آزمائش ہوتی ہے اور اس کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے کہ آیا وہ اس حادثے میں مبتلا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا رہتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام جس طرح آرام وراحت میں ہیں، مصیبت اور پریشانی میں بھی ہیں، جس طرح حالت صحت میں ہیں، حالت مرض میں بھی ہیں، حالت اقامت میں ہیں، حالت سفر میں بھی ہیں، مجمع میں بھی ہیں، تنہائی میں بھی ہیں، شادی میں بھی ہیں، غمی میں بھی ہیں، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنا بندے پر فرض ہے۔

ہر بندہ امتحان سے گزارا جاتا ہے

ہر شخص کی آزمائش اس وقت ہوتی ہے جب اس کو کوئی صدمہ پیش آتا

ہے، کوئی غم پیش آتا ہے، کوئی مصیبت آجاتی ہے، کوئی خسارا ہوجاتا ہے، کوئی نقصان ہوجاتا ہے، کوئی میت ہوجاتی ہے اس وقت اس کی آزمائش ہوتی ہے کہ اس وقت کون دین پر قائم رہتا ہے، کون اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور صبر کرتا ہے، کون بے صبری کر کے نافرمانی کرتا ہے، یا خدانخواستہ اللہ کی شان میں گستاخی کر کے امتحان میں ناکام ہوجاتا ہے۔

قیامت کے قریب، فتنے کثیر

بہر حال! ظاہر و باطن کے فتنوں سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کو فرمایا ہے، اس سے بھی ہمیں پناہ مانگتے رہنا چاہئے، اس لئے کہ فتنوں کی کوئی حدوحساب نہیں ہے، جوں جوں قیامت قریب آتے جائے گی فتنے کئی طرف سے منڈلاتے چلے جائیں گے اور تیزی سے مسلمانوں کے اندر پھیلتے چلے جائیں گے بس جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے گا وہ محفوظ رہے گا اور جو خدا کی پناہ میں نہیں آئے گا وہ مبتلا ہوجائے گا (اللہ بچائے)

چوتھی چیز دجال کے فتنے سے پناہ مانگو

چوتھے نمبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے تعمیل کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں دجال کے فتنے سے پناہ عطا فرما۔ اس حدیث میں بہت ہی مخصوص انداز میں ان چار چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی، انہوں نے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان چاروں فتنوں سے پناہ مانگی، ہمیں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان چاروں فتنوں سے پناہ مانگنی چاہئے۔

جہاں تک عذاب قبر اور جہنم کے عذاب کا معاملہ ہے اس کے متعلق الحمدللہ کافی مسلمانوں کو معلومات ہیں اور ظاہر وباطن کے فتنے کے بارے میں بھی میں نے آپ کے سامنے تھوڑی سی وضاحت کردی وہ بھی ہمارے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

دجال کا فتنہ بہت خطرناک ہے

چوتھا فتنہ ہے دجال کا، یہ بہت ہی اہم اور بہت ہی خوفناک اور خطرناک قسم کا فتنہ ہے، اس کی تفصیلات عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہوتیں، تھوڑا بہت تو ذہن میں ہے کہ بھائی دجال قیامت کے قریب نکلے گا، بڑا فساد پھیلائے گا لیکن اس کی ضروری تفصیل عام طور پر خواتین وحضرات کو کم معلوم ہوتی ہے۔

اللہ ہم سب کو دجال سے بچائے

دوسری طرف سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی بہت زیادہ اہمیت کو اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے سے امت کو بہت ہی زیادہ ہوشیار اور خبردار کیا

ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اجمالی خاکہ ہمارے سامنے آنا چاہئے تاکہ ہمیں بھی اس کے بارے میں ضروری علم ہو اور ہم بھی اس سے بچنے کا وہ طریقہ اختیار کریں جس کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے اندر تعلیم فرمائی ہے۔

ان میں سے ایک بات تو اس حدیث میں آپ کے سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگنی چاہئے یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کہ وہ ہم کو، ہمارے ماں باپ کو، ہمارے اہل وعیال کو، اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس فتنے سے محفوظ رکھے۔ جہاں اور چیزوں سے ہم پناہ مانگتے ہیں وہاں اس کو بھی ہم اپنی دعاؤں میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے پناہ مانگتے رہیں اس سے پہلے کی تین چیزوں سے بھی پناہ مانگتے رہیں اور دوسروں کو بھی اس فتنے سے بچنے کے لئے ترغیب دیتے رہیں۔

سورۂ کہف دجال کے فتنے سے بچنے کا خاص ذریعہ ہے

چنانچہ احادیث کے اندر ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کا معمول بنالے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا، اسی طرح احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو آدمی سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں یا آخر کی دس آیتیں دجال پر پڑھ دے گا تو وہ بھی اس کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا۔ فی الحال ہم دو کام بآسانی کر سکتے ہیں ایک یہ کہ اپنی دعاؤں میں دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ

سے پناہ مانگتے رہیں اور دوسرا یہ کہ جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرنے کا معمول بنالیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس خطرناک فتنے سے محفوظ ہو جائیں گے۔ احادیث طیبہ میں جو کچھ اس کے بارے میں بیان ہوا ہے اس کا لبِ لباب میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

فتنہ دجال سے بڑا فتنہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا

ایک روایت میں سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے کوئی فتنہ دجال کے فتنے سے بڑھ کر نہیں ہوا اور کوئی نبی علیہم السلام ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے آگاہ نہ کیا ہو اور فرمایا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو اور یہ دجال یقیناً تمہارے اندر نکلے گا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں قیامت آئے گی قیامت سے پہلے دجال نمودار ہوگا تو یقیناً تمہارے اندر ظاہر ہوگا۔

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دجال کے فتنے کے لئے اکیلا کافی ہوں

بالفرض اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوگیا تب تو میں تم سب کی طرف سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اکیلا ہی کافی ہوں میں خود اس سے مقابلہ کروں گا اور تمہیں اس معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ میرے بعد ظاہر ہوا تو ہر مسلمان اس سے مقابلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا محافظ

نگہبان اور مددگار ہوگا۔

اس وقت چند امور پر عمل کرنا

پھر فرمایا کہ دیکھو اس فتنہ دجال کے وقت اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا یعنی اس وقت ایمان پر قائم رہنا اور اس کے مکر میں اس کے دھوکے میں اور اس کے فریب میں مت آنا اور فریب میں آکر اس کی بات نہ مان لینا۔

دجال کے معنی ہیں جھوٹا مکار

دجال کے معنی آتے ہیں بہت ہی جھوٹا، مکار، عیار، دھوکہ باز، یہ تو عیاری مکاری دھوکہ بازی سے کام لے گا اور جادو کے زور سے ایسے ایسے کرتب دکھلائے گا کہ جس سے انسان کی عقل حیران رہ جائے گی، اور جو اس فتنہ سے واقف نہیں ہوں گے وہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں جیسا کہ احادیث کی روشنی میں اس کے بارے میں تذکرہ آنے والا ہے۔ انشاء اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے فتنے کے ظاہر ہونے کے وقت ثابت قدم رہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اس کی علامتیں بتلاتا ہوں جو اب تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائیں۔

آپ اندازہ کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اہتمام کے ساتھ اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ میں تم کو اس کے بارے میں ایسی علامتیں بتلاتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائیں۔

دجال کی علامات

اور پھر فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ ملک شام اور ملک عراق کے درمیان میں ایک راستے سے یہ ظاہر ہوکر پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا، آگے فرمایا کہ دیکھو میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اسی وجہ سے اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا اس کا دعویٰ کرنا غلط ہوگا، کیونکہ میں اللہ کا آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں تو اس کا دعویٰ نبوت کا غلط ہوگا جھوٹا ہوگا۔

دوسری علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں مجھے رب مانو مجھ پر ایمان لاؤ مجھ کو خدا مانو۔ (العیاذ باللہ)

اس کے جھوٹا ہونے کی تین نشانیاں

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی تین باتیں ظاہر ہوجائیں گی جس سے واضح طور پر معلوم ہوجائے گا کہ یہ کیسے خدا ہوسکتا ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے خدا کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتا، مرنے کے بعد آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی، کافروں کو تو وہاں بھی زیارت نہیں ہوگی، لیکن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے، آمین۔ جب کہ دجال یہ دعویٰ کررہا ہوگا کہ میں تمہارا خدا ہوں تو

جو ایسا جھوٹا دعویٰ کرے وہ خدا کیا ہوسکتا ہے؟ اور جس کو سب دیکھ رہے ہیں وہ کیسے خدا ہوسکتا ہے، جھوٹا مکار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک آنکھ اس کی کانی ہوگی جس سے نظر ہی نہیں آئے گا، اور ایک آنکھ ایسی خراب ہوگی کہ انگور کے دانہ کی طرح ابھری ہوئی اور باہر لٹکی ہوئی ہوگی اسی سے کچھ نظر آجائے گا اس کی تو دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی، تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے کہ ایک آنکھ اس کی کانی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ''کافر'' چاہے اس کو کوئی پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، ہر شخص اس کو پڑھ لے گا، تو ایک طرف تو وہ خدائی کا دعویٰ کر رہا ہوگا، آنکھ سے کانا ہوگا اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا، وہ کیسے خدا ہوسکتا ہے، تو دعویٰ اس کا ایسا جھوٹا ہوگا کہ اس کے وجود ہی سے اس کی تکذیب ہو رہی ہوگی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جھوٹا ہونے کی علامتیں بتلا دیں تا کہ کوئی مسلمان اس کو اس دعویٰ میں سچا نہ سمجھے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنوں کا ذکر کیا کہ کیسے کیسے وہ فتنے ظاہر کرے گا۔ (اللہ بچائے)

دجال کی جنت اور جہنم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ ایک جنت ہوگی اور ایک جہنم ہوگی، اس کی جو جنت ہوگی وہ حقیقت میں آگ ہوگی اور جو اس کی آگ ہوگی وہ حقیقت میں جنت ہوگی، اب علماء کرام فرماتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنی

قدرت سے ایسا کردیں گے کہ ظاہر میں اس کی جنت ہوگی حقیقت میں دوزخ بن جائے گی، اور جو ظاہر میں اس کی جہنم ہوگی حقیقت میں جنت بن جائے گی، یا وہ جادو کے زور سے لوگوں کی آنکھوں پر ایسی نظر بندی کرے گا کہ اس سے لوگوں کو جو جہنم ہوگی جنت نظر آئے گی اور جو جنت ہوگی جہنم نظر آئے گی، اور جو اس پر ایمان لائے گا اس کو وہ اپنی جنت میں ڈالے گا حالانکہ وہ جہنم میں جائے گا کیونکہ وہ کافر ہو جائے گا، دجال کو خدا ماننے کے بعد کافر ہو جانے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا جائے گا۔ (اللہ بچائے)

جس کو دجال جہنم میں ڈال دے وہ سورۂ کہف پڑھے

اور جو اس کو خدا ماننے سے انکار کردے گا تو وہ اس کو جہنم میں ڈال دے گا جو حقیقت میں جنت ہوگی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر خدانخواستہ کبھی ایسا ہو کہ وہ تم کو اپنی جہنم میں ڈال دے تو تم سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں پڑھنا اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس کی آگ کو اس طرح ٹھنڈا اور سلامتی والا کردیں گے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا تھا۔

دجال مُردوں کو زندہ کرے گا

اور ایک اس کا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک دیہاتی سے یہ کہے گا کہ اگر میں تیرے والدین کو زندہ کر کے ان سے کہلوادوں کہ وہ تجھے کہیں کہ مجھ پر ایمان لے

آؤ، مجھ کو رب مانو تو تو ان کا کہنا مان لے گا؟ تو وہ کہے گا کہ ہاں مان لوں گا، تو اسی وقت دو شیطان اس کے ماں باپ کے روپ میں آجائیں گے وہ آکر کہیں گے بیٹا (نعوذ باللہ) یہ تمہارا رب ہے اس کو رب مان لو (اللہ بچائے) کس قدر وہ دھوکے سے کام لے گا، فریب سے کام لے گا۔

اللہ اپنی قدرت کا نمونہ بھی دکھائے گا

اللہ تعالیٰ دجال کو ایک نوجوان مسلمان پر قدرت دیں گے، وہ نوجوان اپنی جوانی میں بھرپور ہوگا، دجال اس سے کہے گا کہ مجھے اپنا رب مان تو وہ انکار دے گا، یہ دجال اسے قتل کر دے گا، اور آرے سے اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دے گا، اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے گا جتنا کہ تیر اور اس کے نشان کے درمیان ہوتا ہے، یعنی تیر کو جہاں پھینکا جائے یعنی جہاں اس کا نشان ہوتا ہے، اس پھینکنے والے اور نشان کے درمیان جتنا فاصلہ ہوتا ہے، اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر کے اتنا دور کر دے گا، پھر یہ اپنے خادموں کو کہے گا کہ دیکھو میں اس کو بلاؤں گا تو یہ میرے پاس آجائے گا،

چنانچہ دجال اس کو اپنے پاس بلائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس نوجوان کو زندہ کر دیں گے اور وہ ہنستا ہوا مسکراتا ہوا دجال کے سامنے آئے گا تو وہ خبیث اس نوجوان کو کہے گا کہ کیا تو مجھے اپنا رب مانتا ہے، وہ کہے گا کہ تو کافر ہے، تو دجال ہے، اب مجھ کو پہلے سے زیادہ اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال

ہے، تو ہرگز ہرگز خدا بننے کے لائق نہیں، میرا پروردگار تو اللہ جل شانہ ہے، تو دجال اور کافر ہے۔

دوبارہ زندہ ہونے والا اعلیٰ منصب پر فائز ہوگا

روایت میں آتا ہے کہ وہ شخص جو دوبارہ زندہ ہوکر پھر اس کا انکار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بہت اعلیٰ سے اعلیٰ مقام جنت میں عطا فرمائیں گے امتحان بھی تو کتنا زبردست ہے (اللہ بچائے) اللہ تعالیٰ فتنہ دجال سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے، آمین۔

ہر چیز پر اپنا حکم چلائے گا

اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ بادلوں کو حکم دے گا کہ برسو، تو وہ بارش برسا دیں گے اور زمین سے کہے گا کہ پیداوار اگاؤ، تو وہ فوراً پیداوار اگا دے گی، اور جب کہے گا کہ بارش روک دو تو وہ بادل بارش روک دیں گے اور جب کہے گا کہ قحط پڑ جائے تو فوراً قحط پڑ جائے گا، یہ بھی اس کا یک فتنہ ہے۔ (اللہ بچائے)

نیکوں کی بستی کا انجام

اس کے بعد وہ ایک بستی سے گزرے گا تو وہاں کے لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور اس کا انکار کر دیں گے، جب وہاں سے مایوس ہوکر واپس لوٹے گا تو اس بستی کے اوپر ایسا قحط آئے گا کہ سارے جانور مر جائیں گے اور سب کے

سب قحط کے اندر مبتلا ہو جائیں گے۔

دجال کے ماننے والوں کی بستی کا انجام

اور جب وہ دوسری بستی سے گزرے گا تو وہاں کے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے تو وہ حکم دے گا بادلوں کو کہ بارش برساؤ، بادل خوب بارش برسائیں گے، زمین کو حکم دے گا کہ اُگاؤ، تو ایک دم زمین اُگا دے گی۔ ایک ہی دن میں سب کچھ ہو جائے گا۔ پھر بارش بھی ہوگی، زمین بھی سرسبز وشاداب ہوگی، کھیتیاں اُگ چکی ہوں گی، اور اس دن جب ان لوگوں کے جانور جنگل سے خوب گھاس کھا کر لوٹیں گے تو خوب موٹے ہو چکے ہوں گے، کوہان بڑے بڑے ہوں گے، پونچیں بھری ہوں گی، تھن دودھ سے لبریز ہوں گے، اس طرح سے یہ نہایت تیزی کے ساتھ دنیا کا چکر لائے گا جیسے بادل کے پیچھے تیز ہوا ہو تو اس تیز ہوا کی وجہ سے بادل تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے اور آن کے آن میں کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے، اس طرح سے یہ روئے زمین پر چکر لگانے گا اور کوئی علاقہ ایسا نہیں چھوڑے گا کہ وہاں سے یہ نہ گزرے اور جہاں جائے گا وہاں اسی طریقے سے فساد پھیلائے گا۔ یہودی اس کے ساتھ ہوں گے اور ہر جگہ یہ اپنی خدائی کا دعویٰ کرتا پھرے گا، جہاں جائے گا وہاں کے مسلمان آزمائش میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کے لئے اپنا ایمان بچانا آسان نہیں ہوگا۔

دجال مکہ ومدینہ میں نہیں جاسکے گا

اس لئے اس کے فتنے سے پناہ مانگنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے ہمارے انبیاء علیہم السلام اس کے فتنے سے اپنی امت کو ڈراتے آئے ہیں یہاں تک کہ یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی جائے گا، لیکن حدیث میں ہے کہ جب یہ وہاں پہنچے گا تو مکہ مدینہ کے ہر راستے پر ملائکہ ننگی تلوار لیے کھڑے ہوں گے اور جب یہ اندر داخل ہونا چاہے گا تو اس کا راستہ روک دیں گے اور اس میں ان سے مقابلے کی طاقت نہیں ہوگی، لہٰذا مدینہ طیبہ اور اس کے رہنے والے دجال کے فتنے سے محفوظ رہیں گے مکہ مکرمہ کے رہنے والے بھی محفوظ رہیں گے۔

مدینہ منافقت سے پاک ہوجائے گا

اب یہ مدینہ طیبہ کے باہر نمکین (یعنی نمک والی) ایک جگہ ہے سرخ رنگ کی، یہ وہاں ٹھہر جائے گا اس کے بعد پھر مدینہ طیبہ کے اندر تین مرتبہ زلزلہ آئے گا اور زلزلہ کی وجہ سے مدینے کے اندر جتنے منافق ہوں گے وہ سب مدینے سے باہر آ کر دجال کے پاس چلے جائیں گے، جو بالکل مخلص اور پکے مسلمان ہوں گے وہ اندر رہ جائیں گے اور مدینہ طیبہ سارا منافقوں سے کافروں سے ایسا پاک ہوجائے گا جیسا کہ لوہا بھٹی میں جا کر زنگ سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔

عین فجر میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

اس کے بعد یہ اسی طریقے سے دنیا کے اندر فساد پھیلا رہا ہوگا اور نماز فجر

کی اذان ہو چکی ہوگی اقامت بھی ہو چکی ہوگی اور حضرت مہدی علیہ السلام نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر جارہے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہو جائے گا۔

آپ علیہ السلام دمشق کے مشرقی مینارے پر اتریں گے اور دو فرشتوں کے شانوں پر آپ علیہ السلام نے ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے اور دو زرد رنگ کی چادروں میں آپ علیہ السلام ملبوس ہوں گے، اور آپ کے بال کندھوں تک ہوں گے اور پانی سے ایسے تر ہوں گے جیسے نہا کر ابھی نکلے ہیں، جب آپ گردن جھکائیں گے تو اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے، جب گردن سیدھی فرمائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرح چمک دار پانی کے قطرے آپ کے بالوں سے نیچے گریں گے، اور جیسے ہی آپ مینارے سے نیچے تشریف لائیں گے تو حضرت مہدی علیہ السلام جن کے بارے میں حضور علیہ السلام نے حدیث میں بتادیا ہے کہ وہ پیچھے ہٹیں گے تاکہ آپ نماز پڑھائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام محمدی بن کر آئیں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ اقامت آپ ہی کے لئے ہوئی ہے لہٰذا آپ ہی نماز پڑھائیں میں آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔

دجال اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سامنا ہونا اور قتل ہونا

اس کے بعد پھر آپ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ فرمائیں گے کہ بھائی دروازہ کھولو، تو جب دروازہ کھل جائے گا اس میں کچھ مسلمان محصور ہوں گے تو اس کے پیچھے دجال ہوگا اور وہ وہاں پر موجود ہوگا، ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہوں گے، ہر ایک پاس تلوار اور عمدہ کپڑے ہوں گے، تو جیسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ دجال دیکھے گا جس طرح برتن میں پانی ابلتا ہے اسی طریقے سے وہ دیکھ کر ابلے گا اور وہ آپ کو دیکھتے ہی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگے گا اور آپ فرمائیں گے کہ تیرے لئے تو میری ایک مار مقدر ہو چکی ہے تو اس سے بچ کر نہیں جا سکتا، لہٰذا آپ علیہ السلام اس کا پیچھا کریں گے اور بیت المقدس کے قریب ہی اسرائیل میں ایک جگہ لُد ہے جو آج بھی موجود ہے وہاں ائیر پورٹ بھی بنا ہوا ہے، اس مقام لُد پر جا کر آپ اس کو پکڑ لیں گے اور اس کو قتل کر کے اس کا کام تمام کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہودیوں کو شکست دے دیں گے۔

اس وقت عجیب وغریب اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوگی کہ کوئی مکان، کوئی پہاڑ، کوئی ٹیلا، کوئی درخت اور کوئی اونچی نیچی جگہ جس کے پیچھے آدمی چھپ سکتا ہو اس کے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہوگا تو وہ چیز آواز دے گی کہ اے مسلمان اللہ کے

بندے یہاں آ، یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردے۔(اللہ اکبر)

چنانچہ مسلمان وہاں جائے گا اس کے پیچھے سے یہودی کو پکڑ کر قتل کردے گا اس طریقے سے تمام یہودیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں بچے گا تمام کافر ختم ہو جائیں گے یہودی عیسائی باقی نہیں بچیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت میں برکت

اب عیسیٰ علیہ السلام انتہائی صالح، عابد اور اللہ کے فرمانبردار بندے، اللہ کے نبی حکومت فرمائیں گے، مکمل طور پر زمین میں امن وسلامتی کا بول بالا ہو جائے گا اور تمام لوگ سکون چین اور راحت کی زندگی گزاریں گے، زمین اپنی برکتیں ظاہر کردے گی، یہاں تک کہ انگور کا ایک خوشہ ایک جماعت کے لئے کافی ہو جائے گا، ایک انار ایک بڑی جماعت کھا کر سیر ہو جائے گی اور جتنے بھی زہریلے جانور ہیں ان کے منہ سے زہر نکال دیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک بچی بھی سانپ کے منہ میں ہاتھ دیدے گی، تو سانپ اس کو کچھ بھی نہیں کہے گا اور جتنے بھی جنگل کے خونخوار درندے ہیں ان کی خونخواری ختم ہو جائے گی۔

حتیٰ کہ اگر شہر میں کوئی شیر آجائے گا تو ایک چھوٹی سے بچی اس کو کان سے پکڑ کر کہے گی کہ جنگل میں چلا جا، نہ بچی کو ڈر لگے گا نہ شیر اس پر حملہ کرے گا۔

بھیڑیا جس سے لوگ اپنی بکریوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ حفاظت کرنے والے کتے کی طرح ہو جائے گا بکریوں کے ساتھ جیسے شکاری کتا رکھا جاتا ہے

تاکہ وہ مالک کی حفاظت کرے، مالک کے گھر بار کی بھی حفاظت کرے، جانوروں کی بھی حفاظت کرے، چور ڈاکوؤں سے، بھیڑیا بھی ویسے ہی حفاظت کرنے والا بن جائے گا، عدل انصاف کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکومت فرمائیں گے اس دنیا میں امن ہی امن ہو جائے گا۔

یہاں تک کہ گھوڑے کی قیمت چند درہم رہ جائے گی اور بیل بڑا مہنگا ہو جائے گا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ! گھوڑا مہنگا ہونا چاہئے بیل سستا ہونا چاہئے تو گھوڑا سستا کیوں ہو جائے گا بیل مہنگا کیوں ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا تو اس لئے سستا ہو جائے گا کیوں کہ جہاد کی ضرورت ختم ہو جائے گی، جہاد تو کافروں سے ہوتا ہے سارے انسان مسلمان سارے ایک کلمہ گو اور ایک دین اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے تو لڑنے کے لئے گھوڑے کی کیا ضرورت پیش آئے گی اس لئے گھوڑے سستے ہو جائیں گے۔

تین سال مسلسل درجہ بدرجہ قحط بڑھے گا

اور بیل اس لئے مہنگے ہو جائیں گے کہ دجال کا فتنہ برپا ہونے سے پہلے تین سال تک زبردست قحط پڑے گا، ایک سال تو اس طرح گزرے گا کہ اللہ پاک کے حکم سے ایک تہائی بارش روک دی جائے گی، زمین بھی اپنی ایک تہائی پیداوار روک لے گی بس دو تہائی پیداوار ہوگی دو تہائی بارش ہوگی، دوسرے سال میں

دو تہائی بارش رک جائے گی پیداوار بھی دو تہائی رک جائے گی، تیسرے سال میں مکمل بارش بند ہو جائے گی پیداوار بھی بالکل نہیں ہو گی، جس کے نتیجے میں بہت سخت قحط پڑے گا اور تمام جانور ہلاک ہو جائیں گے، مر جائیں گے۔

قحط کے زمانے میں ذکر اللہ کھانے کا کام دے گا

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے موقع پر مسلمان کیسے زندہ رہیں گے؟ ایک پورے سال میں نہ کھانے کو کچھ رہے گا نہ پینے کو رہے گا تو کیسے زندہ رہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس زمانے میں سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ غذا کا کام دیں گے، جو مسلمان ہوں گے اسی ذکر سے ان کے پیٹ کی آگ بجھتی رہے گی، اس سے اللہ ان کے پیٹ بھرتا رہے گا، یہ برکت اللہ تعالیٰ اس وقت ظاہر فرما دیں گے۔

برکت ایسی کہ ایک چیز کئی بندوں کو کافی ہو جائے گی

اس کے بعد جب دجال کا خاتمہ ہو جائے گا یہودی سب ختم ہو جائیں گے تو اب زمین ایسی پیداوار اگائے گی جیسی آدم علیہ السلام کے زمانے میں پیداوار ہوتی تھی زمین کو کاشت کرنے کے لئے اور قابل زراعت بنانے کے لئے بیل کی ضرورت پڑے گی اس لئے بیل مہنگا ہو جائے گا گھوڑے سستے ہو جائیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمین کے اندر پیداوار کی عمدگی کا یہ حال ہو گا کہ ایک انار پوری ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہو گا، اور اس کا چھلکا اتنا

بڑا ہوگا کہ لوگ اس کے سائے میں بیٹھیں گے۔ اور دودھ دینے والی ایک اونٹنی اتنا دودھ دے گی کہ بہت سارے آدمیوں کے لئے بلکہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے وہ اونٹنی کافی ہوجائے گی، اس کا دودھ کافی ہوجائے گا، گائے ایک قبیلے کے لئے کافی ہوجائے گی، ایک گائے کا دودھ پورے ایک قبیلے کے لئے کافی ہوجائے گا، اور بکری کا دودھ پوری ایک برادری کے لئے کافی ہوجائے گا، اس قدر دودھ بھر جائے گا، اتنی کثیر مقدار میں دودھ بکریوں سے نکلے گا کہ ایک بکری کا دودھ پوری کی پوری برادریوں کے لئے کافی وشافی ہوجائے گا اسی لئے زمین اپنی برکتیں ظاہر کردے گی، آسمان سے برکتیں ظاہر ہوجائیں گی۔

یاجوج ماجوج کا خروج

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی کہ اے عیسیٰ اب ہم یاجوج ماجوج کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں، ان کو نکالنے والے ہیں، جن کے مقابلے کے لئے کسی کے اندر کوئی طاقت نہیں ہے، لہٰذا آپ مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے جائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب مسلمان کوہ طور پر تشریف لے جائیں گے وہاں جا کر وہ اپنے آپ کو محفوظ کرلیں گے، کچھ مسلمان جو اپنے گھروں میں یا اپنے قلعوں میں اپنے آپ کو محفوظ کرلیں گے بند کرلیں گے۔

یاجوج ماجوج انسان سے دس گناہ زیادہ ہوں گے

اس کے بعد پھر یاجوج ماجوج جو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یہ انتہائی وحشی خونخوار قسم کے لوگ ہیں اور لاتعداد ہیں علماء کرام نے لکھا ہے کہ انسان جو پوری دنیا میں رہتے ہیں ان سے دس گناہ زیادہ ہیں۔ اور سد سکندری اللہ کے حکم سے ختم ہو جائے گی اور جیسے ہی اللہ کا حکم ہوگا وہ وہاں سے نکل کر دنیا میں پھیل جائیں گے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے سیلاب آگیا ہو اور اونچی نیچی جگہ کی طرف جائیں گے اور جہاں جو ملے گا قتل کریں گے اور طرح طرح کے ہنگامے کریں گیا ور فساد ہی فساد پھیلائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر جگہ پھیل جائیں گے یہاں تک کہ بحر طبریہ جو ایک بہت بڑا دریا ہے ملک شام کے اندر ہے جب شروع والے لوگ وہاں سے گزریں گے تو اس دریا کو ختم کر دیں گے جب پیچھے والے آئیں گے تو کہیں گے کہ کسی زمانے میں یہاں سے پانی گزرتا ہوگا، اور وہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے کہ دریا کا دریا پی جائیں گے، اور اس پوری زمین کے اندر فساد کر کے سب کو قتل کر کے جو ملے گا اس کو ختم کر دیں گے ختم کرنے کے بعد وہ ایک ٹیلے پر چڑھ جائیں گے اور کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم نے ختم کر دیا اب آسمان والوں کو بھی ختم کرنا چاہئے تو وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے تو وہاں سے اللہ تعالیٰ ان کے تیر کو خون سے رنگ کر واپس کر دے گا تو کہیں گے کہ آسمان والوں کو بھی ہم نے ختم کر لیا زمین والوں کو بھی ہم نے ختم کر لیا (اللہ بچائے)

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر ہوں گے تو وہاں کھنا پینا سب ختم ہوجائے گا یہاں تک کہ بیل کا ایک سر سو دینار سے بھی زیادہ مہنگا ہوجائے گا، اتنی زیادہ مہنگائی ہوجائے گی، کھانے پینے کی چیزوں کے ختم ہونے کی وجہ سے۔

یاجوج ماجوج کی ہلاکت

تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ یا اللہ ان کو ختم کیجئے تاکہ ہم لوگ پہاڑ سے نیچے اتریں اور آرام سے رہ سکیں تو اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کردیں گے جس کی وجہ سے سارے کے سارے یاجوج ماجوج ایک دم مر جائیں گے، اور جب یہ مر جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام مسلمان نیچے آئیں گے تو ایک بالش بھی ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں ان کا خون پھیلا ہوا نہ ہو، زمین پوری کی پوری بدبودار ہوچکی ہوگی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کریں گے ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایسے بڑے بڑے پرندے بھیجیں گے کہ ان کی گردنیں اونٹ کی گردنوں جتنی ہوں گی، اور وہ سب ان کی لاشوں کو اپنے منہ میں دبا دبا کر جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہاں لے جاکر پھینک دیں گے، اور پوری کی پوری زمین خالی کردیں گے اور پھر اللہ کی طرف سے بارش ہوگی اور وہ بارش ایسی ہوگی کہ زمین چاندی کی طرح صاف ستھری ہوجائے گی، ساری بدبو گندگی سب ختم ہوجائے گی اور زمین صاف ستھری ہوجائے گی۔

پھر ایک وقت سب مسلمان ختم صرف کفار باقی رہیں گے

اور پھر زمین پہلے کی طرح امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی، اسی طریقے سے زمین کے اندر خش حالی قائم ہو جائے گی، کچھ عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہوا چلے گی مسلمانوں کے بغلوں کے نیچے سے گزرے گی تو سب کی روح قبض ہو جائے گی اور اس طرح سے مسلمان دنیا سے بالکل ختم ہو جائیں گے اس کے بعد جو لوگ رہ جائیں وہ بہت ہی زیادہ کفر کریں گے، شرک کریں گے، اور تباہی مچائیں گے، اور جانوروں کی طرح کھلے عام بدکاری کرتے پھریں گے پھر ان پر قیامت برپا ہو گی۔

ساری گفتگو کا خلاصہ

بہر حال فتنہ دجال اس کا نام ہے جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیا تو اس لئے اس دجال کے فتنے سے بھی ہم کو پناہ مانگنی چاہئے، جو حدیث میں نے آپ کے سامنے بیان کی تھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار باتوں سے پناہ مانگنے کو بیان فرمایا ہے، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو، پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ پناہ بھی مانگو اور ان کاموں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ جو عذاب کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور جو جہنم کے عذاب کا باعث ہیں، ان کاموں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ اور فرمایا کہ ظاہر و باطن کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور ایسے کام بھی نہ کرو جس سے تم ظاہر باطن کے

فتنے میں پڑ جاؤ اور دجال کے فتنہ سے پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ سب سے بڑا فتنہ ہے، جو دنیا کے اندر برپا ہوگا بہت ہی خطرناک وخوف ناک ہوگا اس فتنہ کے برپا ہونے کے وقت ایمان بچانا آسان نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہم سب کو آنے والوں فتنوں سے محفوظ رکھے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین